کتب خانہ نعیمیہ
امام مہدی
شخصیت و حقیقت
مصنف
مولانا مفتی اسعد قاسم سنبھلی
کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

تالیف

مولانا مفتی اسعد قاسم سنبھلی

﴿ناشر﴾

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند (یوپی)

فون: (آفس) 223294 (رہائش) 224556

فیکس فون: 01336-222491

نام کتاب : امام مہدی شخصیت وحقیقت

ناشر : کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

طبع دوم : مئی ۲۰۰۵ء

قیمت

مطبع : بی۔کے۔آفسیٹ پریس، دیوبند

﴿ملنے کا پتہ﴾

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند (یوپی)

فون: (آفس) 223294 (رہائش) 224556
فیکس فون: 01336-222491

انتساب

والدہ ماجدہ کے نام جن کی دعائے
نیم شبی اور آہِ سحر گاہی کی بدولت راقم
کو قرآن وحدیث، علوم نبوت اور اسلاف و
اکابر کے علوم ومعارف سے خوشہ چینی کی توفیق ملی

اسعد قاسم سنبھلی

فہرست مضامین

نگاہ اوّلین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ

امام مہدی آثار قیامت کی اہم کڑی اور رسول اللہ ﷺ کی پیشینگوئیوں کا ایک زندہ عنوان ہیں اب نہ صرف احقاق حق اور ابطال باطل انہیں کے ہاتھوں مقدر ہے بلکہ عہد آخر میں بکھری ہوئی امت کی شیرازہ بندی اور نبوی تصریح کے مطابق خلافت راشدہ کا قیام بھی دراصل انہی کے ظہور پر موقوف ہے تو اس لحاظ سے مہدی کا وجود اسلام دشمنوں کے لیے خطرہ کی گھنٹی اور حق کی فتح و سرخ روئی کا ایک فلک شگاف اعلان ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں جب بھی امت پر برا وقت آیا اور بیچ منجدھار میں پھنس کر اس کا سفینہ ہچکولے کھانے لگا تو امت بے اختیار اپنے اسی عظیم قائد کی راہ تکنے لگی جو انوار و برکات کا لشکر لے کر اچانک آندھی اور طوفان کی طرح اٹھے گا اور ایوان باطل میں زلزلہ پیدا کر کے آن کی آن میں ہمارے انحطاط کو عروج سے اور زوال کو اقبال سے بدل دے گا۔

امام مہدی کیا ہیں؟ ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اور دنیا میں ان کا ظہور کب ہوگا؟ یہ سوالات گرچہ انحطاط اور زوال کی ہر گھڑی میں اسلاف و اکابر کو اپنی طرف متوجہ کرتے رہے ہیں اور تاریخ کے کسی دور میں بھی ان کی گونج مدھم پڑتی دکھائی نہیں دیتی لیکن دنیا کے موجودہ انقلابی حالات خلافت عثمانیہ کا زوال، عالم اسلام کی بندر بانٹ، بیت المقدس پر یہودیوں کا تسلط، سرزمین انبیاء کے قلب میں اسرائیلی خنجر، ماضی کے دھندلکوں میں چھپتا

فلسطین، جزیرۃ العرب میں یہود و نصاری کی واپسی، صلیبی شکنجوں میں پھنسا دم توڑتا عالم اسلام، مشرق و مغرب میں گونجتی ہماری چیخیں، جنوب و شمال میں بہتا ہمارا لہو اور یک قطبی عالمی نظام کے تحت ہر محاذ پر مسلمانوں کی پسپائی۔ یہ سب تاریخ کے وہ سنگین حادثے ہیں جنہوں نے ان سوالوں میں نئی جان ڈال کر ظہور مہدی کی تمناؤں کو بھی شعلۂ امید میں بدل دیا ہے۔

چنانچہ دور زوال کے اس آخری اسٹیج پر دینی حلقوں کو بڑی تیزی سے مہدی کی یاد ستا رہی ہے اور مہدویت کے دعوے بھی دنیا میں خوب ہو رہے ہیں ۹۲-۱۹۹۳ء میں راقم سطور جب دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کا طالب علم تھا ایک دن تمرین فتاوی کے دوران حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب دامت برکاتہم صدر مفتی دارالعلوم دیوبند نے ایک استفتاء کے جواب کا مکلف بنایا یہ خط جھانسی سے آیا تھا اور مرسل کا دعوی تھا کہ وہ امام مہدی ہے اس لیے تمام علماء دیوبند کو پہلی فرصت میں اس پر ایمان لانا چاہیے تاکہ امت مسلمہ دوبارہ عروج و اقبال کے جادے پر گامزن ہو سکے۔

راقم سطور نے فتاوی نویسی کے عام طرز سے ہٹ کر عصری اسلوب میں اس کا مفصل جواب لکھا اور ہر ہر زاویہ سے بحث کر کے موصوف کو اس دعوے سے باز رکھنے کی پوری کوشش کی لیکن قلبی واردات اور بے سروپا خیالات کی بنیاد پر جب کوئی شخص غیر معمولی دعوی کرنے چلتا ہے تو ضد وہٹ دھرمی اس کا اصل سرمایہ ہوتی ہے۔ اللہ کا خوف دل سے نکل جاتا ہے اور روشن و واضح دلائل بھی اس پر اثر انداز نہیں ہوتے، نبوت و ولایت کے دعوے داروں سے متعلق تاریخ کا ہر دور میں یہی تجربہ ہے چنانچہ مسلسل فہمائش کے باوجود وہ صاحب مہدویت سے دستبردار نہیں ہوئے اور راقم کی تکذیبی گستاخیوں پر انہوں نے اللہ کے حضور مقدمہ چلانے کی دھمکی دی۔

یہ مراسلت کئی ماہ تک جاری رہی اس لیے مسئلۂ مہدویت سے اچھی

خاصی مناسبت ہو گئی اور مجھے شدت سے یہ احساس ہوا کہ اس موضوع پر ایسی کوئی کتاب دستیاب نہیں جو امام کی شخصیت و حقیقت، منکرین مہدی کے دلائل کا تعاقب اور اس ضمن کے دوسرے ناقص تصورات پر سیر حاصل بحث کرتی ہو سوچا کیوں نہ میں ہی اس موضوع پر ایک جامع کتاب مرتب کر دوں؟ یہ خیال آتے ہی مزید کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا گیا۔ تعلیقات وحواشی کی دیدہ ریزی کی اور روشنی کی جہاں بھی کوئی کرن نظر آئی پروانہ وہاں اڑ کر پہنچا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے موضوع کی حقیقت سے آشنا کر کے مالہ وماعلیہ کو سمجھنے کی توفیق دی۔

کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں ہم نے حضرات شیعہ، قادیانی امت، مہدوی گروہ، مولانا وحید الدین خاں مولانا شمس نوید عثمانی، اور مولانا سید ابو الاعلی مودودی کے تصورات مہدی پر بحث کر کے ان کی بنیادی غلطیوں کو اجاگر کیا ہے اور مآخذ شریعت کی روشنی میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ پہلے تین طبقوں نے تو امام کو تجدید وخلافت سے اٹھا کر نبوت والوہیت کے مقام تک پہنچا دیا ہے جب کہ آخری تین حضرات نے احادیث وروایات کا بالکل مطالعہ نہیں کیا اور مسئلے کو صرف اپنے ذوق اور مزاج سے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔

دوسرے باب میں ان لوگوں کے موقف کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے جو قائلین کی ضد میں مہدی کے وجود ہی کے منکر ہیں ان کے دلائل کیا ہیں؟ اور کس بنیاد پر وہ اتنی جرأت کر رہے ہیں؟ اس کا مکمل تجزیہ کر کے ہم نے قرون اولی سے آج تک پیدا ہونے والے مشاہیر امت کی تصریحات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ظہور مہدی کا مسئلہ اجماعی ہے اور اس کا انکار کرنے والے اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک بھی معقول دلیل پیش نہیں کر سکتے۔

تصورات مہدی کی تنقیح اور منکرین کی تردید کے بعد ضروری تھا کہ ہم

امام کی شخصیت وحقیقت پر بھی بحث کریں کیونکہ اہل نظر کے نزدیک یہی وہ لغزش گاہ ہے جہاں ذرا سی بے احتیاطی سے قلم وقدم پھسل جاتے ہیں اور افراط و تفریط پھر لوگوں کا مقدر ہوتی ہے تیسرے باب میں ہم نے اسی قرض کو ادا کیا ہے اور تجدید و خلافت کے پس منظر میں مسئلے پر اس طرح روشنی ڈالی ہے کہ مہدی کے منصب سے پردے اٹھ جاتے ہیں، ان کی شخصیت نکھر کر بالکل سامنے آجاتی ہے اور ان کی حیات وکارناموں سے متعلق پھر دل ودماغ میں کوئی اشکال ہی باقی نہیں رہتا۔

چوتھے باب کا عنوان عمر بن عبد العزیز اور امام مہدی ہے اس میں دونوں بزرگوں کی بعض وجوہ سے یکساں حیثیت، مشترکہ خصوصیات اور ان کی باہمی مماثلت و مشابہت پر روشنی ڈالی گئی ہے پھر آخر میں ان صریح نصوص کو پیش کیا گیا ہے جو مہدی کی فضیلت و منقبت پر دلالت کرتی ہیں اور ان کی رو سے امام کا مقام سیدنا عمر بن عبد العزیز سے فائق و برتر قرار پاتا ہے۔

پانچواں باب ہمارے سفر کی آخری منزل ہے اس میں ہم نے مہدی سے قبل دنیا کے حالات کا موجودہ صورت حال سے تقابل کیا ہے اور ظہور سے وفات تک پیش آنے والے تمام حالات وواقعات کو نہ صرف ترتیب سے درج کیا ہے بلکہ ان کے درمیان پائے جانے والے ہر خلاء کو اس طرح پُر کیا گیا ہے کہ اب ہر واقعہ پہلے کا نتیجہ اور مابعد کا مقدمہ نظر آتا ہے۔ امام کے حیات وکارناموں سے متعلق ہم نے جن صحیح ترین روایات کو پیش کیا ہے ان کی تعداد پچھتر سے متجاوز ہے یہ مسئلہ مہدی سے متعلق اب تک جمع ہونے والی روایات کی غالباً سب سے بڑی تعداد ہے۔ پھر اس موضوع پر ضعیف و مقطوع احادیث کا بھی طومار ملتا ہے ہم نے پہلو بہ پہلو ان روایتوں کو بھی جمع کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ نقد و درایت کی روشنی میں ان کی حقیقت کو بھی آشکارا کیا جا سکے۔

ان قیمتی بحثوں کی جمع و ترتیب بڑی صبر آزما تھی۔ اس لیے مصنف کو ہر باب میں اپنی جان گھلانی پڑی ہے اور کئی سال کی مسلسل عرق ریزی کے بعد ہی اس کی تکمیل ہو سکی ہے۔

تفسیر و حدیث اور فقہ و تاریخ کے اس طویل سفر میں گرچہ ہر قدم پر میں اکابر کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہا ہوں اور فکر و نظر کے شاہین کو کہیں بھی اسلاف کی رزم گاہوں سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی ہے لیکن تمام تر احتیاط کے باوجود خطاو لغزش کا پورا امکان تھا اس لیے راقم نے اصلاح کے لئے ممتاز علمی شخصیات سے رجوع کرنا ضروری سمجھا اور انہوں نے جس غلطی کی نشاندہی کی اس کی اصلاح کر دی گئی۔

موضوع کیوں کہ فکری اور تاریخی تھا اس لئے احقر کی دلی خواہش تھی کہ اسکا مقدمہ عالم اسلام کی مشہور شخصیت مفکر اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی حسنی ندوی لکھتے لیکن افسوس کہ مرض الوفات نے اس کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی اور کتاب کی طباعت سے پہلے ہی وہ جوار رحمت میں پہونچ گئے خداوند قدوس انہیں دینی خدمت کا اپنی شایان شان بدلہ عطا فرمائے

اس موقع پر میں اپنے عزیز شاگرد مولانا نعیم احمد بھوپالی، مولانا لئیق احمد اعظمی، مولانا محمد انعام مظفر نگری، مولانا سجاد حسین بجنوری، مولانا محمد اکرام مظفر نگری، مولانا حسین احمد بھاگلپوری، مولانا خورشید احمد پرتاپ گڑھی اور مولانا مسرور احمد بستوی کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے تسوید و تبیض میں قابلِ قدر تعاون کیا جبکہ پروف ریڈنگ مولانا غیور عالم سدھارتھ نگری، مولانا عبدالعظیم اعظمی، مولانا محمد اسماعیل فیض آبادی، مولانا ظہیر الحق دیوریاوی، مولانا وسیم اللہ قاسمی، مولانا عبدالقیوم لکھیم پوری اور مولانا شمس الزمان بستوی نے کی ہے۔ خداوند قدوس بہترین صلہ

دیکر انہیں دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔ نیز میں اپنے مخلص دوست مفتی معصوم ثاقب فیض آبادی کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اس موضوع کی بہت سی تحریریں مجھے راپچوٹی حیدر آباد سے فوٹو اسٹیٹ کرا کر بھیجیں۔ خداوند قدوس انہیں بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

انسان بہر حال لغزش کا پتلہ ہے اور اس کا قول و فعل سو فیصد درست نہیں ہو سکتا اس لیے تمامتر احتیاط کے باوجود ممکن ہے نفس امارہ کے بہکاوے میں آکر اس نو آموز قلم نے ٹھوکر کھائی ہو اور فرط جوش میں اسے غلطی کا احساس بھی نہ ہوا ہو اس لیے اہل علم خصوصاً اصحاب فکر و نظر سے عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ از راہ عنایت غلطیوں کی نشاندہی فرما کر احقر کو مطلع فرمائیں۔ اطمینان و تشفی کے بعد انشاء اللہ اگلے اڈیشنوں میں ان کی اصلاح کر دی جائے گی۔ باری تعالی ہم سب کو اخلاص کے ساتھ دینی خدمات کی توفیق دے اور اس تحریر کو میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنادے آمین یارب العالمین۔

والسلام

اسعد قاسم سنبھلی عفی عنہ

جامعہ امدادیہ مراد آباد

تقریظ

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب
صدر مفتی دار العلوم دیو بند

حامداً ومصلیاً امابعد!

مجھے خوشی ہے کہ آج سے چند سال قبل میں نے بطور تمرین عزیزم مفتی اسعد قاسم سنبھلی سلمہ، کو جو استفتاء دیا تھا وہ نیک فال ثابت ہوا اور مسئلے کا مرتب ومدلل جواب بن کر ایک تحقیقی کتاب کی صورت اختیار کر گیا۔ مجموعہ مضامین کو احقر نے جابجا سے دیکھا ماشاء اللہ بہت مکمل ومدلل ہے اور عزیز موصوف نے مسئلہ مہدی کے ہر ہر زاویے پر اس طرح بحث کی ہے کہ اس کا کوئی گوشہ بھی اب تشنہ لب نہیں رہا ہے۔ مہدی کے غلط تصوارت کا تجزیہ، انکار مہدی کے دلائل کا تعاقب، تجدید وخلافت کے پس منظر میں شخصیت وحقیقت کی نقاب کشائی، عمر بن عبدالعزیز اور مہدی کی مماثلت اور ظہور سے وفات تک انکے مرتب اور تحقیقی حالات وواقعات ایسی ہی نادر وقیمتی بحثیں ہیں۔ جو بہت کم کسی کتاب میں یکجا ملیں گی۔

احقر نے عرصہ ہوا حضرت امام مہدی علیہ السلام پر ایک مفصل فتویٰ لکھا تھا اس سے اس مضمون کی توضیح ہوتی ہے اور امید ہے کہ آں عزیز کی یہ سعی عند اللہ مقبول ہوگی۔ یہ عبد ناکارہ دل سے دعاء کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مضمون کو قبول فرمائے اور اس سے لوگوں کو نفع اٹھانے کی توفیق دے۔ (آمین)

دعاء گو
نظام الدین مفتی دار العلوم دیو بند
۲۲/۸/۱۴۱۹ھ

تقریظ گرامی
حضرت مولانا ریاست علی صاحب مدظلہ استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى !اما بعد!

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب قدس سرہ نے آداب تصنیف ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ موضوع ایسا ہونا چاہیے جس پر کام کرنے کی ضرورت ہو، اس لیے جب ایسی کوئی کتاب سامنے آتی ہے جس میں موضوع، ترتیب، انداز بیان یا کسی بھی طرح کی ندرت ہو تو خیال گذرتا ہے کہ یہ حضرت شاہ صاحب کے بیان کردہ آداب تصنیف کے مطابق ہے۔

عزیز محترم مولانا اسعد قاسم سنبھلی زید مجدہم مدرس مدرسہ امدادیہ مرادآباد نے ماشاء اللہ ایک ایسے ہی موضوع پر ہمت صرف کی ہے۔ ہوا یہ تھا کہ ابھی چند سال پہلے وہ دار الافتاء دار العلوم دیوبند میں داخل تھے بروقت مہدی موعود سے متعلق ایک استفتاء موصول ہوا۔ اتفاق یہ ہوا کہ اس استفتاء کا جواب تمرین کے طور پر عزیز موصوف سے متعلق کر دیا گیا انہوں نے جواب لکھا تو مستفتی کی جانب سے مزید سوالات کا سلسلہ قائم ہو گیا اور ان کا جواب دیا جاتا رہا۔ اس مشق و تمرین نے عزیز موصوف کے ذوق تحقیق کو مہمیز کیا اور انہیں یہ محسوس ہوا کہ اس موضوع پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

چنانچہ انہوں نے موضوع کا تجزیہ کیا اور موضوع کے مقرر کردہ تمام عناصر کی تحقیق کے لیے امہات کتب سے استفادہ کر کے ایک تحقیق

کتاب تیار کردی۔ عزیز موصوف نے حسن ظن کی بنیاد پر بعض اقتباسات راقم الحروف کو بھی سنائے۔ اقتباسات سننے کے دوران احقر کو دلی مسرت حاصل ہوئی کہ انہوں نے اختیار کردہ ہر گوشہ کا حق ادا کرنے کی کوشش کی اور وہ اپنی کوشش میں الحمد للہ کامیاب ہیں۔ اور یہ بات ان کے تابناک مستقبل کا اشارہ معلوم ہوتی ہے اللھم زد فزد۔

راقم نے بعض مقامات پر انہیں کچھ مشورے بھی دیئے جسے عزیز محترم نے حسن ظن کی بنیاد پر قبول کیا، راقم الحروف صمیم قلب سے دعا گو ہے کہ پروردگار ان کے علم و عمل میں برکت عطا کرے، ترقیات سے نوازے اور ان کی اس خدمت کو دنیا و آخرت میں شرف قبول سے ہمکنار کرے۔ آمین۔ والحمدللہ اولاً و آخراً.

ریاست علی بجنوری غفرلہٗ
خادم تدریس دار العلوم دیوبند
۲؍رجب ۱۴۱۸ھ

تقریظ گرامی

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ
استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!

مسئلہ مہدی اخبار و فتن کی روایات کا ایک جلی عنوان ہے اور علماء اسے تصنیف و تالیف کی دنیا میں خصوصی اہمیت دیتے رہے ہیں انہوں نے ایک طرف تو علامات قیامت کے ذیل میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے تو دوسری جانب امام مہدی کے حالات و واقعات پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم (۱) عقد الدرر في اخبار المنتظر از امام یوسف بن یحییٰ مقدسی سلمی متوفی ۶۸۵ھ (۲) الوردی فی اخبار المھدی از امام سیوطی (۳) الخلیفۃ المھدی از شیخ الاسلام مولانا مدنی وغیرہ کا نام پیش کر سکتے ہیں۔

موجودہ دور انتشار و تفرقہ کا دور ہے اور اس کے حد درجہ زوال و انحطاط کو دیکھتے ہوئے یہی محسوس ہوتا ہے کہ ظہور مہدی اب زیادہ دور نہیں رہ گیا ہے۔ کیونکہ ایک چیز کی انتہا دوسری چیز کے وجود کا سبب بنتی ہے اور گھٹا ٹوپ اندھیرا ہی طلوع صبح کی خوشخبری سناتا ہے اس لیے فطری طور پر یہ موضوع آج گذشتہ تمام زمانوں سے زیادہ حساس بن گیا ہے۔ کیونکہ اس باب میں بعض "محققوں" نے صحیح موقف سے انحراف

کر کے ایسی عجیب و غریب باتیں لکھی ہیں جن کی رو سے مہدی کا تصور مجروح ہی نہیں بری طرح مسخ ہو گیا ہے۔ جبکہ دوسری جانب کچھ مرعوب لوگ امام کے ظہور کو ماننے کے لیے کسی صورت تیار نہیں اور انکار مہدی کا یہ نظریہ بھی اب تحریک بنتا جارہا ہے اس لیے ضرورت تھی ایک ایسی کتاب کی جس کا مصنف صحیح الفکر سلیم العقیدہ اور عصری اسلوب میں بات کہنے کا سلیقہ رکھتا ہو تاکہ وہ ان مفکرین کے تصورات مہدی کا تجزیہ کر کے ان کی غلطیوں کو پوری طرح اجاگر کرے اور ظہور مہدی کے مستحکم دلائل قائم کرنے کے بعد منکرین کے نظریہ کی بنیادیں ہلادے نیز مسئلہ پر وہ ہر ہر زاویہ سے بحث کرے تاکہ امام کے حالات و واقعات سے متعلق دل و دماغ میں پھر کوئی اشکال ہی نہ رہے۔

زیر نظر کتاب "امام مہدی، شخصیت و حقیقت" کی یہی خصوصیت ہے جو سے مہدی پر لکھی جانے والی دیگر کتابوں سے ممتاز کرتی ہے کہ مصنف نے پہلے شیعہ و قادیانی، مہدوی حضرات، مولانا ابو الاعلی مودودی مولانا وحید الدین خاں اور مولانا شمس نوید عثمانی کے موقف کا تجزیہ کر کے تصور مہدی پر جمے گرد و غبار کو پوری قوت سے چھانٹا ہے اور منکرین کے خلاف مستحکم دلائل ی قائم نہیں کیے بلکہ انکار مہدی پر اتنا زوردار باب لکھا ہے کہ ابن لدون کے موقف کی بھی اب کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی پھر جس بنیاد پر یہ غلطیاں سرزد ہوئی ہیں مصنف نے اس کی حقیقت کھول کر امام کا منصب و مرتبہ متعین کیا ہے اور عمر بن عبدالعزیز و مہدی کی مماثلت پر بڑی دل لگتی باتیں کہی ہیں مہدی کے حالات و واقعات کا باب بھی بڑا دلچسپ اور تحقیقی ہے۔ تمام سوانحی کڑیوں میں ترتیب زمانہ کا لحاظ رکھا گیا ہے اور مہدی سے متعلق تمام مقامات کی جغرافیے کی روشنی میں تعیین کی ہے اور اس ضمن میں صحیح احادیث کو بنیاد بنا کر مصنف پہلو بہ پہلو موضوع روایات کی بھی تردید

کرتے گئے ہیں اس طرح موضوع سے متعلق ہر قسم کا قابل قدر مواد جمع ہو گیا ہے اور اپنے عنوان پر کتاب انسائیکلو پیڈیا بن گئی ہے جس میں علمیت بھی ہے ادبیت بھی، محدثانہ رنگ بھی ہے متکلمانہ اسلوب بھی، تاریخ نگاری بھی ہے فکری تجزیہ بھی اور قدم قدم پر داعیانہ سوز ایمانی غیرت وحمیت اور قابل قدر جذبات کے بہترین نمونے دکھائی پڑتے ہیں۔

کتاب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ مصنف نے ہر جگہ اکابر کے دامن کو مضبوطی سے تھاما ہے اور فکر ونظر کے شاہین کو کہیں بھی ان کی رزم گاہوں سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ یہ کتاب مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے ایک فاضل نے لکھی ہے۔ اس طرح وہ مصنف ہی کی نہیں انشاء اللہ حلقہ دیوبند کی بھی نیک نامی کا ذریعہ بنے گی میری دعاء ہے کہ اللہ تعالی کتاب کو مقبولیت عطا فرمائے اور اسے ملکوں ملکوں تک پہنچائے۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

حبیب الرحمٰن قاسمی

خادم حدیث دارالعلوم دیوبند

۲۷؍رجب المرجب ۱۴۱۸ھ

باب اوّل

نقد و تبصرہ

مبحث اوّل

امام مہدی کا شیعی تصوّر

تصور مہدی کو مسخ کرنے اور ان کی شبیہ کو بگاڑنے میں سب سے زیادہ سرگرمی شیعوں نے دکھائی ہے۔ انہوں نے مسئلہ "امامت" میں اس قدر غلو کیا ہے کہ اس پرشکوہ فلسفے کے تقدس و وقار کے سامنے منصب نبوت ہی نہیں بلکہ مقام الوہیت بھی ماند پڑ گیا ہے اس تصور کی حقیقت کیا ہے؟ اور شیعوں نے کس طرح اس کی تشریح کی ہے؟ اس موضوع پر متقدمین کی کتابوں میں بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن ان میں سب سے زیادہ مستند شہادت "الجامع الکافی" کی ہے جو تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے معروف شیعہ مجتہد ابو جعفر یعقوب کلینی کی تالیف ہے یہ چار جلدوں پر مشتمل ہے جس میں تقریباً ڈھائی ہزار صفحات اور سولہ ہزار روایتیں ہیں (۱) شیعوں کے نزدیک اسکا وہی مقام ہے جو ہمارے یہاں بخاری شریف کا ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مصنف نے یہ کتاب مرتب کر کے ایک سفیر کے ذریعہ امام غائب کے پاس بھیجی یہ "غیبت صغری" (۲) کا زمانہ تھا

---

(۱) مطبوعہ نول کشور ۱۳۰۲ھ (۲) شیعوں کی مخصوص اصطلاح۔

انہوں نے غار میں مطالعہ فرما کر اس کی توثیق و تصدیق فرمائی اور کہا "ھذا کافٍ لشیعتنا" تو گویا شیعوں کے نزدیک یہ کتاب خود امام مہدی کی تصدیق شدہ ہے۔ مسئلہ امامت سے متعلق اس میں بے شمار روایات بکھری پڑی ہیں ہم قارئین کی سہولت کے لیے حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ کے قلم سے ان سب کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

عقیدۂ امامت

جس طرح ہم اہل سنت اور تمام امت مسلمہ کے نزدیک نبی و رسول اللہ کی طرف سے نامزد و مقرر ہوتے ہیں (امت یا قوم ان کا انتخاب نہیں کرتی) شیعہ حضرات کے نزدیک اسی طرح نبی کے بعد ان کے جانشیں و خلیفہ امام بھی اللہ تعالی ہی کی طرف سے مقرر اور نامزد ہوتے ہیں۔ وہ نبی ہی کی طرح معصوم ہوتے ہیں اور نبی و رسول ہی کی طرح ان کی اطاعت امت پر فرض ہوتی ہی۔ ان کا درجہ رسول اللہ ﷺ کے برابر اور دوسرے سب نبیوں سے بالاتر ہوتا ہے۔ وہی امت کے دینی و دنیوی سربراہ اور حاکم ہوتے ہیں اور امت پر بلکہ ساری دنیا پر حکومت کرنا ان کا اور صرف ان کا حق ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ جو بھی حکومت کرے وہ غاصب ظالم اور طاغوت ہے (خواہ وہ قرن اول کے ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ہوں یا ان کے بعد کے زمانوں کے خلفاء و سلاطین اور ملوک یا ہمارے زمانے کے ارباب حکومت۔ بہر حال مذہب شیعہ کے اس بنیادی عقیدۂ امامت کی رو سے یہ سب غاصب و ظالم اور طاغوت ہیں۔ حکومت صرف اللہ تعالی کے نامزد کیے ائمہ معصومین کا حق ہے) اور جس طرح نبی پر ایمان لانا اور اس کو نبی ماننا شرط نجات ہے اسی طرح ان اماموں کی امامت تسلیم کرنا اور ان کو اللہ کا مقرر کیا ہوا امام معصوم اور حاکم ماننا بھی نجات کی شرط ہے۔

خاتم النبیین ﷺ کی وفات کے بعد سے اس دنیا کے خاتمہ تک یعنی قیامت تک کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے بارہ امام نامزد ہیں۔ان سب کو اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ نامزد فرمایا ہے....ان میں سے ہر ایک اپنے زمانے میں اللہ تعالی کی طرف سے مقرر کیا ہوا امام وخلیفہ اور امت کا دینی ودنیوی سربراہ وحاکم تھا (اگرچہ حالات کی ناسازگاری سے ایک دن کے لیے بھی ان کو حکومت حاصل نہ ہو سکی ہو)(۱)

رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ ائمہ ہی بندوں پر اللہ کی حجت ہیں ان کا مقام اور درجہ یہ ہے کہ دنیا انہی کے دم سے قائم ہے۔اگر ذرا سے وقت کے لیے بھی یہ دنیا امام سے خالی ہو جائے تو زمین دھنس جائے اور یہ ساری کائنات فنا ہو جائے۔یہ سب ائمہ صاحب معجزات تھے ان کے پاس اسی طرح ملائکہ آتے تھے جس طرح انبیاء علیہم السلام کے پاس آیا کرتے تھے۔ان کو معراج بھی ہوتی تھی۔ان پر اللہ کی طرف سے کتابیں بھی نازل ہوتی تھیں۔یہ سب حضرات عالم ما کان وما یکون تھے۔تمام انبیاء علیہم السلام کے علوم کے جامع تھے۔ان کے پاس قدیم آسمانی کتابیں تورات، انجیل زبور وغیرہ اپنی اصل شکل میں محفوظ تھیں اور وہ ان کو ان کی زبان میں پڑھتے تھے۔ان کے پاس بہت سے وہ علوم بھی تھے جو قرآن یا رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ نہیں بلکہ براہ راست اللہ کی طرف سے یا دوسرے خاص ذرائع سے حاصل ہوتے تھے۔ان کو اختیار تھا کہ جس چیز یا جس عمل کو چاہیں حلال یا حرام قرار دیں۔ان میں سے ہر ایک کو اپنی موت کا وقت بھی معلوم تھا اور انکی موت خود ان کے اختیار میں تھی۔(۲)

ملحوظ رہے کہ مذہب شیعہ کی رو سے یہ عقیدۂ امامت توحید، رسالت اور عقیدۂ آخرت کی طرح اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔اس کے

---

(۱) ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت، ص:۲۹۔ (۲) ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت، ص:۱۱۹

نہ ماننے والے توحید، رسالت اور آخرت کے منکرین ہی کی طرح غیر مومن، غیر ناجی اور جہنمی ہیں۔(۱)

بارہ امام

شیعوں کے نزدیک بارہ اماموں کی ترتیب اس طرح ہے علی بن ابی طالب، حسن، حسین، علی بن الحسین، محمد بن علی، جعفر صادق، موسی کاظم، علی بن موسی رضا، محمد بن علی تقی۔علی بن محمد نقی، حسن بن علی عسکری، محمد بن الحسن۔ان ائمہ میں حضرت علی سے حسن عسکری تک پہلے گیارہ حضرات تو اسی وقت وفات پا چکے ہیں جبکہ بارہویں اور آخری امام معجزانہ طور پر بچپن ہی میں "سر من رای" نامی غار میں جاکر چھپ گئے اس وقت ان کی عمر محض چار یا پانچ سال تھی غیبوبت کا یہ واقعہ آج سے تقریباً ساڑھے گیارہ سو سال پیشتر ۲۶۰ھ میں پیش آیا تھا جب سے آج تک وہ زندہ سلامت ہیں اور قیامت تک اب انہیں کا دور امامت چلے گا۔۳۲۹ھ تک ان کے پاس خاص محرم راز سفیروں کی خفیہ آمدورفت رہی اور وہ شیعوں کو خصوصی پیغام بھیجتے رہے۔یہ دور "غیبت صغریٰ" کہلاتا ہے اس کے بعد ان کا دنیا سے رابطہ منقطع ہو گیا اور وہ ظہور تک اب اسی طرح چھپے رہیں گے۔اس زمانے کو "غیبت کبریٰ" کا نام دیا گیا ہے۔اب جس وقت بھی انہیں ۳۱۳ مخلص شیعہ میسر ہوں گے وہ تورات، انجیل، زبور، انبیاء کے صحائف و معجزات، عصاء موسی، قمیص آدم، انگشتری سلیمان، الجفر، الجامعہ کا بورا، مصحف فاطمہ اور قرآن کریم کا اصل نسخہ لے کر غار سے برآمد ہوں گے اور پوری دنیا میں ایک مضبوط شیعی حکومت قائم کریں گے۔

---

(۱) ایرانی انقلاب اور امام خمینی اور شیعیت، ص:۳۰

امام مہدی

یہ بارہویں اور آخری امام ہی شیعوں کے نزدیک امام مہدی ہیں جنہیں وہ الحجہ، القائم، المنتظر، صاحب زماں اور صاحب امر جیسے بلند ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ ان کی تمنا ہے کہ وہ جلد ظاہر ہوں اس لیے تمام شیعہ مصنفین مہدی کے ساتھ عجل اللہ ظہورہ کا جملہ ضرور لکھتے ہیں۔ شیعی نقطۂ نظر سے امام آخر کا نام محمد، والد کا نام حسن اور والدہ کا نام ملیکہ (نرگس) ہے ان کا پایۂ تخت کوفہ ہوگا۔ دار القضاء شہر کی جامع مسجد ہوگی اور مسجد سہلہ میں غنائم کو تقسیم کیا جائے گا وہ مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ کو مسمار کردیں گے اور صرف ان آثار کو باقی رکھا جائے گا جنہیں حضرت ابراہیم نے تعمیر کیا تھا اسی طرح مدینہ منورہ کی بھی وہ تمام عمارتیں منہدم کردی جائیں گی جنہیں ظالموں نے بنایا ہے۔ نیز قصر عقیق کو بھی گرادیا جائے گا۔ شیعوں کی مستند کتاب "حق الیقین" میں تصریح ہے کہ مہدی کے ہاتھ پر سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ اور پھر حضرت علی بیعت کریں گے۔ وہ کافروں سے پہلے اہل سنت والجماعت کی گردنیں ماریں گے، عائشہ صدیقہؓ کو بھی زندہ کر کے سزا دی جائے گی اور ان کا ابو بکرؓ و عمرؓ کے ساتھ جو سلوک ہوگا اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ملا باقر مجلسی "حق الیقین" میں لکھتے ہیں۔

شیخین کے ساتھ مہدی کا سلوک

مفصل نے امام جعفر صادق سے عرض کیا اے میرے آقا صاحب الامر (امام مہدی) مکہ معظمہ کے بعد دوسرے کس مقام کا رخ کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہمارے نانا رسول خدا کے شہر مدینہ جائیں گے وہاں ان سے ایک عجیب بات کا ظہور ہوگا جو مومنین کے لیے خوشی و شادمانی کا اور

کافروں منافقوں کے لیے ذلت وخواری کا سبب بنے گی۔ مفصل نے پوچھا وہ عجیب بات کیا ہو گی؟ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ جب وہ اپنے نانا رسول خدا کی قبر کے پاس پہنچیں گے تو وہاں کے لوگوں سے پوچھیں گے کہ لوگو بتلاؤ کیا یہ قبر ہمارے نانا رسول خدا کی ہے؟ لوگ کہیں گے کہ ہاں یہ انہی کی قبر ہے۔ پھر امام پوچھیں گے یہ اور کون لوگ ہیں جو ہمارے نانا کے پاس دفن کردیئے گئے ہیں؟ لوگ بتلائیں گے یہ آپ کے خاص مصاحب ابو بکر و عمر ہیں۔ حضرت صاحب الامر (امام مہدی) اپنی سوچی سمجھی پالیسی کے مطابق (سب کچھ جاننے کے باوجود) ان لوگوں سے کہیں گے کہ ابو بکر کون تھا؟ اور عمر کون تھا؟ اور کس خصوصیت کی وجہ سے ان دونوں کو ہمارے نانا رسول خدا کے ساتھ دفن کیا گیا؟ لوگ کہیں گے کہ یہ دونوں آپ کے خلیفہ اور آپ کی بیویوں (عائشہ وحفصہ) کے والد تھے اس کے بعد جناب صاحب الامر فرمائیں گے کہ کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس کو اس بارے میں شک ہو کہ یہی دونوں یہاں مدفون ہیں؟ لوگ کہیں گے کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس کو اس بارے میں شک شبہ ہو، سب یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ رسول خدا کے پاس یہی دو بزرگ مدفون ہیں۔

پھر تین دن کے بعد صاحب الامر حکم دیں گے کہ دیوار توڑی جائے اور ان دونوں کو ان کی قبروں سے باہر نکالا جائے۔ چنانچہ دونوں کو قبروں سے نکالا جائے گا، ان کا جسم تازہ ہوگا اور صوف کا وہی کفن ہوگا جس میں یہ دفن کئے گئے تھے۔ پھر آپ حکم دیں گے کہ ان کا کفن الگ کردیا جائے (ان کی لاشوں کو برہنہ کردیا جائے) اور ایک بالکل سوکھے درخت پر لٹکا دیا جائے۔ اس وقت مخلوق کے امتحان و آزمائش کے لیے یہ عجیب واقعہ ظہور میں آئے گا کہ وہ سوکھا درخت جس پر لاشیں لٹکائی جائیں گی، ایکدم سرسبز ہو جائے گا، تازہ ہری پتیاں نکل آئیں گی اور شاخیں

بڑھ جائیں گی، بلند ہو جائیں گی۔ پس وہ لوگ جو ان دونوں سے محبت رکھتے اور ان کو مانتے تھے (یعنی اہل سنت) کہیں گے کہ واللہ یہ ان دونوں کی عند اللہ مقبولیت اور عظمت کی دلیل ہے اور ان کی محبت کی وجہ سے ہم نجات کے مستحق ہوں گے۔ اور جب سوکھے درخت کے اس طرح سر سبز ہو جانے کی خبر مشہور ہوگی تو جن لوگوں کے دلوں میں ان دونوں کی ذرہ برابر بھی محبت وعظمت ہوگی وہ اس کو دیکھنے کے شوق میں دور دور سے مدینہ آجائیں گے۔ تو جناب صاحب الامر کی طرف سے ایک منادی ندادے گا اور اعلان کرے گا کہ جو لوگ ان دونوں (ابو بکر و عمر) سے محبت و عقیدت رکھتے ہوں وہ ایک طرف الگ کھڑے ہو جائیں۔ اس اعلان کے بعد لوگ دو حصوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک گروہ ان دونوں سے محبت کرنے والوں کا ہوگا اور دوسرا ان پر لعنت کرنے والوں کا۔ اس کے بعد صاحب الامر ان لوگوں سے جو ان دونوں سے محبت کرنے والے ہوں گے (یعنی سنیوں سے) مخاطب ہو کر فرمائیں گے کہ ان دونوں سے بیزاری کا اظہار کرو اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو تم پر ابھی خدا کا عذاب آئے گا۔ وہ لوگ جواب دیں گے کہ جب ہم ان کی عند اللہ مقبولیت کے بارے میں پوری طرح جانتے بھی نہیں تھے اس وقت بھی ہم نے ان سے بیزاری کا رویہ اختیار نہیں کیا تو اب جبکہ ہم نے ان کے مقرب اور مقبول بارگاہ خداوندی ہونے کی علامت آنکھوں سے دیکھ لی تو ہم کیسے ان سے بیزاری کا رویہ اختیار کر سکتے ہیں۔ بلکہ اب ہم تم سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں اور ان سب لوگوں سے جو تم پر ایمان لائے اور جنہوں نے تمہارے کہنے سے ان بزرگوں کو قبروں سے نکال کر ان کے ساتھ توہین و تذلیل کا یہ معاملہ کیا۔ ان لوگوں کا یہ جواب سن کر امام مہدی کالی آندھی کو حکم دیں گے کہ وہ ان لوگوں پر چلے اور ان سب کو موت کے

گھاٹ اتار دے۔ پھر امام مہدی حکم دیں گے کہ ان دونوں (ابو بکر و عمر) کی لاشوں کو درخت سے اتارا جائے پھر ان دونوں کو قدرت الٰہی سے زندہ کریں گے اور حکم دیں گے تمام مخلوق جمع ہو پھر یہ ہو گا کہ دنیا کے آغاز سے اس کے ختم تک جو بھی ظلم اور جو بھی کفر ہوا اس سب کا گناہ ان دونوں پر لازم کیا جائے گا۔ اور انہی کو اس کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا (خاص کر) سلمان فارسی کو پیٹنا اور امیر المومنین اور فاطمہ زہرا اور حسن حسین کو جلا دینے کے لیے ان کے گھر کے دروازے میں آگ لگانا اور امام حسن کو زہر دینا اور حسین اور ان کے بچوں اور چچا زاد بھائیوں اور ان کے ساتھیوں مددگاروں کو کربلا میں قتل کرنا اور رسول خدا کی اولاد کو قید کرنا اور ہر زمانے میں آل محمد کا خون بہانا اور ان کے علاوہ جو بھی ناحق خون کیا گیا ہو اور کسی عورت کے ساتھ جہاں کہیں بھی زنا کیا گیا ہو اور جو سود یا جو بھی حرام مال کھایا گیا ہو اور جو بھی گناہ اور جو ظلم و ستم قائم آل محمد (یعنی امام غائب مہدی) کے ظہور تک دنیا میں کیا گیا ہو۔ اس سب کو ان دونوں کے سامنے گنایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ یہ سب کچھ تم سے اور تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ وہ دونوں اقرار کریں گے (کہ ہاں ہماری ہی وجہ سے ہوا) کیونکہ اگر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد) پہلے ہی دن خلیفہ برحق (علی) کا حق یہ دونوں مل کر غصب نہ کرتے تو ان گناہوں میں سے کوئی بھی نہ ہوتا۔ اس کے بعد صاحب الامر حکم فرمائیں گے کہ جو لوگ حاضر و موجود ہیں وہ ان دونوں سے قصاص لیں اور ان کو سزا دی جائے۔ پھر صاحب الامر حکم فرمائیں گے کہ ان دونوں کو درخت پر لٹکا دیا جائے اور آگ کو حکم دیں گے کہ زمین سے نکلے اور ان دونوں کو مع درخت جلا کر راکھ کر دے اور ہوا کو حکم دیں گے کہ ان کی راکھ کو دریاؤں پر چھڑک دے۔ مفضل نے عرض کیا کہ اے میرے آقا یہ ان لوگوں کو

آخری عذاب ہوگا۔ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اے مفضل ہرگز نہیں خدا کی قسم سید اکبر محمد رسول اللہ اور صدیق اکبر امیر المؤمنین (علی) اور سیدہ فاطمہ زہرا اور حسن مجتبیٰ اور حسین شہید کربلا اور تمام ائمہ معصومین سب زندہ ہوں گے اور جو خالص مومن ہوں گے اور جو خالص کافر ہوں گے سب زندہ کئے جائیں گے اور تمام ائمہ اور تمام مومنین کے حساب میں ان دونوں کو عذاب دیا جائے گا یہاں تک کہ دن رات میں ان کو ہزار مرتبہ مارڈالا جائے گا اور زندہ کیا جائے گا اور اس کے بعد خدا جہاں چاہے گا ان کو لے جائے گا اور عذاب دیتا رہے گا۔(۱)

نقد و تبصرہ

شیعہ مذہب میں صحابہ دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور ان کے دین کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں اس تصور نے قیامتیں نہ ڈھائی ہوں۔ ہر جگہ وہی بغض صحابہ، ہمہ دم شیخین سے انتقام لینے کی آرزو اور ہر موقعہ پر حضرت عائشہ پر وہی بہتان تراشیوں کا خطرناک مشغلہ۔ یہ وہ بدترین خباثتیں ہیں جن کا ارتکاب کر کے یہ لوگ ہر زمانے میں اپنی قبروں میں آگ بھرتے رہے ہیں۔

امام مہدی کفر کی سرکوبی، حق کی سربلندی اور تجدید وخلافت کی ایک بلند و ممتاز شخصیت ہیں اور ان کا شیعی خباثتوں سے قطعاً کوئی تعلق نہیں لیکن بغض صحابہ کی کرشمہ سازی دیکھئے کہ ایسے مقدس و پاکیزہ باب میں کس بے حیائی سے صحابہ دشمنی کا زہر گھولا گیا ہے، کتنی بے باکی سے اس عنوان کو انہوں نے اپنے ناپاک جذبات کی تسکین کا سامان بنایا ہے اور شروع سے آخر تک بس یہی تاثر دینے کی بھرپور کوشش کی ہے کہ امام

---

(۱) حق الیقین باب رجعت، ص: ۳۵۵، بحوالہ ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت۔

مہدی یہود و نصاریٰ کو پچھاڑنے نہیں بلکہ ابو بکرؓ و عمرؓ کو سزا دینے کے لیے ہی دنیا میں مبعوث ہوں گے۔

ہر وہ شخص جسے خدا نے تھوڑی بہت بھی عقل دے رکھی ہے احادیث کی روشنی میں بآسانی اندازہ لگا سکتا ہے کہ امام کو نبوت والوہیت کا منصب عطا کرنا مہدی کے والد کا نام حسن اور ماں کا نام نرگس ہونا۔ بچپن ہی میں ان کا غار میں چھپ جانا۔ مکہ مکرمہ کے بجائے کوفے سے ظاہر ہونا تورات وانجیل کو لے کر آنا، زبور و قرآن کا انکشاف کرنا انبیاء کے تبرکات کو محفوظ رکھنا۔ بیت اللہ کو مسمار کر دینا عراق و مدینہ کی عمارتوں کو ڈھا دینا، قصر عتیق کو گرا دینا، خود رسول اللہ اور حضرت علی کا زندہ ہو کر ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا، عائشہ صدیقہ کو سزا دینا، ابو بکر و عمرؓ کی قبروں کو ادھیڑ کر قصاص لینا، سنیوں پہ کالی آندھی چلانا، ان کو جلا کر راکھ کر دینا، شہداء کربلا کو زندہ کرنا، تمام مردوں کے اندر روح پھونک دینا، قیامت سے پہلے ہی حشر قائم کرنا۔ اللہ میاں کو نظر انداز کر کے خود ہی بندوں کا محاسبہ کرنے لگنا، نفخ صور کا قصہ ہی پاک کر دینا اور بالآخر شیعوں کو جنت عطا کر کے دوسرے تمام مسلمانوں کو جہنم میں جھونک دینا۔ یہ ایسی متضاد، مضحکہ خیز اور بے عقلی کی باتیں ہیں جن کی قرآن وحدیث قدم قدم پر تردید کرتے ہیں اور عقل و نقل کی روشنی میں کوئی بڑے سے بڑا سورما بھی ان دیومالائی کہانیوں کی قیامت تک کوئی توجیہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے ہم یہاں یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مہدی کا یہ ہولناک تصور شیعوں کے گمراہ ذہن کی خلاقی ہے اور اس کا دین و شریعت سے ہرگز ہرگز کوئی تعلق نہیں۔

مبحث دوم

امام مہدی کا مہدوی تصوّر

امام مہدی کے منصب کو غصب کرنے والا دوسرا طبقہ مہدویوں کا ہے یہ دراصل دسویں صدی ہجری کی وہ طاقتور تحریک ہے جس نے ہندوستانی تاریخ پر اتنے گہرے اور دیرپا نقوش چھوڑے ہیں کہ گذشتہ دو تین صدیوں میں معاصر کوئی تحریک اس کی ہمسر نظر نہیں آتی اس کا انداز ایسا زلزلہ انگیز اور انقلابی تھا کہ تھوڑے ہی عرصے میں گجرات سے ایران تک ہر طرف مہدویوں کی گونج سنی گئی اور دسویں صدی کے وسط میں اس فتنے سے پورا برصغیر لرز اٹھا۔

اس تحریک کے قائد سید محمد تھے وہ ۱۴؍ جمادی الاولی ۸۴۷ھ میں ہندوستان کے مشہور شہر جونپور میں پیدا ہوئے ان کے والد کا نام یوسف اور ماں کا نام آغا ملک تھا بعد میں دونوں کا نام بدل کر مہدویوں نے عبداللہ اور آمنہ کر دیا ہے وہ شروع سے ہی بے چین فطرت مضطرب قلب اور بڑے قوی الباطن واقع ہوئے تھے جذب وقلبی واردات میں امتیاز حاصل تھا، فقر و درویشی محبوب تھی اور ان کا وعظ دلوں پر جادو کا سا اثر کرتا تھا۔ علماء و مؤرخین نے ان کی شخصیت کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے اور وہ تقریباً ہر زمانے میں ہی مصنفین کا موضوع رہے ہیں مفکر الاسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ کی زبانی ہم ان تمام بحثوں کا خلاصہ پیش کرتے ہیں جو گذشتہ پانچ صدیوں سے ہمارے کتب خانوں کی زینت ہے۔

شیخ ندوی کا تجزیہ

(۱) سید محمد جونپوری باطنی اور خلقی طور پر ان عالی استعداد اور قوی الباطن لوگوں میں تھے جو زمانۂ دراز کے بعد پیدا ہوتے ہیں اور وہ عنفوان شباب ہی میں بڑے جری و شجاع، اپنے ماحول اور دور کے حالات سے غیر مطمئن بے محابا امر بالمعروف نہی عن المنکر اور منکرات شرعی پر زجر و توبیخ کرنے والے تھے اور اسی وجہ سے اسی زمانہ میں انکو اسد العلماء کا خطاب دیا گیا تھا، سلوک کی تعلیم شیخ دانیال سے حاصل کی اور شدید ریاضت و مجاہدہ کیا پہاڑوں اور وادیوں میں عرصہ تک گوشہ نشینی اختیار کی جس کا اکثر نتیجہ (بالخصوص جب شیخ کامل کی نگرانی اور رہنمائی حاصل نہ ہو) ایسے واردات و اشارات ہوتے ہیں جن سے لغزش کا اندیشہ اور بعض اوقات غلط یقین کا حصول ہوتا ہے اور ایسا شخص جو مقام تحقیق و رسوخ کو نہ پہنچا ہو۔ الفاظ کو غلط محمل پر حمل۔ اور اشارات غیبی کو غلط معنی میں سمجھ سکتا ہے چنانچہ انہوں نے اسی دوران کسی سفر میں مہدی ہونے کا دعوی کیا اس کے بعد بھی متعدد بار مختلف مقامات پر اپنے "مہدی موعود" ہونے کا اعلان کیا اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

(۲) وہ کثرت ریاضت قوت باطنی اور جذبہ امر بالمعروف کی وجہ سے اعلی درجہ کے صاحب تاثیر تھے ان کی شخصیت و صحبت ان کی گفتگو اور بیان سامعین و حاضرین پر جادو کا اثر رکھتا تھا۔ اور سلاطین و امراء سے لے کر عوام و خواص تک سب پر بے خودی اور خود فراموشی طاری ہو جاتی تھی۔ اور ان کے لیے بڑے منصبوں اور جاہ و حشمت کو خیر باد کہہ کے۔ ترک دنیا اور ترک وطن کر کے ان کے ہمرکاب ہو جانا اور اپنے کو ان کے حوالہ کر دینا آسان ہو جاتا تھا۔ دار الحکومت مانڈو میں یہی غیاث الدین شاہ خلجی

کے ساتھ پیش آیا۔اور یہی جانپانیر گجرات میں محمود شاہ گجراتی پر اثر ہوا یہی احمد نگر، احمد آباد، بید اور گلبر گہ میں دیکھنے میں آیا۔ایک خلقت نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا اور ہزاروں آدمی ان کے قافلہ میں شامل ہوگئے سندھ کے علاقہ میں بھی ایک شہر آشوب کا منظر نظر آیا اور لوگوں کو تھامنا مشکل ہو گیا قندھار میں بھی ان کے بیان نے قیامت برپا کردی اور حاکم قندھار مرزا شاہ بیگ کا ان کی طرف میلان ہو گیا۔

(۳) ان کی زندگی ترک و تجرید زہد و استغناء قطع ماسوی اللہ کی زندگی تھی۔اور سفر و حضر میں "دائرہ" میں اسی زہد و ایثار، اور ذکر و عبادت کی فضا نظر آتی تھی، کھانا اور ہر چیز برابر برابر کسی کی خصوصیت کا لحاظ کئے بغیر تقسیم ہوتی تھی اور اس میں خود ان کی اور گھر کے افراد کی رعایت نہیں ہوتی تھی اس فضا سے کوئی نووارد متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا(۱)

ان کی دعوت کے پانچ ارکان تھے (۱) ترک دنیا (۲) عزلت عن الخلق (۳) ہجرت عن الوطن (۴) صحبت صدیقین (۵) دوام ذکر (حفظ انفاس کے طریقے پر) وہ مشاہدۂ الٰہی کو (خواہ وہ بچشم سر ہو یا بطریق قلب، بیداری میں ہو یا خواب میں) ضروری اور شرط ایمان قرار دیتے تھے۔

حالت سکر میں یا مفہوم و مراد صحیح طور پر نہ سمجھنے کی بناء پر ان سے اپنی ذات کے متعلق متعدد بار اور صریح طریقہ پر ایسے اقوال اور دعاوی صادر ہوئے جن کی تاویل و توجیہ مشکل ہے اور جنہوں نے ان کے متبعین کو (ابتداء میں ان کی نیت کتنی ہی صحیح اور ان کا جذبۂ دینی کتنا ہی قابل قدر ہو) آسانی کے ساتھ ایک مخالف جمہور، اور مخالف اہل سنت فرقہ کی شکل دیدی جس نے ان اقوال کا سہارا لیا، اور ان پر اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھی، بعد کے آنے والوں اور غالی معتقدین نے (جیسا کہ قاعدہ ہے) ان میں اور

---

(۱) تاریخ دعوت و عزیمت ج:۴، ص:۵۶، ۵۸۔

اضافہ کیا اور ان کی تقدیس و تعظیم میں اتنے غلو سے کام لیا کہ ان کو انبیاء کا ہمسر، اور بعض سے افضل و برتر بنا دیا، اور بعض انتہا پسندوں اور غالیوں نے رسول اللہ ﷺ سے بھی ہمسری و مساوات کے عقیدہ تک پہنچا دیا (اگرچہ سید محمد ان کے نزدیک بھی آپ کے پیرو اور دین محمدی کے تابع تھے) اور یہاں تک غلو کیا کہ اگر کتاب و سنت ان کے کسی قول و فعل کے مخالف ہوں تو کتاب و سنت کا اعتبار نہیں اسی طرح سے اس بارے میں بھی بہت غلو کیا گیا کہ جو مسلمان انوار الٰہی کا مشاہدہ اپنی آنکھ یا دل سے سوتے یا جاگتے کبھی نہ کرے وہ مومن نہیں ہے عام مسلمانوں اور اس فرقہ کے درمیان یہ خلیج مرور زمانہ سے وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ مہدوی ایک الگ فرقہ بنکر اہل سنت والجماعت سے کٹ گئے۔(۱)

مہدویت کا دعویٰ

سید محمد جونپوری نے نویں صدی ہجری کے اواخر میں مہدویت کا دعویٰ سب سے پہلے داناپور کے جنگل میں کیا پھر متعدد شہروں کا دورہ کر کے وہ ۹۰۱ھ میں حجاز پہنچے اور بیت اللہ کے صحن میں کھڑے ہو کر مہدی موعود ہونے کا دوسرا دعویٰ کیا اس وقت ان کی عمر ۵۳ یا ۵۴ سال تھی یہاں سے مدینہ منورہ جانے کے بجائے وہ سیدھے ہندوستان آئے اور جمال پور احمد آباد کی مسجد تاج خاں سالار میں پڑاؤ ڈال کر اپنی مہدویت کا پرچار شروع کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے امراء و سلاطین کو جو دعوتی خط لکھا تھا اس کا متن ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

اے لوگو! اس امر کو سمجھ لو کہ میں محمد بن عبداللہ رسول اللہ ﷺ کا ہم نام ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے ولایت محمدیہ کا خاتم اور اپنے نبی کی بزرگ امت

---

(۱) تاریخ دعوت و عزیمت، ج:۴، ص:۵۹ تا ۶۰۔

پر خلیفہ بنایا ہے۔ میں وہی شخص ہوں جس کے آخری زمانے میں مبعوث ہونے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور میں وہی ہوں جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ہے میں وہی ہوں جس کا سابقہ پیغمبروں کے صحیفوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ میں وہی ہوں جس کی اگلے اور پچھلے گروہوں نے توصیف کی ہے میں وہی ہوں جس کو روحانی خلافت دی گئی ہے میں اللہ کی طرف بصیرت پر مخلوق کو اللہ کے حکم سے بلاتا ہوں، میں اس دعوی کے وقت نشے کی حالت میں نہیں ہوں، بلکہ باہوش ہوں، ہوش میں لائے جانے اور بیدار کئے جانے کا محتاج نہیں ہوں، اللہ کی طرف سے مجھے پاک رزق ملتا ہے اور مجھے سوائے اللہ کے اور کسی شی کی احتیاج نہیں میں ملک وحکومت کا طالب نہیں ہوں اور نہ مجھے ریاست وسلطنت قائم کرنے کی خواہش ہے میں امارت، ملک اور سیاست کو نجس خیال کرتا ہوں۔ دنیا کی محبت چھڑانا میرا کام ہے۔

میری اس دعوت کا باعث یہی ہے کہ میں اللہ کی جانب سے اس دعوت پر مامور ہوں تاکید اور تہدید سے میں اپنی دعوت تم تک پہونچاتا ہوں۔ اللہ نے مجھے مفترض الطاعۃ بنایا ہے (یعنی میری اطاعت فرض ہے) میں تمام انس وجن کی طرف اپنی اس دعوت کو پہنچا رہا ہوں، اس مضمون سے کہ میں ولایت محمدیہ کا خاتم ہوں، میں اللہ کا خلیفہ ہوں، جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے روگردانی کی گویا اس نے اللہ تبارک وتعالی سے روگردانی کی۔ اے لوگو! مجھ پر ایمان لاؤ تاکہ تم کو چھٹکارا نصیب ہو۔ میری بات سنو اور میری پیروی کرنے میں جلدی کرو تاکہ فلاح پاسکو جو کوئی میرا انکار کرے گا اور میرے احکام سے سرتابی کرے گا اس کو اللہ اپنی شدید پکڑ میں پکڑے گا۔

اے لوگو! اس دن کے عذاب سے بچو جس دن پہاڑ باریک ریت

کی طرح پیس دیئے جائیں گے تم اس دنیا سے اس حالت میں سفر کرو کہ ہلاکت میں گرفتار ہو حسن ثواب آخرت اختیار کرو۔ اس ثواب آخرت کو کھوٹے داموں کے عوض نہ بیچو تم سمجھ دار ہو اگر تم سمجھتے ہو کہ میں بناوٹی ہوں اور میں اللہ تعالیٰ پر افتراء کر رہا ہوں تو تمہارا فرض ہے کہ تحقیق کرو اور اس بات کے لیے جدوجہد کرو۔ اگر تم نے میری بات پر توجہ نہ دی تو تمہارا جھٹلانا ثابت ہوگا۔ تم حق بات کی تحقیق پر قادر ہو اور اگر تم نے مجھے جھوٹ پر چھوڑ رکھا تو لازماً تم ماخوذ ہوگے میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں اور اللہ شہادت کے لیے کافی ہے کہ میں امت محمدیہ کا دافع ہلاکت ہوں اور گمراہی سے بچانے والا ہوں تم پر لازم ہے کہ دھوکہ میں نہ رہو بلکہ میرے اقوال، افعال اور احوال کو قرآن پاک سے ملاؤ اور غور کرو اگر میرا ہر کام اور میرا ہر حال قرآن کے مطابق ہے تو میرا کہا مانو ورنہ مجھے قتل کردو۔ یہی تمہاری نجات کا ذریعہ ہے اللہ سے ڈرو اور قلب عاجز سے اس کی جانب متوجہ ہو جاؤ کیونکہ وہ مہربان اور متوجہ ہونے والا ہے وہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ یہ بات نصیحت ہے اس کے لیے جس نے قلب حاضر اور گوش وا سے اس کو سنا۔

(مہدوی تحریک صفحہ ۴۷ تا ۴۹، بحوالہ احسن الفتاویٰ، ج:۱، ص:۱۹۰)

خلیفۃ اللہ، موعود نبوت معصوم و مبرا، خاتم ولایت مفترض الطاعت، نجات دہندہ اور خود کو ایمان و کفر کا معیار قرار دے کر غیبی رزق سے لطف اندوزی کا دعوی بلاشبہ فتنہ انگیز، حیرت ناک اور ایسا گمراہ کن اقدام تھا جس کی کتاب و سنت میں کوئی گنجائش نہ تھی اور وہ دین و شریعت سے سراسر بغاوت تھی۔ چنانچہ دیگر مدعیان باطل کی طرح مہدوی حضرات بھی ایک چیلنج کی صورت اختیار کر کے ہندوستانی مسلمانوں کے لیے بہت بڑی آزمائش ثابت ہوئے جاہلوں نے انہیں خوش آمدید کہا ظاہری اصلاح

عوام کی توجہ کا ذریعہ بنی اور سید محمد کی ساحرانہ تقریروں سے اچھے اچھے صاحب علم بھی چکما کھاگئے۔ گجرات کی سرزمین کو زیروزبر کرکے مدعی موصوف نے یہاں سے کوچ کا ارادہ کیا اور پٹن، نہروالا، سندھ، قندھار، او ٹھٹھا ہوتے ہوئے وہ فراہ پہنچے جو اس وقت ایران میں شامل تھا جبکہ آج وہ افغانستان کا حصہ ہے اپنی زندگی کے آخری ایام انہوں نے یہیں گزارے اور ۶۳ سال کی عمر میں انتقال کرگئے۔

سید محمد جونپوری کی وفات کا مہدوی تحریک پر مثبت اثر پڑا اور اس کے اثرات کا دائرہ ہندوستان سے افغانستان تک وسیع ہوتا گیا۔ دسویں صدی کا درمیانی عرصہ ان کے عروج واقبال کا دور ہے جس میں مہدویوں نے دکن میں اپنی کئی حکومتیں قائم کیں اور گجرات کا پورا صوبہ بھی ان کے لپیٹ میں آگیا۔

طوفان کا مقابلہ

دین محمدی کی حفاظت اللہ کے ذمہ ہے اور فرعونوں کا سر توڑنے کے لیے اس نے ہر دور میں موسیٰ بھیجے ہیں چنانچہ وعدۂ خداوندی کے مطابق اس فتنے کی سرکوبی کے لیے بروقت کچھ علماء کھڑے ہوئے جن کے سرخیل ہندوستان کے نامور محدث شیخ علی متقی مہاجر مدنی(۱) تھے انہوں نے علامہ سیوطی کے رسائل کی تلخیص کرکے پہلے مسئلہ مہدی پر ایک جامع رسالہ مرتب فرمایا پھر سید محمد جونپوری کے دعوے کی تردید کرتے ہوئے ان کی بابت علماء حرمین شریفین سے استفسار کیا۔ مکہ معظمہ کے تمام حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء نے مہدویوں کو مرتد و باغی جان کر بالاتفاق

---

(۱) مرتب "کنز العمال" جن کی ولادت ۸۸۵ھ میں برہانپور میں ہوئی اور ۲ رمضان کی شب ۹۷۵ھ میں مدینہ منورہ میں انہوں نے انتقال فرمایا آرامگاہ مدفن اہل بیت کے قریب جنت البقیع میں ہے۔

انہیں واجب القتل قرار دیا ۔ شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری ان کوششوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وقد ظہرفی البلاد الھندیة جماعة تسمی المھدویة ولھم ریاضات عملیه و کشوفات سفلیة وجھالات ظاھریة من جملتھا انھم یعتقدون ان المھدی الموعود ھو شیخھم الذی ظھر ومات ودفن في بعض بلاد خراسان ولیس یظھر غیرہ مھدی في الوجود ومن ضلالاتھم انھم یعتقدون ان من لم یکن علی ھذه العقیدة فھو کافر.

وقد جمع شیخنا العارف بالله الولی الشیخ علی المتقی رحمه الله رسالة جامعة في علامات المھدی منتخبة من رسائل السیوطی رحمه الله واستفتی من علماء عصرہ الموجودین في مکة من المذاھب الاربعة وقد افتوا بوجوب قتلھم علی من یقدر من ولاة الامر.

(مرقاۃ کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ فصل دوم)

ہندوستان میں ایک جماعت کا ظہور ہوا ہے جو مہدویت کے نام سے موسوم ہے۔ ریاضت بدنی، سفلی کشوف اور کھلی جہالت اس کا امتیاز ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مہدی موعود ان کے پیر ہیں جو ان کے درمیان ظاہر ہوئے اور وفات کے بعد خراسان میں ان کی تدفین کردی گئی، ان کے علاوہ اب کوئی مہدی نہیں آئے گا ان گمراہوں کا کہنا ہے کہ جو انہیں مہدی نہ مانے وہ کافر ہے۔

ہمارے شیخ عارف باللہ شیخ علی متقی نے علامہ سیوطیؒ کے رسائل سے منتخب کرکے علامات مہدی پر ایک رسالہ لکھا ہے اور (فرقۂ مہدویہ) سے متعلق مکہ مکرمہ کے چاروں مسلک کے علماء سے استفسار کیا انہوں نے بالاتفاق انہیں مرتد قرار دے کر حکام ووالیوں پر مہدیوں کے قتل کو لازم قرار دیا۔

علامہ طاہر پٹنی کا اقدام

یہ فتویٰ مکہ مکرمہ کے منبر سے جاری ہوا تھا اور مستفتی نامور محدث تھے چنانچہ دینی حلقوں میں وہ اتنا مؤثر ثابت ہوا کہ ہر سطح پر مہدویوں کی مخالفت شروع ہوئی اور شیخ علی متقی کے شاگرد رشید ہندوستان کے سب سے بڑے عالم علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک عمامہ نہیں باندھوں گا جب تک اس مہدوی فتنہ کا قلع و قمع نہ کرلوں ۹۸۰ھ میں جب اکبر نے گجرات فتح کیا تو علامہ موصوف سے ملاقات کر کے اپنے ہاتھ سے ان کے عمامہ باندھا اور مہدویوں کے فتنہ کی سرکوبی کے لیے یہاں اپنے رضاعی بھائی مرزا عزیزالدین کو حاکم مقرر کیا۔ انہوں نے مہدویوں کو جلاوطنی اور قتل کی سزائیں دے کر بڑی حد تک ان کا زور کم کر دیا۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں۔

> دسویں صدی کے آخیر میں مہدویت کی تحریک میں نمایاں ضعف پیدا ہوا اس دعوت اور سید محمد جونپوری کے دن دی اور زیادہ تر ان غالی معتقدین کے تشدد سے عقائد میں ایک تزلزل اور مسلم معاشرہ میں ایک انتشار اور اضطراب پیدا ہو رہا تھا۔ اس سے اس عہد کے علماء راسخین جو کتاب و سنت پر گہری نظر اور علوم دینیہ میں رسوخ تام رکھتے تھے، پریشان اور فکر مند تھے۔ اور وہ اس کو ایک بڑی ضلالت اور فتنہ کا پیش خیمہ سمجھنے لگے تھے، چنانچہ اس عہد کے سب سے بڑے عالم حدیث و سنت علامہ طاہر پٹنی (۹۱۳ھ-۹۸۶ھ) مصنف "مجمع بحار الانوار" نے اس کی تردید اور انسداد کا بیڑا اٹھایا اور یہ عہد کیا کہ جب تک اس بدعت کا (جس کے اثر میں پورا گجرات آگیا تھا) خاتمہ نہیں ہو جائے گا وہ اس وقت تک پگڑی

نہیں باندھیں گے، اکبر نے ۹۸۰ھ میں جب گجرات فتح کیا، اور علامہ محمد طاہر کی ملاقات ہوئی تو اپنے ہاتھ سے ان کے دستار باندھی اور کہا کہ "دین کی وہ نصرت و حمایت، اور نئے فرقہ کا استیصال (جس کا آپ نے بیڑا اٹھایا تھا) میرے ذمہ ہے" اس نے مرزا عزیز الدین کو (جو اس کا رضاعی بھائی تھا) گجرات کا حاکم مقرر کیا اور اس نے اس کام میں ان کی مدد کی اور اس کے زمانہ میں ان کا زور کم ہو گیا۔ (تاریخ دعوت و عزیمت، ج:۴، ص:۶۱)

امتنان و تشکر

علامہ محمد ابن طاہر پٹنی کی کوشش و دعاؤں اور مرزا عزیز الدین کی مسلح سرکوبی کی بدولت اس فتنے کا استیصال ہوا۔ اکثر مہدوی یہاں سے بچ کر گئے بقیہ نے روپوشی میں عافیت جانی اور صوبہ گجرات بڑی حد تک ان کے اثرات سے پاک نظر آنے لگا مہدویت کے زوال اور اپنی کوششوں کی بار آوری پر خود علامہ ابن طاہر "مجمع بحار الانوار" میں رقم طراز ہیں۔

وما اقل حياء واسخف عقلا واجهل دينا وديانة قوما اتخذو دينهم لهوا ولعبا كلعب الصبيان بالخزف والحصا فيجعل بعضها اميرا وبعضها سلطانا ومنها فيلا وافراسا وجنودا فهكذا هولاء المجانين جعلوا واحدا من غرباء المسافرين مهديا بدعواه الكاذبة بلا سند وشبهة جاهلا متجهلا بلا خفاء لم يشم نفخة من علوم الدين والحقيقة فضلا من فنون الادب يفسر لهم معانى الكلام الربانى ويتبوأ به مقاعد في النار ويسفههم بالاحتجاج بآيات المثانى بحسب مايؤلها لهم فيما شرع لهم عقائد ظهر فسادها عند الصبيان واذا اقيم الحجج النبوية الدالة على شروط المهدى يقول هى غير صحيح ويعلل بان كل حديث يوافق

اوصافه فهو صحيح وما يخالفه فهو غير صحيح ويقول ان مفتاح الايمان بيدى فكل من يصدقني بالمهدوية فهو مؤمن ومن ينكرها فهو كافر ويفضل ولايته على نبوة سيد الانبياء وينسبه الى الله عزوجل ويستحل قتل العلماء واخذ الجزية وغيرذلك من خرا فاتهم ويسمون واحدا ابابكر الصديق. وبعضهم المهاجرين والانصار وعائشةوفاطمةوغيرذلك وبعض اغبياء هم جعلوا شخصا من السند عيسى فهل هذا الالعب الشيطان لولا ان لزمهم من الخلود في العذاب السرمد والنيران وكانوعلى ذالك مدد اكثيرة وقتلوا في ذالك من العلماء العديدة الى ان سلط الله عليهم جنود الم يروها فاجلى اكثرها وقتل كثيراوتوّب اخرين توبة وفيراولعل ذالك بسعى هذا المذنب الحقير واستجابة لدعوة الفقير. والله الموفق لكل خير فالحمدلله الذى بنعمته تتم الصالحات.

(تکملہ مجمع بحار الانوار، ص:۱۷۹،۱۸۰)

کتنے بے حیا، احمق، جاہل اور بددین لوگ ہیں جنہوں نے شریعت کو بازیچۂ اطفال بنا رکھا ہے جس طرح بچے بعض کو امیر اور سلطان بناتے ہیں اور مٹی کے ہاتھی گھوڑے اور لشکر بناتے ہیں اسی طرح ان دیوانوں نے جھوٹے دعوے کی بنیاد پر ایک اجنبی مسافر کو مہدی بنالیا ہے اس کی مہدویت کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے یہ بلا شبہ جاہل ترین لوگ ہیں انہیں علم کی ہوا بھی نہیں لگی ہے اور دیگر فنون سے واقف ہونے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہ نقلی مہدی کتاب اللہ کی من مانی تفسیر کر کے ان بے وقوفوں کا جہنم میں ٹھکانا بنا رہا ہے قرآنی آیات کا غلط استعمال، تاویلات کا بودہ پن اور عقائد کا بطلان اتنا واضح ہے کہ بچے بھی اسے درست نہیں کہہ سکتے

جب اس کو مہدی کے شرائط پر مشتمل احادیث کا حوالہ دیا جاتا ہے تو اسکا جواب یہ ہوتا ہے کہ یہ سب روایات غلط ہیں اس کا کہنا ہے کہ جو حدیث میرے حالات کے مطابق ہے وہ صحیح ہے اور جو میری شخصیت کی تصدیق نہیں کرتی وہ غلط اور باطل ہے اس کا دعویٰ ہے کہ ایمان کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے جو میری مہدویت کی تصدیق کرتا ہے وہ مسلمان ہے اور جو میرا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔ یہ اپنی ولایت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے افضل قرار دیتا ہے اسکے نزدیک علماء کا قتل مسلمانوں سے جزیہ لینا وغیرہ جیسی چیزیں جائز ہیں۔ مہدویوں نے ایک شخص کو ابو بکر صدیق قرار دیا ہے دوسروں کو وہ مہاجرین کہتے ہیں ان میں کچھ انصار کہلاتے ہیں جبکہ بعض خواتین عائشہ وفاطمہ کے لقب سے سرفراز کی گئی ہیں بعض احمقوں نے سندھ کے ایک شخص کو عیسیٰ ابن مریم مشہور کر رکھا ہے۔ تو کیا یہ شیطانی کھیل نہیں ہے؟ اور یہ دائمی عذاب کے مستحق کیوں نہیں ہوں گے؟

وہ کافی دنوں تک یہی کھیل کرتے رہے اور اس سلسلے میں انہوں نے متعدد علماء کو قتل کیا یہاں تک کہ خداوند قدوس نے ان پر اچانک لشکروں کو مسلط کر دیا بہت سے جلاوطن ہوئے کچھ قتل کئے گئے جبکہ باقی لوگوں نے بچی پکی توبہ کر لی یہ شاید فقیر کی دعاؤں کی قبولیت کا اثر اور اس حقیر وخطاکار کی کوششوں کا ثمرہ تھا تمام خیر کی توفیق اللہ ہی کے ہاتھ ہے اسی کی تعریف ہے جس کے انعامات کی بدولت نیکیوں کی تکمیل ہوتی ہے۔

شیخ ابن طاہر کی شہادت

دسویں صدی کے اواخر میں اکبر نے جب شریعت کے دائرے سے باہر قدم نکالے اور اس کے گرد ناخدا ترس لوگوں کا جمگھٹا شروع ہوا تو مرزا عزیز الدین بھی ان صاحب عزیمت لوگوں میں تھے جنہوں نے اس روش

کوایک فتنہ کی تمہید سمجھ کر اکبری نظریات کی تائید سے کنارہ کشی اختیار کی۔ اکبر نے انہیں معزول کر کے عبدالرحیم بیرم خاں کو گجرات کا والی مقرر کیا۔ اس کے دور میں دبا ہوا فتنہ پھر ابھر آیا اور مہدوی دوبارہ میدان میں نکل آئے۔ علامہ طاہر پٹنی کے لیے یہ صورت حال بڑی ناگفتہ بہ تھی وہ کسی صورت مہدویت کو پنپتا نہ دیکھ سکتے تھے رنج وغم سے ان کا دل بھر آیا اور دوبارہ پگڑی اتار کر وہ دہلی کی طرف چل پڑے تاکہ اکبر سے اس کی بابت گفتگو کریں۔ مہدویوں کو جب اس سفر کا علم ہوا تو ان کی ایک ٹولی نے چھپ کر علامہ کا تعاقب کیا اور اجین کے قریب دھاوا بول کر انہیں شہید کر ڈالا نتیجتاً تاریخ نامور محدث، مجاہد عالم دین اور ایسے عاشق زار پروانے سے محروم ہو گئی جس کی شمع معرفت کو ہر صدی میں تلاش رہی ہے۔

مہدویوں کے عقائد

ہر وہ تحریک جس کی بنیاد باطل نظریات وعقائد پر ہو۔ فتنہ وفساد کی طرف گامزن رہتی ہے اور ہر روز گمراہی کی طرف اس کے بڑھتے قدم تیز تر ہوتے جاتے ہیں چنانچہ درازئ زمانہ نے مہدویوں کو بھی زیغ وضلال کے گڑھوں میں لا مارا اور دین محمدی کے بالمقابل وہ مستقل ایک مذہب کی شکل اختیار کر گئے ان کا عقیدہ ہے کہ نبوت وولایت دین کی دو مستقل بنیادیں ہیں پہلی بنیاد کی تشریح کے لیے چودہ سو سال پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کیے گئے اور دوسری بنیاد "ولایت محمدی" کی تبلیغ کے لیے اب خداوند قدوس نے دنیا میں سید محمد جونپوری کو بھیجا ہے وہ خدائی فرستادے اور پیغمبر ہیں اس لیے انکا ادنی انکار بھی کفر وارتداد کو مستلزم ہے نیز ولایت نبوت سے افضل ہے اس لیے مہدوی حضرات انہیں انبیاء وصحابہ سے بڑھا کر بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر درجہ

دیتے ہیں جبکہ دوسرے انبیاء کی بابت انکا خیال ہے کہ وہ کامل الایمان نہیں ہیں حضرت آدمؑ ناک سے سر تک مسلمان تھے نوح حلق سے سر تک مومن ہیں ابراہیم و موسیٰ سینے سے اوپر تک مسلمان ہیں جبکہ عیسیٰ کے اسلام کی مسافت ناف سے سر تک پہنچتی ہے جب ان کا دوبارہ نزول ہوگا تب ان کا ایمان مکمل ہوگا سید محمد نے ولایت کی آڑ میں نبوت کے حرم میں قدم رکھنے کی کوشش کی ہے اور عہد رسالت کی خصوصیات و امتیازات کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے چنانچہ ان میں کچھ انصار و مہاجرین ہیں بعض خواتین کو عائشہ اور فاطمہ کا لقب دیا گیا ہے کچھ حضرات کو ابو بکر و عمر کہا گیا ہے اور بارہ حضرات عشرۂ مبشرہ قرار دیئے گئے ہیں۔

مہدی کہتے ہیں کہ سید محمد جونپوری بذات خود مفترض الطاعۃ ہیں تمام انبیاء و اولیاء کی روحیں ان کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں جس روح کو وہ پسند کرتے ہیں اس سے اللہ راضی ہوتا ہے اور جس سے انہیں بعد ہوتا ہے وہ دربار الٰہی سے بھی دھتکار دی جاتی ہے ان کی ایک الگ شریعت ہے وہ ایمان و کفر کے معیار ہیں قرآن و حدیث کی جو چیزیں ان کے موافق ہوں گی قبول کی جائیں گی۔ اور جو فرمان ان کے حالات سے میل نہیں کھاتا وہ رد کر دیا جائے گا۔ وہ معصوم ہیں انبیاء کی طرح ان سے بھی صغائر سرزد نہیں ہوتے ان پر عربی اور ہندی میں وحی نازل ہوتی تھی جو خدا کو نہ دیکھے ان کے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔ توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے، دنیوی مال و اسباب کا ارادہ کفر ہے، وطن کو چھوڑ کر مہدویوں کی صحبت اختیار کرنا ہر شخص پر فرض ہے، فرض نمازوں کی تعداد چھ ہے، زکوٰۃ چالیسویں حصے کے بجائے دسواں حصہ ہے، سید محمد خدا کی بعض صفات میں بھی شریک ہیں اور انہیں کان وما یکون کا علم دیا گیا ہے وہ غیر مخلوق اور قدیم ہیں مہدوی حضرات دعا کے لیے ہاتھ نہیں اٹھاتے ہر نماز سے پہلے دوگانہ پڑھتے ہیں

فجر کی نماز ان کے نزدیک چھ رکعت ہے رمضان کی ستائیسویں شب کو ڈیڑھ دو بجے دو رکعت نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اس دن عشاء کی نماز نہیں پڑھتے جمعہ کے خطبہ کے قائل نہیں عید کی نماز کے بھی منکر ہیں مہدویوں کا کفر اتنا واضح اور عیاں ہے کہ اس کو ثابت کرنے کے لیے کسی بھی قسم کی دلیل کی ضرورت نہیں شیخ علی متقی نے ان کی بابت علماء حرمین سے جو فتوی لیا تھا اس میں چاروں مسلک کے جلیل القدر علماء نے سید محمد اور ان کے متبعین کو کافر و مرتد قرار دیا تھا ہندوستان کے تقریباً تمام مفتیان کا بھی یہی موقف ہے۔ ابو حنیفہ ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مستفتی کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فرقہ مہدویہ جو اطراف دکن میں پایا جاتا ہے
کافر ہے اس کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز نہیں ہے

(کفایۃ المفتی ج:۱، ص:۳۲۱)

ذکری فرقہ

مہدویوں کی مختلف شاخیں ہیں انہیں مہدوی اور دائرے والے کہا جاتا ہے کہیں "مصدق" اور ذکری کے نام سے مشہور ہیں جبکہ بعض مقامات پر انہیں "داعی" اور "طائی" کے ناموں سے بھی جانا جاتا ہے ان میں سب سے بدتر فرقہ ذکری ہے اس کا کلمہ بھی الگ ہے کتابوں میں اس کے مختلف الفاظ ملتے ہیں۔

(۱) لا الہ الا اللہ نور پاک محمد مہدی مراد اللہ

(۲) لا الہ الا اللہ نور پاک محمد مہدی رسول اللہ

(۳) لا الہ الا اللہ محمد مہدی رسول اللہ

(۴) لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین نور محمد مہدی رسول اللہ صادق الوعد الامین۔

یہ نماز، روزوں کا منکر ہے خانۂ کعبہ کو قبلہ نہیں مانتا فریضۂ حج تربت مکران جا کر "کوہ مراد" نامی پہاڑ پر ادا کرتے ہیں اس کا وقت ستائیس رمضان اور نویں ودسویں ذی الحجہ ہے سال میں تین ماہ آٹھ دن کے روزے فرض ہیں۔غسل جنابت کے قائل نہیں میت پر نماز جنازہ نہیں پڑھتے چاندنی راتوں میں جوان بوڑھے بچے مل کر ناچتے ہیں یہ رقص چوگان کہلاتا ہے اس کا ان کے نزدیک بیحد اجر وثواب ہے اس مذہب کا کوئی ضابطۂ حیات نہیں ہے بلکہ تحلیل و تحریم کے تمام اختیارات ان کے مذہبی پیشوا "ملائی" کو حاصل ہیں وہ جو بھی حکم دیتے ہیں اسے وحی کا درجہ دیا جاتا ہے ان عقائد کے پیش نظر یہ بات بالکل واضح ہے کہ ذکری ضروریات دین کے منکر اور باطل خیالات کے حامل ہیں اس لیے ان کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد صاحب مفتی اعظم پاکستان احسن الفتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

> ذکری چونکہ محمد مہدی کو رسول مانتے ہیں اس کے نام کا کلمہ بھی پڑھتے ہیں اور اصول اسلام نماز روزہ حج وغیرہ کے منکر ہیں اس لیے ان کے کافر ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں۔

(احسن الفتاوی، ج:۱، ص:۱۹۶-۱۹۷)

مہدویوں کی موجودہ صورت حال

مہدوی عقائد سراسر باطل اور اتنے مضحکہ خیز ہیں کہ عقل وخرد کی موجودگی میں کسی بھی شخص کا ان پر ایمان لانا ممکن نہیں اس لیے مہدویوں کی نئی نسل بڑی حد تک ان عقائد کو چھوڑ چکی ہے اور بہت تھوڑے حضرات پرانے نظریات پر قائم ہیں حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری دامت برکاتہم "فتاوی رحیمیہ" میں لکھتے ہیں۔

احباب سے معلوم ہوا ہے کہ رفتہ رفتہ اس فرقہ کے بیشتر افراد کی اصلاح ہو چکی ہے اور نئی نسل تو اپنے عقائد سے بالکل ناواقف ہے اور صحیح العقائد حضرات کی صحبت کی وجہ سے وہ بھی صحیح العقیدہ ہو گئے صرف برائے نام مہدوی ہیں۔ البتہ کچھ افراد اپنے عقائد پر قائم ہیں لہٰذا جو لوگ صحیح العقیدہ ہو گئے ہیں وہ مذکورہ حکم کے مصداق نہ ہوں گے اللہ تعالیٰ مجھ کو اور تمام لوگوں کو صراط مستقیم پر قائم و دائم رکھیں اور حسن خاتمہ نصیب فرمائیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ، ج:۷، ص:۵۵)

یہ ہے سید محمد جونپوری کا سوانحی خاکہ، مہدویوں کے باطل عقائد کی تفصیل اور ان کے خلاف صادر ہونے والے کفر کے فتاویٰ کی تصریحات۔ اب ہم ان کے دعوے کی تنقیح کے لیے پہلے امام مہدی کے مختصر حالات پیش کرتے ہیں پھر اس کسوٹی کی روشنی میں جونپوری کے حالات کا تقابلی جائزہ لے کر اس حقیقت کو پوری قوت سے واشگاف کریں گے کہ جذب و بے ہوشی میں شیطانی آمیزش کے ساتھ وہ قلبی واردات کا شکار تھے جسے بعد میں انہوں نے الہام ربانی کا درجہ دیکر ایک مستقل دین بنادیا۔

امام مہدی مختصر تعارف

نام محمد، والد کا نام عبد اللہ اور لقب مہدی ہو گا، اہل بیت کے خاندان سے ہوں گے، فاطمی نسبت ہو گی والد کی طرف سے حسنی اور ماں کی جانب سے حسینی ہوں گے مدینہ منورہ میں ولادت ہو گی چہرہ روشن و نورانی اور ناک بلند و ستواں ہو گی، شکل وصورت میں حضور ﷺ سے مشابہ اور اخلاق وسیرت میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرح ہوں گے، چالیس سال کے ہوتے ہی والئ حجاز کی وفات ہو جائے گی اور جانشین کے مسئلے پر مدینہ میں اختلاف شروع ہو گا۔ مہدی اس وقت ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوں گے وہ اس

اندیشے سے مدینہ سے نکل کر مکہ کا رخ کریں گے کہ لوگ خلافت کی ذمہ داری کہیں ان کے کاندھوں پر نہ ڈال دیں۔ یہاں اہل نظر انہیں طواف کرتے ہوئے پہچان لیں گے لیکن اس وقت ملاقات نہ ہو گی چند دنوں بعد پھر ان کی تلاش ہو گی بالآخر صلحاء قیام گاہ کا پتہ لگالیں گے اور باصرار انہیں باہر نکال کر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان کعبۃ اللہ کے صحن میں علانیہ ظہور ہو گا چنیدہ مسلمان بادل کے ٹکڑوں کی طرح بڑی تیزی سے بیعت کے لیے پہنچیں گے ان لوگوں کی تعداد اصحاب طالوت اور بدری صحابہ کی طرح تین سو تیرہ ہو گی، ان کا باہمی تعلق مثالی ہو گا وہ دین کے جاں نثار اور اس وقت کے افضل ترین مسلمان ہوں گے۔

ظہور و بیعت کی خبر مشہور ہوتے ہی مکہ پر حملے کے لیے شام سے ایک لشکر روانہ ہو گا لیکن ذوالحلیفہ پہنچ کر وہ صحراء میں دھنس جائے گا۔ یہ مہدی کی ایک روشن کرامت ہو گی جس کی گونج پورے عالم اسلام میں سنائی دے گی اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ جائے گی۔ اب شام و عراق کے ابدال اور دین کے شیدائی بیعت و نصرت کے لیے مکے کی راہ لیں گے۔ اپنے لشکر کی تباہی کے بعد سفیانی خود حملہ آور ہو گا۔ اس کی ننھیال قبیلہ کلب میں ہو گی خاندان قریش ہو گا بیشتر پیروکار کلب ہی کے ہوں گے وہ بڑا ظالم ہو گا بچوں کو قتل کرے گا عورتوں کے پیٹ پھاڑے گا اور قبیلہ قیس کی لاشوں سے وادیاں بھر دے گا لیکن مہدی کے ہاتھوں اسے بھاری شکست ہو گی عورتوں کو باندی بنالیا جائے گا وہ دمشق روڈ پر فروخت ہوں گی مال غنیمت کا ڈھیر ہو گا جنگ کے خاتمہ پر امام خوب داد و دہش کریں گے۔ اس دن وہ شخص بدقسمت ہو گا جو جہاد کے اجر و ثواب اور کلب کی غنیمت سے محروم رہ جائے۔

اس معرکہ سے نمٹ کر مہدی مدینہ منورہ کا رخ کریں گے۔ روضہ

نبوی پر حاضری ہو گی اور افضل ترین مجاہدوں کا ایک بڑا لشکر ان کی امارت میں شام کی طرف روانہ ہو گا۔ یہاں مسلمانوں کی حالت دگرگوں ہو گی، ان پر حملہ کے لیے آٹھ لاکھ یورپی عیسائی دمشق کے قریب اعماق یا دابق میں پڑاؤ ڈالے ہوں گے۔ ان کے جھنڈوں کی تعداد سات یا آٹھ ہو گی مہدی کے جیالے تین حصوں میں تقسیم ہوں گے ہر ایک کا جھنڈا الگ ہو گا دشمنوں کی بہ نسبت ان کی تعداد بہت تھوڑی ہو گی عیسائی چالا کی سے مدنی لشکر کو جنگ سے ہٹانا چاہیں گے لیکن ان کے سخت رویئے سے وہ جوش میں آجائیں گے تین دن مسلسل خوں ریزی ہو گی چوتھے دن اللہ تعالٰی مہدی کو فتح سے ہمکنار کرے گا۔ سارے صلیبی مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ میلوں دور تک لاشیں پڑی ہوں گی، کچھ لوگ جان بچانے کے لیے ترکی اور بحیرۂ روم کی طرف بھاگیں گے مسلمانوں کا لشکر ان کا پیچھا کرتے ہوئے لبنان میں گھس پڑے گا بیروت کی سرزمین فاتحین کی قدم بوسی کرے گی پھر مہدی یہاں سے بحیرۂ روم کے راستے یوروپ کی طرف بڑھیں گے اٹلی کے دارالحکومت روم کو فتح کر لیا جائے گا پورے براعظم میں اسلامی فوج پھیل جائے گی۔ عیسائی شکست کھا کھا کر بھاگیں گے انہیں کہیں پناہ نہ ملے گی۔ امام واپسی میں قسطنطنیہ کا قصد کریں گے یہ بھی اس وقت صلیبیوں کے قبضہ میں ہو گا مجاہدین کے نعروں سے اس کی فصیلیں گر پڑیں گی شہر میں فوراً ہلالی پرچم لہرا دیا جائے گا، دشمن بے دست و پا ہو کر ہتھیار ڈال دیں گے مال غنیمت کا انبار ہو گا۔ حجازی فوج سب پر قبضہ کر لے گی، امام ڈھالیں بھر بھر کر اسے تقسیم کریں گے کہ اچانک دجال کی افواہ اڑے گی وہ فوراً شام کی طرف دوڑیں گے تحقیق کے لیے دس سواروں کا دستہ آگے آگے چلے گا خبر جھوٹی نکلے گی لیکن کچھ ہی عرصہ میں دجال کا خروج ہو گا وہ تمام جہاں میں گھوم کر شام کی طرف

بڑھے گا امام اس سے پہلے دمشق پہنچ جائیں گے یہیں حضرت ابن مریم کا نزول ہو گا مجاہدین نماز فجر کے لیے صفیں درست کر رہے ہوں گے اقامت کہی جا چکی ہو گی مہدی امامت کے لیے جیسے ہی تکبیر کہنا چاہیں گے دو فرشتوں کے شانوں پر ہتھیلیاں رکھے حضرت عیسیٰ مسجد کے مشرقی منارے پر اتریں گے۔ ان کے کپڑوں کا رنگ زعفرانی ہو گا ہاتھ میں جنگی حربہ ہو گا، مہدی انہیں امامت کی دعوت دیں گے۔ وہ انکار کریں گے بالآخر امام ہی نماز پڑھائیں گے۔ سلام کے بعد دونوں کی ملاقات ہو گی۔ پھر ابن مریم کے حکم سے مسجد کا دروازہ کھلوایا جائے گا، باہر دجال ہو گا۔ اس کے ساتھ ستر ہزار مسلح یہودی ہوں گے۔ اسلامی فوج بڑھ چڑھ کر حملہ کرے گی۔ حضرت عیسیٰ کو دیکھ کر دجال بھاگ کھڑا ہو گا مسیح و مہدی اس کا تعاقب کریں گے۔ موجودہ اسرائیلی ریاست کے شہر لد میں وہ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گا ابن مریم اسے اپنے نیزے سے قتل کریں گے یہودیوں میں بھگدڑ مچ جائے گی، اس وقت کوئی چیز انہیں پناہ نہیں دے سکے گی۔ شجر، حجر، اور در و دیوار تک یہودیوں کے خلاف سرگرم عمل ہوں گے اسرائیل فتح ہو گا۔ صیہونیت ہمیشہ کے لیے مٹا دی جائے گی۔

جنگ کے خاتمے پر مہدی و مسیح ان تمام علاقوں کا دورہ کریں گے جو دجال کی دست برد سے تباہ ہو چکے تھے وہاں کے باشندوں کو اجر و ثواب کی بشارت دیں گے۔ پھر دونوں بزرگوں کا تمام مقدس مقامات کا دورہ ہو گا۔ ظہور کے بعد مہدی کے سات سال عیسائیوں سے لڑنے میں خرچ ہوں گے۔ آٹھواں سال دجال کے قلع قمع میں گزر جائے گا اور نواں سال حضرت عیسیٰ کی معیت میں گزرے گا جس کے دوران امام کفار و مشرکین کے خلاف عالمی جہاد چھیڑ دیں گے۔ جزیہ موقوف ہو گا خنزیر کی جڑ مٹے گی۔ صلیب کے پرخچے اڑیں گے، کفر و شرک کا نام و نشان نہ رہے گا، ہندوستان

کے فرمانرواکو بھی گرفتار کیاجائے گاالغرض ساری دنیاکو فتح کر کے مہدی عالمی خلافت راشدہ قائم کریں گے۔

یہ دنیا کا سب سے حسین دور ہوگا، عدل وانصاف کی فراوانی ہو گی، آسمان خوب برسے گا زمین اپنے خزانے اگل دے گی، مال ودولت کے ڈھیر ہوں گے انوار وبرکات کا نزول ہوگا اسلام ہی کا سکہ چلے گا۔ مسلمان بڑے مستغنی ہوں گے منادی کی آواز گونجے گی کہ جسے مال ودولت کی ضرورت ہو وہ خلیفہ کے پاس آئے لیکن اب کوئی کھڑا نہ ہوگا زکوٰۃ وصدقات قبول کرنے والے ڈھونڈے سے نہ ملیں گے۔ الغرض پوری دنیاایک خالص اسلامی معاشرے میں تبدیل ہو جائے گی اور کفروشرک، بغض وحسد، بخل وعداوت، مکروفریب، نفاق وریاکاری اور بے دینی جیسی بیماریوں کانام ونشان تک نہ رہے گا۔ اسی سال کے اخیر میں امام مہدی کی وفات ہو گی اور ابن مریم جنازہ پڑھاکرانہیں دفن کردیں گے(۱)

مہدی وجونپوری کا تقابل وموازنہ

یہ صحیح ترین روایات کی روشنی میں ازاول تا آخر امام کے حیات وکارناموں کی ایک مکمل تفصیل ہے۔ اب اس روشن کسوٹی کو سامنے رکھ کر ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ موصوف پر مہدی کی کتنی علامتیں منطبق ہوتی ہیں؟ اور کن کن مقامات پر ان کا حیاتی خاکہ مہدویت سے انحراف کررہا ہے۔ ہم دونوں کی تقابلی جھلک نمبروار درج کرتے ہیں۔

(۱) امام مہدی کانام محمد بن عبداللہ ہے۔ جونپوری محمد بن یوسف تھے۔

(۲) امام مہدی مدینہ منورہ حجاز میں پیدا ہوں گے۔ یہ جونپور ہندوستان میں پیدا ہوئے۔

---

(۱) یہ تمام تر تفصیلات صحیح احادیث سے ماخوذ ہیں۔

(۳) امام مہدی کے ظہور سے قبل عراق و شام اور مصر کی ناکہ بندی، دریائے فرات سے سونے کے پہاڑ کا ظہور، صلیب و ہلال کا اتحاد، سفیانی کا خروج، نفس زکیہ کا قتل، شام پر عیسائیوں کی یلغار، منیٰ میں حجاج کی باہمی خوں ریزی اور والیٔ حجاز کی وفات جیسے اہم واقعات رونما ہوں گے۔ جونپوری کے دعوے سے پہلے ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

(۴) امام مہدی مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لائیں گے۔ جونپوری ہندوستان سے مکہ گئے تھے۔

(۵) امام مہدی کو ڈھونڈ کر لوگ باصرار کعبۃ اللہ میں ان کی بیعت کریں گے جونپوری نے از خود یہ دعویٰ کیا اور کسی نے ان کی بیعت نہیں کی۔

(۶) امام مہدی کا ظہور ہوتے ہی سفیانی حملہ آور ہوگا اس کا پہلا لشکر بیداء میں دھنس جائے گا جبکہ دوسرے کو امام بھاری شکست دیں گے جونپوری کے دعوے کے بعد ایسی کوئی چیز سننے میں نہیں آئی۔

(۷) شکست و خسف کی کرامت دیکھ کر شام و عراق کے علماء مہدی کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور پوری دنیا میں امام کی مہدویت کا غلغلہ بلند ہوگا جونپوری کی بیعت کے لیے شام و عراق سے کوئی نہیں آیا اور ان کی شخصیت کا بھی کسی کو پتہ نہ چل سکا۔

(۸) اس تمہیدی فتح کے بعد مہدی مکہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوں گے جونپوری مکہ سے سیدھے ہندوستان آئے تھے اور مدینہ منورہ وہ کبھی نہیں گئے۔

(۹) امام مہدی مدینہ سے ایک بھاری لشکر لیکر شام پر حملہ آور ہوں گے اور عیسائیوں کو بری طرح شکست دیں گے جونپوری کبھی شام گئے نہ کبھی ان کی عیسائیوں سے کوئی لڑائی ہوئی۔

(۱۰) امام مہدی لبنان و یورپ کو فتح کریں گے جونپوری نے زندگی بھر ان ملکوں کی صورت بھی نہیں دیکھی۔

(۱۱)امام مہدی قسطنطنیہ پر ہلالی پرچم لہرائیں گے جونپوری کو اس شہر کی زیارت کی بھی توفیق نہ ملی۔

(۱۲)مہدی کے زمانہ میں دجال نکلے گا جونپوری کے دور میں ایسا کچھ سننے میں نہیں آیا۔

(۱۳)امام مہدی کی تائید وسرپرستی کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا جونپوری کی حمایت میں آسمان سے کوئی نازل نہیں ہوا۔

(۱۴)مہدی و مسیح دجال کو قتل کر کے اسرائیل کو فتح کریں گے اور یہودیوں کا جن جن بچہ قتل کر دیا جائے گا جونپوری کی یہودیوں سے زندگی بھر کوئی جھڑپ نہیں ہوئی۔

(۱۵)امام مہدی پوری دنیا کو فتح کر کے اسلامی حکومت قائم کریں گے جونپوری سے کوئی ایک ملک بھی فتح نہ ہوا اور وہ کہیں بھی اسلامی حکومت قائم نہ کر سکے۔

(۱۶)امام مہدی ایک مقبول وہر دلعزیز شخصیت ہوں گے اور چہار دانگ عالم میں ان کا سکہ چلے گا جونپوری ایسی مبغوض شخصیت تھے جنہیں ہر جگہ سے دھتکارا گیا اور چاروں مسلک کے علماء حرمین شریفین نے کافر و مرتد قرار دے کر ان لوگوں کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیا۔

غور و فکر کی دعوت

یہ امام مہدی اور جونپوری کی ایک تقابلی جھلک اور ۱۶ مابہ الامتیاز سانحاتی کڑیاں ہیں ان کے پیش نظر ہر عقل مند انسان یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ دونوں کی شخصیت میں کوئی جوڑ ہی نہیں ہے اور مہدی و جونپوری کے درمیان بڑا بھاری فرق موجود ہے مہدویوں کو ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے کہ وہ کس مجذوب کا دامن پکڑ رہے ہیں خالی محمد نام ہونے سے

توکام نہیں چلے گا اس کے لیے بہر حال تمام شرائط درکار ہیں ورنہ محمد نامی لوگ تو ہر زمانہ میں امت میں بے شمار رہے ہیں تو کیا محض نام کی مماثلت سے ان سب کو مہدی قرار دیا جاسکتا ہے؟ اگر زیادہ نہیں شمہ برابر بھی عقل ہے تو یہی کہنا پڑے گا کہ وہ قلبی واردات کے مریض تھے۔ القاء شیطانی کو الہام ربانی سمجھ کر وہ راہ راست سے بھٹک گئے۔

سید محمد جونپوری کو گذرے ہوئے تقریباً چھ سو سال ہو چکے ہیں اس پورے عرصہ میں ان کے ماننے والے کسی نہ کسی صورت میں موجود رہے ہیں اور وہ کبھی ہندوستان سے ناپید نہیں ہوئے چنانچہ آج بھی حیدر آباد میں ان کی باقاعدہ ایک انجمن قائم ہے اور اس صدی کی ساتویں دہائی میں مرحوم عامر عثمانی سے اس کی قلمی نوک جھونک رہی ہے جبکہ انہیں کی ایک شاخ کراچی میں ذکری کے نام سے معروف ہے اس نے پاکستان میں مناسک حج ادا کر کے فتنہ پروری کا نیا ریکارڈ بنایا ہے۔ جنگ آزادی کے مشہور مقرر نواب بہادر یار جنگ مہدوی تھے اور حیدر آباد کے موجودہ لیڈر امان اللہ خاں بھی اسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

مبحث سوم

امام مہدی کا قادیانی تصوّر

مہدی کے منصب کو غصب کرنے والا تیسرا گروہ قادیانیوں کا ہے۔
اہل علم جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جہاں محدث، ملہم، آدم و نوح، ابراہیم و موسیٰ، یوسف و داؤد، سلیمان و یعقوب مریم و میکائیل، خاتم الانبیاء اور خدا ہونے کے بلند و بانگ دعوے کئے وہیں ان دعوؤں کی لمبی قطار میں ایک دعویٰ مہدی ہونے کا بھی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسیح و مہدی ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔ میں ہی مسیح موعود اور مہدی آخر الزماں ہوں۔

بشرنی وقال ان المسیح الموعود الذی یرقبونه والمهدی المسعود الذی ینتظرونه هوانت. (تذکرہ، ص:۲۵۷)

خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ مسیح و مہدی جن کا لوگ انتظار کر رہے ہیں تو ہی ہے۔

اس ذیل میں اپنے نظریات سے ٹکرانے والی احادیث کو رد کر کے وہ دونوں حضرات کے تمام تشخصات و امتیازات کی ایسی تاویلیں کرتے جاتے ہیں کہ طبیعت انہیں سننے سے اباء کرتی ہے۔ صداقت کو متلی آنے لگتی ہے اور ان کی لن ترانیوں پر ایمانی غیرت و حمیت کا یکدم لاوا ابل پڑتا ہے۔

مہدی پر ستم ڈھاتے ہوئے قادیانی صاحب نے سب سے بڑا ظلم یہ کیا ہے کہ نبوت و رسالت اور تجدید و خلافت کو گڈ مڈ کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اور امام مہدی جیسی دو الگ الگ مستقل شخصیتوں کو اپنی دریدہ دہنی سے ایک بنا ڈالا ان کی سب سے بڑی دلیل **لا مھدی الا عیسی بن مریم** ہے۔

یہ روایت ابن ماجہ میں آئی ہے۔ ابن ماجہ اعتماد و صحت کے لحاظ سے صحاح ستہ میں سب سے کمتر کتاب ہے جسے بہت زمانے تک محدثین نے صحاح کی فہرست سے الگ رکھا کیونکہ بلند پایہ محدثین کے نزدیک اس میں ایسی بہت ساری روایات موجود ہیں جن کے راویوں پر جھوٹ بولنے اور حدیثیں گڑھنے کے الزام ہیں اور وہ یقیناً موضوعات کی فہرست میں درج ہیں۔ چنانچہ مشہور محدث حافظ ابو الفضل محمد ابن طاہر مقدسی متوفی ۵۰۷ھ نے جب حسن ترتیب اور جاندار ابتدائیہ کی بنیاد پر اسے صحاح ستہ کی ہم نشینی کا شرف بخشا تو اسی وقت سے محدثین یہ تصریح کرتے آرہے ہیں یہ کتاب گرچہ اب صحاح میں شامل ہے لیکن اس کا مقام ان کتابوں میں سب سے کمتر ہے اور **ما انفرد به ابن ماجة فهو ضعيف** کہ جس کو ابن ماجہ تنہا روایت کریں وہ ضعیف ہے۔

درج بالا روایت امام ابن ماجہ کی انہیں انفرادیات میں سے ہے جسے ان کے علاوہ کوئی مقبول محدث روایت نہیں کرتا۔ اس لیے امام صنعانی، حافظ ازدی، ابو عبد اللہ حاکم، امام ابن تیمیہ، امام ذہبی، ملا علی قاری اور شیخ ناصر الدین البانی جیسے بلند مقام محدثوں کا خیال ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

اس کے برخلاف ہمارے پاس صحیح و متواتر احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے جو مہدی و عیسیٰ کی الگ الگ نشاندہی کر کے دو مستقل شخصیتوں کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔ ہم ان روایات کی روشنی میں دونوں کے حالات و امتیازات شخصیت و خد و خال اور مہد سے لحد تک ان کے حیات و کارناموں پر مفصل روشنی ڈالتے ہیں تاکہ قادیانی دسیسہ کاریوں کا پردہ چاک ہو اور ایک

روشن واثل حقیقت برق بداماں بن کران کے نشیمن کو تہ و بالا کر ڈالے۔

نام محمد، والد کا نام عبداللہ اور لقب مہدی ہوگا، اہل بیت کے خاندان سے ہوں گے، فاطمی نسبت ہوگی والد کی طرف سے حسنی اور ماں کی جانب سے حسینی ہوں گے، مدینہ میں ولادت ہوگی۔ چہرہ روشن و نورانی اور ناک بلند و ستواں ہوگی، شکل و صورت میں حضور ﷺ سے مشابہ اور اخلاق و سیرت میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرح ہوں گے۔ چالیس سال کے ہوتے ہی والی حجاز کی وفات ہو جائے گی اور جانشیں کے مسئلے پر مدینہ میں اختلاف شروع ہوگا۔ مہدی اس وقت ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوں گے۔ وہ اس اندیشے سے مدینہ سے نکل کر مکے کا رخ کریں گے کہ لوگ خلافت کی ذمہ داری کہیں ان ہی کے کاندھوں پر نہ ڈال دیں۔ یہاں اہل نظر انہیں طواف کرتے ہوئے پہچان لیں گے لیکن اس وقت ملاقات نہ ہوگی۔ چند دنوں بعد پھر ان کی تلاش ہوگی، بالآخر صلحاء قیام گاہ کا پتہ لگا لیں گے اور باصرار انہیں باہر نکال کر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان کعبۃ اللہ کے صحن میں علانیہ ظہور ہوگا چنیدہ مسلمان بادل کے ٹکڑوں کی طرح بڑی تیزی سے بیعت کے لیے پہنچیں گے۔ ان لوگوں کی تعداد اصحاب طالوت اور بدری صحابہ کی طرح تین سو تیرہ ہوگی، ان کا باہمی تعلق مثالی ہوگا وہ دین کے جاں نثار اور اس وقت کے افضل ترین مسلمان ہوں گے۔

ظہور و بیعت کی خبر مشہور ہوتے ہی مکہ پر حملے کے لیے شام سے ایک لشکر روانہ ہوگا لیکن ذوالحلیفہ پہنچ کر وہ صحراء میں دھنس جائے گا۔ یہ مہدی کی روشن کرامت ہوگی جس کی گونج پورے عالم اسلام میں سنائی دے گی او رایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ جائے گی۔ اب شام و عراق کے ابدال اور دین کے شیدائی بیعت و نصرت کے لیے مکے کی راہ لیں گے۔ اپنے لشکر کی تباہی کے بعد سفیانی خود حملہ آور

ہو گا۔اس کی ننھیال قبیلہ کلب میں ہو گی، خاندان قریش ہو گا بیشتر پیرو کار کلب ہی کے ہوں گے،وہ بڑا ظالم ہو گا بچوں کو قتل کرے گا، عورتوں کے پیٹ پھاڑے گا اور قبیلہ قیس کی لاشوں سے وادیاں بھر دے گا لیکن مہدی کے ہاتھوں اسے بھاری شکست ہو گی، عورتوں کو باندی بنالیا جائے گا،وہ دمشق روڈ پر فروخت ہوں گی،مال غنیمت کا ڈھیر ہو گا، جنگ کے خاتمہ پر امام خوب داد و دہش کریں گے۔اس دن وہ شخص بد قسمت ہو گا جو جہاد کے اجر و ثواب اور کلب کی غنیمت سے محروم رہ جائے۔

اس معرکہ سے نمٹ کر مہدی مدینہ منورہ کا رخ کریں گے،روضہ نبوی پر حاضری ہو گی اور افضل ترین مجاہدوں کا ایک بڑا لشکر ان کی امارت میں شام کی طرف روانہ ہو گا۔یہاں مسلمانوں کی حالت دگرگوں ہو گی،ان پر حملے کے لیے آٹھ لاکھ یورپی عیسائی دمشق کے قریب اعماق یا دابق میں پڑاؤ ڈالے ہوں گے،ان کے جھنڈوں کی تعداد سات یا آٹھ ہو گی مہدی کے جیالے تین حصوں میں تقسیم ہوں گے ہر ایک کا جھنڈا الگ ہو گا، دشمنوں کی بنسبت ان کی تعداد بہت تھوڑی ہو گی، عیسائی چالاکی سے مدنی لشکر کو جنگ سے ہٹانا چاہیں گے لیکن ان کے سخت رویے سے وہ جوش میں آجائیں گے، تین دن مسلسل خوں ریزی ہو گی چوتھے دن اللہ تعالی مہدی کو فتح سے ہمکنار کرے گا۔ سارے صلیبی مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ میلوں دور تک لاشیں پڑی ہوں گی، کچھ لوگ جان بچانے کے لیے ترکی اور بحیرۂ روم کی طرف بھاگیں گے مسلمانوں کا لشکر ان کا پیچھا کرتے ہوئے لبنان میں گھس پڑے گا، بیروت کی سرزمین فاتحین کی قدم بوسی کرے گی، پھر مہدی یہاں سے بحیرۂ روم کے راستے یورپ کی طرف بڑھیں، اٹلی کے دارالحکومت روم کو فتح کرلیا جائے گا، پورے براعظم میں اسلامی فوج پھیل جائے گی عیسائی شکست کھا کھا کر بھاگیں

گے، انہیں کہیں پناہ نہ ملے گی، امام واپسی میں قسطنطنیہ کا قصد کریں گے۔ یہ بھی اس وقت صلیبیوں کے قبضہ میں ہوگا، مجاہدین کے نعروں سے اس کی فصیلیں گر پڑیں گی، شہر میں فوراً ہلالی پرچم لہرادیا جائے گا، دشمن بے دست وپا ہو کر ہتھیار ڈال دیں گے۔ مال غنیمت کا انبار ہوگا۔ حجازی فوج سب پر قبضہ کرلے گی۔ امام ڈھالیں بھر بھر کر اسے تقسیم کریں گے کہ اچانک دجال کی افواہ اڑے گی وہ فوراً شام کی طرف دوڑیں گے تحقیق کے لیے دس سواروں کا دستہ آگے آگے چلے گا۔ خبر جھوٹی نکلے گی لیکن کچھ ہی عرصہ میں دجال کا خروج ہوگا۔ وہ تمام جہاں میں گھوم کر شام کی طرف بڑھے گا، امام اس سے پہلے دمشق پہنچ جائیں گے ابن مریم کا نزول ہوگا، مجاہدین نماز فجر کے لیے صفیں درست کر رہے ہوں گے، اقامت کہی جاچکی ہوگی، مہدی امامت کے لیے جیسے ہی تکبیر کہنا چاہیں گے دو فرشتوں کے شانوں پر ہتھیلیاں رکھے حضرت عیسیٰ مسجد کے مشرقی منارے پر اتریں گے، ان کے کپڑوں کا رنگ زعفرانی ہوگا، ہاتھ میں جنگی حربہ ہوگا، مہدی انہیں امامت کی دعوت دیں گے، وہ انکار کریں گے بالآخر امام ہی نماز پڑھائیں گے۔ سلام کے بعد دونوں کی ملاقات ہوگی۔ پھر ابن مریم کے حکم سے مسجد کا دروازہ کھلوایا جائے گا، باہر دجال ہوگا، اس کے ساتھ ستر ہزار مسلح یہودی ہوں گے اسلامی فوج بڑھ چڑھ کر حملہ کرے گی، حضرت عیسیٰ کو دیکھ کر دجال بھاگ کھڑا ہوگا، مسیح ومہدی اس کا تعاقب کریں گے، موجودہ اسرائیلی ریاست کے شہر لد میں وہ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگا، ابن مریم اسے اپنے نیزے سے قتل کریں گے، یہودیوں میں بھگدڑ مچ جائے گی، اس وقت کوئی چیز انہیں پناہ نہ دے سکے گی، شجر وحجر اور در ودیوار تک یہودیوں کے خلاف سرگرم عمل ہوں گے، اسرائیل فتح ہوگا صیہونیت ہمیشہ کے لیے مٹادی جائے گی۔

جنگ کے خاتمے پر مہدی و مسیح ان تمام علاقوں کا دورہ کریں گے جو دجال کی دست برد سے تباہ ہو چلے تھے وہاں کے باشندوں کو اجر و ثواب کی بشارت دیں گے پھر دونوں بزرگوں کا تمام مقدس مقامات کا دورہ ہو گا۔ ظہور کے بعد مہدی کے سات سال عیسائیوں سے لڑنے میں خرچ ہوں گے، آٹھواں سال دجال کے قلع و قمع میں گزر جائے گا اور نواں سال حضرت عیسیٰ کی معیت میں سکون سے گزرے گا۔ جس کے دوران امام کفار و مشرکین کے خلاف عالمی جہاد چھیڑ دیں گے، جزیہ موقوف ہو گا، خنزیر کی جڑ مٹے گی صلیب کے پرخچے اڑیں گے، کفر و شرک کا نام و نشان نہ رہے گا۔ ہندوستان کے فرمانروا کو بھی گرفتار کر لیا جائے گا الغرض ساری دنیا کو فتح کر کے مہدی عالمی خلافت راشدہ قائم کریں گے۔

یہ دنیا کا سب سے حسین دور ہو گا۔ عدل و انصاف کی فروانی ہو گی، آسمان خوب برسے گا زمین اپنے خزانے اگل دے گی، مال دولت کے ڈھیر ہوں گے انوار و برکات کا نزول ہو گا۔ اسلام ہی کا سکہ چلے گا، مسلمان بڑے مستغنی ہوں گے منادی کی آواز گونجے گی کہ جسے مال دولت کی ضرورت ہو وہ خلیفہ کے پاس آئے لیکن اب کوئی کھڑا نہ ہو گا، زکوٰۃ و صدقات قبول کرنے والے ڈھونڈے سے نہ ملیں گے۔ الغرض پوری دنیا ایک خالص اسلامی معاشرے میں تبدیل ہو جائے گی اور کفر و شرک بغض و حسد، بخل و عداوت، مکر و فریب نفاق و ریاکاری اور بے دینی جیسی بیماریوں کا نام و نشان تک نہ رہے گا۔ اسی سال کے اخیر میں امام مہدی کی وفات ہو گی اور ابن مریم جنازہ پڑھا کر انہیں دفن کر دیں گے (۱)

یہ ہے حضرت امام مہدی کی مکمل سوانح حیات اور شروع سے آخر تک ان کے کارناموں کا ایک مکمل چارٹ اب اسی دور کی دوسری شخصیت

---

(۱) یہ تمام تر تفصیلات صحیح احادیث سے ماخوذ ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و کارنامے ملاحظہ کیجئے۔

حضرت عیسیٰ مختصر تعارف

نام عیسیٰ، لقب مسیح، کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہے، ان کا کوئی باپ نہیں والدہ مریم ہیں۔ وہ عمران کی بیٹی اور ہارون کی بہن ہیں، ان کی عفت و عصمت مسلم ہے وہ زندگی بھر کنواری رہیں۔ ان سے بے شمار کرامتوں کا صدور ہوا۔ ایک دن فرشتے نے آکر پھونک ماری، حمل قرار پا گیا، درد زہ کے وقت بہت گھبرائیں، فرشتوں نے تسلی دی کہ اللہ نے تمہیں ایک سردار عطا کیا ہے وہ بچے کو لے کر گھر کی طرف پلٹیں، قوم نے تہمت رکھی، انہوں نے عیسیٰ کی طرف اشارہ کیا، وہ گود ہی میں بول پڑے میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اپنا رسول بنایا ہے۔

ابن مریم کا قد میانہ، رنگ سرخی مائل ہے بال چمک دار و کالے، قدرے دراز اور گھنگھریالے ہیں آپ بہت وجیہہ ہیں صحابہ میں آپ سے مشابہ حضرت عروہ بن مسعود تھے، مسیح نے برص کے مریضوں کو شفا دی۔ اندھوں کو بینا کیا، مٹی کی چڑیوں میں روح پھونکی، مردے قبروں سے اٹھ کھڑے ہوئے یہود نے اندھی دشمنی کر کے آپ کو پھانسی دینا چاہی لیکن خداوند قدوس نے ان کے نرغے سے نکال کر صحیح و سلامت آپ کو آسمان پر اٹھالیا۔

اس وقت ابن مریم آسمان پر ہیں، قیامت کے قریب وہ دجال کو قتل کرنے کے لیے دوبارہ زمین پر اتریں گے، ان کا نزول دمشق کی جامع مسجد میں ہوگا، مسلمان نماز فجر کی صفیں بنائیں گے، اقامت کہی جاچکے گی۔ امام مہدی جیسے ہی مصلی پر پہنچیں گے عین اسی وقت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے مشرقی منارے پر اتریں گے، ان کا لباس زرد رنگ کی دو چادریں ہوں گی جنہیں وہ محرم کی طرح لپیٹے ہوں گے ہاتھ

میں حربہ ہوگا بال اتنے ملائم ہوں گے گویا ابھی غسل کیا ہے، سر جھکاتے ہی موتیوں کی طرح قطرے ڈھلکیں گے، مسلمان فوراً پہچان لیں گے مسجد میں خوشی کی لہر دوڑ جائے گی مہدی پلٹ کر انہیں محراب میں آنے کی دعوت دیں گے۔ وہ یہ کہتے ہوئے انکار کریں گے کہ امت مسلمہ اللہ کے نزدیک ایک ممتاز و بلند امت ہے تم خود ایک دوسرے کے امیر ہو۔ تمہارا امام ہی آگے بڑھ کر تمہیں نماز پڑھائے مہدی پھر اصرار کریں گے حضرت عیسیٰ ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر امامت کا حکم دیں گے چنانچہ وہ امام ہوں گے حضرت عیسیٰ اقتداء کریں گے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ اب وہ نبی کی حیثیت سے دنیا میں تشریف نہیں لائے ہیں بلکہ ان کے آنے کا مقصد اس وقت صرف دجال کو قتل کرنا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر دونوں میں ملاقات ہوگی، ملت کی زبوں حالی اور دجال جیسے موضوع زیر بحث آئیں گے پھر ابن مریم کے حکم سے مسجد کا دروازہ کھولا جائے گا باہر دجال ہوگا۔ اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے جن کے پاس دودھاری تلواریں ہوں گی، مہدی کی فوج کو حملہ کرنے کا حکم ملے گا دونوں لشکر ٹکرائیں گے دجال حضرت عیسیٰ کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑا ہوگا۔ مسلمان تعاقب کریں گے بالآخر اسرائیل کے شہر لد میں اسے پکڑ لیا جائے گا اور مسیح علیہ السلام نیزے کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کردیں گے۔ یہودیوں میں بھگدڑ مچ جائے گی اس وقت کوئی چیز انہیں پناہ نہ دے سکے گی شجر و حجر اور در و دیوار تک ان کی نشاندہی کریں گے وہ ابن مریم کے سانس کی ہوا لگنے سے تڑپ تڑپ کر گریں گے یہ تاثیر تاحد نگاہ ہوگی اسرائیل فتح ہوگا اور صیہونیت ہمیشہ کے لیے مٹادی جائے گی۔

جنگ کے خاتمے پر ابن مریم مہدی کے ساتھ ان علاقوں کا دورہ کریں گے جہاں دجال نے ہلڑ مچایا ہوگا، وہاں کے باشندوں کو اجر و ثواب کی

بشارت دیں گے جزیہ موقوف ہوگا۔ تمام کفار و مشرکین کے خلاف عالمی جہاد چھیڑ دیا جائے گا۔ حجازی فوجیں ہندوستان پر بھی حملہ آور ہوں گی یہاں کے فرمانروا گرفتار کر لیے جائیں گے خنزیر سے روئے زمین کو پاک کیا جائے گا صلیب کے پرخچے اڑیں گے کفر و شرک کا نام و نشان نہ رہے گا سب قومیں ایمان لائیں گی پوری دنیا میں اسلامی حکومت قائم ہوگی تمام مذاہب بے دست وپا ہو کر دم توڑ دیں گے۔

یہ انسانی تاریخ کا سب سے حسین اور سنہرا دور ہوگا برکتوں کی بارش ہوگی بغض و حسد سے دل خالی ہوں گے۔ مال بہا بہا پھرے گا زمین اپنے خزانے اگل دے گی کیڑے مکوڑوں کا زہر جاتا رہے گا، بچے سانپ سے کھیلیں گے بھیڑیا بکریوں کی پاسبانی کرے گا چھوٹی سی بچی شیر کو بھگا دے گی۔ ہر طرف رحمت کی پھواریں ہوں گی ہر جگہ قرآن و حدیث کا غلغلہ ہوگا۔ دنیا میں کوئی مسئلہ ہی نہ رہے گا مسلمان لمبی تانیں گے اور اسلام اپنی گردن ڈال دے گا۔

تمام دنیا چین و سکون سے ہوگی اسی اثناء میں ابن مریم کو وحی کی جائے گی کہ میں ایسی مخلوق کو بھیجنے والا ہوں جس سے کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا ابن مریم تمام مسلمانوں کو لے کر کوہ طور پر قیام کریں گے سد سکندری ٹوٹ جائے گی یاجوج ماجوج کا ٹڈی دل چاروں طرف پھیل جائے گا وہ کھیتیاں برباد کریں گے دریاؤں کو پی ڈالیں گے دنیا قحط سالی میں مبتلا ہوگی کھانے کو کچھ بھی نہ ملے گا بالآخر حضرت عیسیٰ بارگاہ ایزدی میں دعاء کریں گے مسلمان آمین کہیں گے درخواست قبول کی جائے گی یکایک طاعون پھیل جائے گا یاجوج ماجوج ہلاک ہوں گے لاشوں سے زمین پٹ جائے گی باران رحمت ساری گندگی کو دھو دے گی مسیح کوہ طور سے واپس ہوں گے پھر وہی نورانی دور پلٹ آئے گا آپ فج الروحا جائیں گے حج و عمرہ

بھی کریں گے نکاح حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں ہو گا ان کی اولاد بھی ہو گی روضہ نبوی سے آپ کے سلام کا جواب ملے گا نزول کے بعد دنیا میں آپ کا قیام چالیس سال تک رہے گا اس کے بعد وفات ہو گی حجرۂ عائشہ میں دفن ہوں گے چوتھی قبر آپ ہی کی ہو گی(۱)

حضرت عیسیٰ کے بعد دنیا اپنی پرانی ڈگر پر چل نکلے گی اور خلیفہ مقعد وجہجاہ کی وفات قبض قرآن اور قیامت کی قریب تر علامات ظاہر ہوں گی اور وہ بالکل سر پر آرہے گی۔ یہ ہے مسیح موعود کی ایک مختصر سوانح حیات اور نزول سے وفات تک ان کے کارناموں کا ایک مکمل خاکہ نبوی پیشین گوئیوں کی قطار میں مہدی و مسیح اور دجال ہی وہ ممتاز شخصیتیں ہیں جن کے نام ونسب قوم وخاندان رنگ ونسل قدو قامت و حلیہ ،احوال و خصوصیات اور سیرت وشخصیت کے پورے جغرافیے پر رسول اللہ نے اتنی مفصل روشنی ڈالی ہے کہ دوسری کسی بھی پیشین گوئی سے متعلق ہمیں شریعت میں اس قسم کی تفصیلات نہیں ملتیں۔

اس کی حکمت یہی ہے کہ عہد آخر میں جب تینوں شخصیتوں کا ظہور ہو تو مذکورہ علامات کی روشنی میں امت انہیں پہچان کر ایک طرف مہدی و مسیح کی تقلید اور دجال کی جم کر مخالفت کرے اور دوسری جانب زندگی بھر ہم ان قزاقوں سے بھی بچے رہیں جو مسیح ومہدی کا روپ دھار کر پوری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں۔

یہ ہے ان دونوں بزرگوں کے سلسلے میں وارد ہونے والی نصوص کا ایک مربوط خاکہ جو مسیح ومہدی کے حالات واوصاف کی الگ الگ وضاحت کرکے ان کی دو مستقل شخصیتوں کے وجود پر دلالت کرتا ہے ظاہر ہے کہ ان مضبوط مستند اور متواتر روایات واحادیث کی موجودگی میں لا مہدی

---

(۱) یہ تمام تر تفصیلات صحیح احادیث سے ماخوذ ہیں۔

الا عیسیٰ بن مریم جیسی بے بنیاد روایت کا کوئی اعتبار نہیں اور قادیانیوں کے ہزار غل غپاڑے کے باوجود یہ حقیقت بہرحال اپنی جگہ اٹل ہے کہ حضرت عیسیٰ اور امام مہدی دو مستقل الگ الگ شخصیتیں ہیں اور ان کے یکجا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مرزائیوں سے سوالات

ان مستند روایات وتفصیلات کے بعد بھی قادیانی امت اگر غلام احمد کو ہی مسیح موعود ماننے پر مصر ہے اور ان کی شخصیت پر اسے اب بھی کوئی شبہ نہیں ہوتا تو ہم دنیا بھر کے تمام مرزائیوں سے سوال کرتے ہیں۔

کیا مرزا غلام احمد قادیانی بے باپ کی اولاد ہیں؟

کیا ان کا نام عیسیٰ اور والدہ کا نام مریم ہے؟

کیا عمران ان کے نانا اور ہارون ان کے ماموں ہیں؟

کیا ان کی ولادت شام کے دارالحکومت دمشق میں ہوئی ہے؟

کیا کبھی انہوں نے بیماروں کو شفا اور مردوں کو زندگی عطا کی ہے؟

کیا ان سے معجزات وکرامات کا صدور ہوا ہے؟

کیا وہ طبعی موت مرنے کے بجائے آسمان پر زندہ اٹھا لیے گئے تھے؟

کیا وہ دنیا میں دوبارہ جامع اموی دمشق میں اترے تھے؟

کیا انہوں نے دجال کو تہ تیغ کر کے یہودیوں کی جڑ کاٹ دی؟

کیا ان کے سانس کی ہوا سے کفار تڑپ تڑپ کر گرتے تھے؟

کیا ان کے زمانے میں صہیونیوں کے خلاف شجر، حجر اور درودیوار تک اٹھ کھڑے ہوئے تھے؟

کیا انہوں نے بغض وحسد کا خاتمہ کر کے ملت کے قلوب میں اتحاد والفت کو انڈیل دیا؟

کیاان کے عہد میں دولت کی اتنی ریل پیل ہوئی تھی کہ زکوۃ وصدقات قبول کرنے والا بھی کوئی نہ رہا ہو؟
کیاان کے ہاتھ پر پوری دنیا نے اسلام قبول کرلیا؟
کیاوہ مسلمانوں کو لے کر کوہ طور پر گئے تھے؟
کیاان کے سامنے یاجوج ماجوج کا خروج ہوا؟
کیاانہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں نکاح کیا؟
کیاوہ بحیثیت مسیح دنیامیں چالیس سال زندہ رہے؟
کیاانہوں نے مقعد نامی کسی شخص کواپنا خلیفہ بنایا؟
کیاانہوں نے صلیب توڑی اور خنزیر کو قتل کیا؟
کیاانہوں نے جہاد کر کے پوری دنیا کو فتح کرلیا؟
کیا کبھی انہیں حج کی بھی توفیق ہوئی؟
کیامرنے کے بعد وہ روضۂ نبوی میں دفن ہوئے؟

قادیانی جواب دیں

مسیح موعود ہونے کے ساتھ ہی مرزا قادیانی کو مہدی مسعود ہونے کا بھی دعویٰ ہے چنانچہ امام کے پس منظر میں پہلو بدل کر ہم ان کی امت سے پھر پوچھتے ہیں۔

کیاغلام احمد قادیانی کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی ہے؟
کیاان کانام محمد اور والد کانام عبداللہ تھا؟
کیاوہ اہل بیت کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں؟
کیاان کارنگ سرخ وسفید، ناک بلند وستواں اور چہرہ کتابی تھا؟
کیاوہ قدرے لمبے اور قوی الجثہ تھے؟
کیاخلافت کے بار گراں سے بچنے کے لیے انہوں نے کبھی مکے میں پناہ لی؟

کیاان کا ظہور حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان بیت اللہ میں ہوا تھا؟
کیا آناً فاناً ان کے ہاتھ پر مسلمانوں نے بیعت کی؟
کیاان کی شخصیت پر کسی نے اختلاف نہیں کیا؟
کیاان کے مخالفوں کے پورے لشکر کو بیداء میں دھنسادیا گیا؟
کیاانہوں نے سفیانی کے خلاف کامیاب جنگ لڑی؟
کیاشام میں جاکر انہوں نے عیسائیوں کو شکست دی؟
کیاانہوں نے یوروپ اور اٹلی کو فتح کیا؟
کیا کبھی قسطنطنیہ پر چڑھائی کی؟
کیا قادیانی لشکر نے دجال سے جہاد کیا؟
کیا تمام دنیا کو فتح کر کے انہوں نے خلافت راشدہ قائم کر دی؟
کیا یہودیت و نصرانیت اور تمام مذاہب کی جڑ مٹادی؟
کیا بحیثیت مہدی وہ صرف نو سال زندہ رہے؟

مسیح و مہدی سے متعلق ہمارے کل یہ اکتالیس سوالات ہیں۔ جن کے ضمن میں از اول تا آخر دونوں حضرات کی پوری تاریخ سمٹ آئی ہے۔اب دیکھئے قادیانی لٹریچر ان کا کیا جواب دیتا ہے۔

بے تکا جواب

مرزاجی کا نام غلام احمد، والد کا نام غلام مرتضیٰ ہے، والدہ چراغ بی بی ہیں خاندان مغل برلاس ہے، وہ پنجاب کے شہر قادیان میں پیدا ہوئے۔ ان کی شکل صورت کچھ اچھی نہ تھی، جوانی میں ادھر ادھر پھرتے تھے، کچھ دنوں سیالکوٹ کی کچہری میں بھی ملازمت کی۔ مسیح و مہدی ہونے کا دعویٰ ۴۸ سال کی عمر میں کیا اس کے بعد وہ اکیس سال زندہ رہے۔اس دوران کبھی حجاز جانا میسر نہ ہوا۔ پوری زندگی حج کیا نہ عمرے کی توفیق

ہوئی۔ پیشین گوئیاں سب غلط نکلیں، جھوٹ خوب بولتے تھے بدزبانی
مشہور تھی نصاریٰ سے بڑے قریبی روابط تھے اپنے آپ کو ان کا خود
کاشتہ پودا کہتے تھے چند مٹھی بھر لوگوں کے علاوہ کسی نے بیعت نہ کی سفیانی
بھی اس دور میں نہیں نکلا، دشمنوں کے لشکر دھنسنے کی بھی کوئی اطلاع
نہیں۔ انہوں نے دمشق پر بھی چڑھائی نہیں کی یورپ اور اٹلی بھی نہیں
گئے قسطنطنیہ کا بھی کوئی دورہ نہیں ہوا۔ دجال کا دور دور تک کوئی نشان
نہیں ملتا ان کے سانس کی ہوا سے کبھی کسی کافر کو مرتے نہ دیکھا گیا نکاح
بھی حضرت شعیبؑ کی قوم میں نہیں ہوا۔ مٹی کی چڑیوں میں کبھی روح نہیں
پھونکی، آسمان پر گئے نہ دمشق میں اترے یاجوج ماجوج سے کوئی سابقہ
نہیں پڑا۔ صلیب کا زور ٹوٹا نہ یہودیت کا بیڑہ غرق ہوا۔ افلاس مٹا نہ
دولت کی ریل پیل ہوئی محبت کے بجائے دلوں میں نفرت کی آگ بھڑکی،
جہاد کے ہمیشہ مخالف رہے کبھی کوئی اسلامی حکومت قائم نہ کی پوری زندگی
بس پنجاب ہی میں گزار دی آخر میں ہیضہ ہو گیا۔ دست و قے کرتے
کرتے دنیا سے رخصت ہوئے۔ مرنے کے بعد قادیان میں تدفین ہوئی۔

یہ ہے مرزا قادیانی کی سوانح حیات کا مکمل خاکہ!! اب قارئین فیصلہ
کریں کیا یہ جوابات صحیح اور درست ہیں؟ اور کیا ایسی صورت میں بھی کوئی
دعویٰ کرنا ممکن ہے؟ ہر شخص یہی کہے گا کہ یہ بالکل الٹا جواب ہے اور شروع
سے آخر تک نہ صرف زندگی کے ہر باب میں قادیانی صاحب مسیح و مہدی سے
الگ نظر آتے ہیں بلکہ نام و نسب، قوم و خاندان، رنگ و نسل، لباس و حلیہ، اور
حیات و کارناموں میں بھی ان کا دونوں حضرات سے کوئی جوڑ نہیں لیکن
اس کھلے تضاد کے باوجود بھی اگر کچھ لوگ انہیں مسیح و مہدی ماننے پر مصر
ہیں تو وہ یا تو کم عقل ہیں یا پھر ان کی قسمتوں میں گمراہی لکھ دی گئی ہے۔

مبحث چہارم

مہدی مولانا شمس نوید عثمانی کی نظر میں

مہدی کے تصور کو بالکل الٹ دینے والے چوتھے شخص مولانا شمس نوید عثمانی ہیں۔ یہ دیوبند کے مشہور عثمانی خانوادے کے چشم و چراغ اور وید و گرنتھوں کے ماہر تھے۔ ان کا اخلاص، ان کا تقویٰ، ان کی روحانیت، ان کی خدا ترسی، ان کی آہ و بکاء اور ان کا جذبۂ دعوت شک و شبہ سے بالاتر اپنی جگہ مسلم ہے اور انہیں خوبیوں کی بناء پر ہمارے نزدیک بھی وہ بڑی محترم شخصیت ہیں لیکن اللہ معاف فرمائے امام مہدی کے سلسلے میں تو انہوں نے حد ہی کر دی ہے اور صحابہ و تابعین، فقہاء و محدثین، علماء امت پاسبان شریعت اور تاریخ دعوت و عزیمت کے تمام بلند کرداروں سے ہٹ کر مہدی کا ایسا خطرناک تصور پیش کیا ہے جو ایک طرف تو برملا عہد رسالت کی توہین اور خلافت راشدہ کی تنقیص پر مصر ہے اور دوسری جانب موجودہ دور میں اجراء نبوت کا شوشہ چھوڑ کر وہ قادیانیت کو بھی بنیاد فراہم کر رہا ہے۔

ہفت روزہ "اخبار نو" نئی دہلی کی ۲۷/ مئی تا ۲/ جون ۱۹۸۸ء کی اشاعت میں موصوف نے اس موضوع پر ایک طویل مضمون لکھا ہے۔ اس کا عنوان ہے۔

خاتم النبیین اور امام مہدی

کیا امام مہدی کی شکل میں آپ کی روحانی بعثت ہو گی؟

یہ چونکا دینے والا عنوان ہی مہدی کی بابت ان کے نقطۂ نظر کی صریح گمراہی کا پتہ دیتا ہے اور اس کے بعد اب کسی بھی تفصیل کی ضرورت نہیں رہتی لیکن مکمل واقفیت کے لیے ہم قارئین کو اس مضمون کا تھوڑا سا مطالعہ کرانا چاہتے ہیں تاکہ وہ خود مشاہدہ کریں کہ جب کوئی شخص مآخذ شریعت اور مزاج سلف سے ہٹ کر محض ذوق اور قلبی واردات کی بنیاد پر کوئی رائے قائم کرتا ہے تو دلائل کی تلاش میں اس کے قلم سے کیسی ابوالعجوبیاں اور قیامتیں جنم لیتی ہیں۔ اب موصوف کے مضمون کی تمہید ملاحظہ کیجئے:

حضرت آدم کی بعثت کے ساتھ ہی انسان اور شیطان کی کشمکش کا دور قیامت تک کے لیے زمین پر شروع ہو گیا۔ انسان کا کام زمین پر اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا تھا اور شیطان کا کام اس مقصد حقیقی سے گمراہ کرنا۔ زمین پر جب جب اولاد آدم شیطان کے دام میں گرفتار ہوئی اللہ نے اپنے نیک بندے جو اس کے نبی اور رسول تھے پیدا فرمائے۔ انہوں نے انسانوں کو اللہ کا پیغام یاد دلایا۔ حق و باطل کی یہ کشمکش جاری رہی یہاں تک کہ زمین پر آخری رسول خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔ نبوت پر ختم کی مہر لگ چکی اب قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

ایک سوال: رسولوں کے بھیجنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے اللہ یوں فرماتا ہے (اور یہ ہم نے اس لیے کیا کہ) کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے اپنے کئے کرتوتوں کی بدولت کوئی مصیبت جب ان پر آئے تو وہ کہیں اے پروردگار! تو نے کیوں نہ ہماری طرف کوئی رسول بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور اہل ایمان میں سے ہوتے۔

پھر کچھ غیر متعلق اور بے جوڑ گفتگو کے بعد لکھتے ہیں:

اب دیکھئے حضرت محمد ﷺ کی بعثت کی جو قرآن میں غایت بیان کی گئی ہے۔ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے

ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے غالب کردے سارے بقیہ دینوں پر خواہ مشرکوں کو
کیسا ہی ناگوار ہو۔

محدود غلبۂ دین

یہ عظیم مقصد جس کو برپا کرنے کے لیے خداوند قدوس نے نبی آخر الزماںؐ
کو بھیجا تھا کیا ان کے ہاتھوں پورا ہوا؟ اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام
دینوں کو مغلوب اور اسلام کو غالب کرنے میں پورے کامیاب ہوئے؟
شمس صاحب تردید کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے بے شک یہ کام کیا کہ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کردیا
لیکن دنیا کے ایک چھوٹے سے حصے میں باقی کام دنیا میں پورا ہونا ابھی باقی ہے۔

حضور کی وفات پر صحابہ کا ایک جم غفیر موجود تھا۔ جنہوں نے قیام
دین کے لیے رسول کے اشارے پر اپنی رگ رگ کا لہو نچوڑ دیا کیا وہ بھی
اس "چھوٹی سی" سلطنت کو وسیع کرنے اور اس کے نظام کو برقرار رکھنے
میں کامیاب نہ ہوئے شمس صاحب اثبات میں جواب دیتے ہیں:

خلافت راشدہ ۱۹ سال

قرآن کریم کی آیت "آج ہم نے تمہارے لیے دین مکمل کردیا"
(مائدہ) کے نازل ہونے کے ساتھ اسلامی دستور مکمل ہو گیا اکثر روایات
کے مطابق رسول اللہ ﷺ اس کے بعد تقریباً چھ ماہ صحابہ کرام کے
درمیان رہے پھر ۲½ حضرت ابو بکر کی خلافت کا دور رہا۔ حضرت عمر نے
دس سال خلافت کی ذمہ داری سنبھالی اور اس دور میں اسلامی حکومت نے
مزید ترقی کی منزلیں طے کیں۔ حضرت عمر کی قیادت کے بعد حضرت
عثمان کا بارہ سالہ خلافت کا دور شروع ہوا۔ جس کے ابتدائی چھ سال

اسلامی حکومت کے عروج و فتوحات کے تھے اور اس کے بعد سے ہی یعنی
حضرت عثمان کے نصف دور خلافت سے ہی ایسے فتنوں نے سر اٹھانا
شروع کیا جن کو کچلا نہ جاسکا اور زوال کا دور شروع ہو گیا۔ اس وقت سے
یہ انحطاط آج تک جاری ہے۔ اسلامی نظام ان ۱۹ ار برسوں میں ہی اپنی
مکمل اور آئیڈیل شکل میں نافذ رہا پھر انحطاط شروع ہو گیا۔
اس کے بعد سے اب تک دنیا نے بہت سے باطل نظامہائے حیات کے
تجربے کیے اور ان سب کو دنیا رد کر چکی ہے بادشاہت اور مطلق العنانیت
کا تجربہ دنیا نے کیا اور پانچ سو سال میں اسے فیل کر دیا کمیونزم کو سو سال
سے بھی کم عرصے میں ناقابل عمل قرار دیدیا گیا۔ تین سو سال جمہوریت
کو فیل ہونے میں لگے............

ہمارا عقیدہ ہے کہ اسلام کے پاس دنیا کے تمام مسائل کا حل ہے
اور صرف اسلام ہی ایسا نظام حیات ہے جس کو نافذ کر کے دنیا خوش رہ
سکتی ہے لیکن اگر کوئی غیر مسلم یہ سوال کرے کہ تمام باطل نظامہائے حیات
تو اتنی لمبی لمبی عمریں گزار گئے بلکہ اب بھی گھسٹ رہے ہیں تو بتائیے
اسلامی نظام اپنی اصل شکل میں کتنے دن چلا؟ وہ نظام جو دنیا کی کامل ترین
شخصیت کے ہاتھوں لاگو ہوا کل ۱۹ سال ہی نافذ رہ سکا جب کہ صحابہ کرام کی
عظیم اکثریت حیات تھی۔ وہ صحابہ کرام جن سے بہتر جماعت اس روئے
زمین پر پیدا نہ ہو گی ان کی زندگی میں ہی یہ نظام زوال پذیر ہو گیا۔

مذکورہ بالا اقتباس میں شمس صاحب نے ایک طرف عہد رسالت میں
ہونے والی کفر کی گوشمالی اور دین کی فتوحات کو پوری امت سے ہٹ کر محدود،
جزئی اور عارضی قرار دیا اور دوسری جانب تیس سالہ خلافت راشدہ سے گیارہ سال
چھین کر تاریخ میں پہلی مرتبہ اس کے ۱۹ سالہ ہونے کا اعلان کیا۔ یہ ساری
محنت وہ اس لیے کر رہے ہیں تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ اسلام دور اول

سے آج تک اپنے مقصد میں ناکام رہا اور اسے صحیح اور مکمل شکل میں قائم کرنے کے لیے آج پھر ایک رسول کی ضرورت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

رسول کی ضرورت

زمین میں جب جب بگاڑ حد سے گزرا اور نبیوں کی تعلیمات کو لوگوں نے بھلادیا تو اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے اپنے نبی اور رسول بھیجے ذرا غور فرمایئے کہ کیا موجودہ دور سے بھی زیادہ بھیانک عالمگیر فساد اور بگاڑ بھی کسی دور میں گزرا ہے؟ پھر اس دور کو رسول کی ضرورت کیوں نہیں؟..............

....

بے شک اللہ کے آخری رسول کی آخری اور مکمل کتاب قرآن موجود اور محفوظ ہے لیکن پیغام کو پہنچانے کے لیے پیغام بر کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ کام اب امت کا ہے کیا امت اس کام کو بحسن وخوبی انجام دے رہی ہے؟..............

....

موجودہ دور کے بگاڑ اور دین کے انحطاط پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو یہ محسوس کرتے ہیں کہ عالمگیر پیمانے پر قرآن کے پیغام کو دلوں میں اتارنے کے لیے رسول کے درجہ کی روحانی قوت والی شخصیت کی ضرورت ہے اور یہی ضرورت ہمارے سامنے یہ سوال کھڑا کرتی ہے کہ اب رسول کیوں نہیں آئے گا۔ ختم نبوت کے ہمارے مسلمہ عقیدے کی وجہ سے چاہے یہ سوال ابھر کر ہمارے لاشعور سے باہر نہ آتا ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ موجودہ دور میں انسانی شعور کو نبی کی ضرورت ہے۔

فتنہ وفساد، ضلالت وگمراہی اور مادیت وخدافراموشی میں موجودہ دور تاریخ کا سب سے بھیانک اور بدترین دور ہے کیونکہ امت فریضۂ دعوت سے غافل ہے اسلامی نظام کی بساط عرصہ ہوا صرف ۱۹ سال ہی

میں لپٹ گئی۔ رسول اللہ کے ادھورے غلبۂ دین کی تکمیل بھی ہونی ہے اور بعثت انبیاء کے اسباب ووجوہات آج پھر کسی نبی کے ظہور کے متقاضی ہیں۔ دل ودماغ میں یہ غلط نظریات اتارنے کے بعد موصوف اپنے مقصد کی طرف پیش رفت کرتے ہوئے اب ہمارے سامنے ایک سوال کھڑا کرتے ہیں:

حضرت محمد ﷺ کے ہاتھوں نافذ ہونے کے بعد دنیا کے بہترین افراد کی زندگی میں ہی اتنے کم عرصہ میں جو سسٹم روبہ زوال ہوگیا۔ اسے اپنی صحیح شکل میں نافذ کرنے والا اب کون آئے گا؟

اس سوال کے ذریعہ قاری کو وہ اپنے نقطۂ نظر کی دہلیز تک لے آئے اور قریب تھا کہ اس کا واضح اور دوٹوک جواب دیں لیکن اپنے فکر وخیالات کے تفرد واجنبیت کو محسوس کرکے انہیں یہاں معاً یہ خیال آیا کہ ابھی قاری اس موٹی بدعت کو ہضم نہ کرسکے گا اور اس ضمن میں اسے اسلاف کے موقف کی یاد آئے گی۔ جس میں اس انوکھے تصور کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس تضاد کو دیکھ کر ممکن ہے وہ اس شخصی اور انوکھی رائے کو ٹھکرادے۔ یہی سوچ کر موصوف نے یہاں بے محل تجدید دین اور انکار مہدی کی بحث چھیڑی ہے تاکہ قدیم موقف کو بھول کر انکار وتسلیم کی کشمکش میں پھنسا یہ قاری جب تسلی بخش جواب کی تلاش میں نکلے تو اس کے سامنے ایک مرتب جذباتی نظریہ پیش کردیا جائے۔ نتیجتاً وہ سادہ لوح اسے نادر تحقیق اور عظیم انکشاف ہی نہیں بلکہ شہد کا ایک گھونٹ سمجھ کر فوراً پی لے گا اور اسلاف کا موقف داستان پارینہ بن جائیگا۔ چنانچہ تمام بحث کرنے کے بعد پلٹ کر اس سوال کا وہ جواب دیتے ہیں۔

مہدی خود حضور ﷺ ہوں گے

یہ اتنا غیر اہم مسئلہ نہیں ہے! ہمیں منہ چھپانے کے بجائے سوچنا

پڑے گا کہ المہدی علیہ الرضوان جیسی عظیم الشان شخصیت کون ہوسکتی ہے جن کا نام محمد ہے جن کے والد کا نام عبداللہ ہے جن کی تمام صفات باطنی ۔ رسول آخر الزماں کی صفات ہیں۔ جن پر ایمان لانا واجب ہے جن کے فیضان سے حضرت عیسیٰ دجال کو قتل کریں گے جن کو خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الارض والسماء کہا گیا جن کی صفات و فتوحات نہ صرف حضرت ابو بکر و عمر سے بڑھ کر ہیں بلکہ حضرت آدم و دیگر انبیاء پر بھی بازی لے گئی ہیں رحمۃ للعالمین کی صفات کے لیے تمام عالم پر حکمرانی کے لیے یہ کون آرہا ہے؟ دوبارہ غور فرمایئے! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آنے والا ہے۔ رسالت کی ضرورت باقی ہے۔ اسلامی نظام جسے حضرت محمد نے اس وقت قائم کیا تھا وہ ایک مثالی نظام ہوتے ہوئے بھی دنیا کے بہترین انسانوں کی جماعت صحابہ کرام کی زندگی میں ہی روبہ زوال ہو گیا وہ اسلامی نظام حکومت صرف ایک ملک عرب پر ہی نہیں چوتھائی دنیا پر نہیں پوری دنیا پر حضرت مہدی علیہ الرضوان کی امامت میں قائم ہو گا کیا اب بھی حضرت امام مہدی کی شخصیت واضح طور پر سامنے نہیں آجاتی ہے۔

لیجئے قصہ تمام ہوا اور لمبی تحقیق و جستجو کے بعد جو امام مہدی کی حقیقت کھلی تو وہ کوئی اور نہیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ یہی وہ راز تھا جس کا قرآن میں کوئی پتہ ہے نہ حدیث میں کوئی اشارہ اور نہ ہی اس کی بابت صحابہ سے کوئی ایک لفظ منقول ہے۔ اس کے برعکس صحابہ و تابعین، مفسرین و محدثین صوفیاء و مجددین، علماء و فقہاء اور قرون اولی سے آج تک جنم لینے والے تمام علم و عمل کے پہاڑ اسی "وہم" میں مبتلا رہے کہ مہدی محض ایک خلیفہ راشد اور مجدد امت ہیں۔ انہیں کبھی یہ توفیق نہ ہوئی کہ رازوں کے پٹارے کو کھول کر ذرا بھیدوں کی دنیا کی بھی تو سیر کرتے تا کہ شیعوں کی

طرح وہ بھی "اسرار ومعموں" پر مشتمل اسلام کے خفیہ ایڈیشن سے کچھ تو واقف ہوتے اور یہ حقیقت آج نہیں چودہ صدیاں پہلے ہی کھل جاتی۔ آہ وفغاں کے بعد ہم تو آخر میں یہی سوچ کر دل کو تسلی دیتے ہیں کہ ازل میں جس راز کی گرہیں جناب کے ہاتھوں کھلنا مقدر تھیں بھلا متقدمین ومتاخرین اس راز کو چھیڑ کر کیا اپنی عاقبت برباد کرتے!؟

مہدی کے قالب میں محمدی روح

مہدی و محمد کے یکجا ہونے کے بعد اب یہ سوال کھڑا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے دنیا میں دوبارہ ظہور کی کیفیت کیا ہوگی؟ کیا جسم وروح دونوں محمدی ہوں گے یا مہدی کے قالب میں روح محمدی جلوہ گر ہوکر آئے گی؟ شمس صاحب جواب دیتے ہیں۔

حیات النبی کے عقیدے پر تو پوری امت کا اجماع ہے لیکن دوبارہ واپسی؟ دراصل حضرت مہدی کے جسمانی وجود میں تشریف لانے کے تصور کی وجہ سے ہی یہ عقدہ آج تک حل نہ ہوسکا لیکن اگر یہ حضرت مہدی کی آمد جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے تو اتنی دقت نہیں پیش آئے گی۔

اس گفتگو سے بظاہر یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ موصوف صرف روحانی رجعت کے قائل ہیں جسمانی واپسی کے نہیں لیکن آگے چل کر ان کی ایک عبارت جسمانی واپسی کی طرف بھی مبہم سا اشارہ کر رہی ہے۔

"اس وقت روحانی بدن ہوگا"

پہلے صرف روح محمدی تھی اب بدن اطہر بھی شامل ہو گیا۔ روح الگ بدن الگ چیز ہے۔ دونوں کا مجموعہ یہ روحانی بدن آخر کیا ہے؟ یقیناً یہ ایسی پہیلی ہے جسے دنیا کا کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں۔ ان مبہم اور پیچیدہ اصطلاحوں میں نظریئے کی ہولناکی کو چھپانے کی کوشش کی گئی ہے

ورنہ وہ در حقیقت مہدی کے جسم میں حضور کی روحانی مکمل واپسی کے قائل ہیں۔ چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں۔

اس دور میں یہ حقیقت تمام مسلمانوں پر واضح ہو چکی ہو گی کہ مہدی کون ہے اور رسول پاک کا جسم اطہر روحانی قالب اختیار کرنے کے بعد اب قبر مبارک میں موجود ہونے کے بجائے سارے عالم میں بر سر کار ہے۔

جب قبر سے حضور ﷺ کا جسم بھی نکل آیا تو اب روحانی بعثت کے کوئی معنی نہیں رہ جاتے اور اس صورت میں "روحانی بدن" اور "روحانی قالب" جیسی خود ساختہ پیچیدہ اور ناقابل فہم اصطلاحوں کا سہارا لینا محض فکرو شعور کو تسلی دینا ہے۔ ان کا مجموعی موقف یہی ہے کہ وہ قرب قیامت میں حضور کی روح کی مہدی کے جسم میں واپسی کے قائل اور اسی کو وہ کبھی روحانی بعثت اور کبھی روحانی بدن سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس مقام پر آکر مہدی کے سلسلے میں ان کا نقطۂ نظر پوری طرح واضح ہو جاتا ہے اور اب مزید کسی تفصیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہم ان کے فکر ودلائل کو چھیڑنے سے پہلے نمبروار ان کے عقائد درج کرتے ہیں پھر قرآن وحدیث اور اجماع امت کی روشنی میں بالترتیب ان کا بھرپور تجزیہ کریں گے۔ مذکورہ اقتباسات سے درج ذیل نتائج بر آمد ہوتے ہیں۔

پانچ بنیادیں

(۱) عہد رسالت میں جو دین کا غلبہ ہوا وہ محدود جزئی اور عارضی تھا اس کا ان قرآن آیات سے کوئی جوڑ نہیں جن میں خداوند قدوس نے تمام باطل ادیان کی سر کوبی اور دین محمدی کی سر بلندی کا وعدہ فرمایا تھا۔

(۲) خلافت راشدہ صرف ۱۹ سال چلی اور دنیا اس سے پھر کبھی آشنا نہیں ہوئی

(۳) موجودہ دور دنیا کی تاریخ کا سب سے تاریک دور ہے اور انسانی شعور کو

در حقیقت آج نبی کی ضرورت ہے۔

(۴) حضور کی بعثت کے دو دور ہیں۔ایک چودہ سو سال پہلے گزر گیا وہ جزئی، نامکمل اور محدود دور تھا جب کہ دوسرا قیامت کے قریب ہوگا۔وہ پہلے سے کئی گنا فائق مکمل اور شاندار دور ہوگا۔

(۵) امام مہدی اور محمد ﷺ ایک ہی شخصیت کے دو مختلف نام ہیں اور مہدی ہی کے جسم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے قریب اپنی قبر سے نکل کر روحانی طور پر دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔

مندرجہ بالا عقائد میں پہلے تین عقیدوں کا گرچہ ہمارے موضوع سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ان کی تردید کے لیے ہم نے قلم سنبھالا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سردست تھوڑی بہت اصولی گفتگو ہم ان موضوعات پر بھی کرتے چلیں کیونکہ ایک طرف تو شمس صاحب ہی نے انہیں اپنے غلط نظریئے کی تمہید و بنیاد بنایا ہے اور دوسری جانب سیکولر و دین بیزار لوگ انہیں اشکالات کے سہارے سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات کی تخم ریزی کرتے رہتے ہیں

پہلی تنقیح

ظہور اسلام سے قبل چھٹی صدی عیسوی میں دنیا کی قیادت چار بڑے مذاہب کے ہاتھوں میں تھی اور وہی اس وقت نوع انسانی کے امام و پیشوا سمجھے جاتے تھے ان میں پہلا مذہب یہودیت تھا جو اپنی قدامت، بناوٹی دینداری، ظاہری رکھ رکھاؤ اور رنگ و نسل کی بنیاد پر ایک ممتاز دین تھا اور اپنے گرد متعصب روایتی دینداروں کا خاص حلقہ رکھتا تھا دوسرا مذہب نصرانیت تھا جو اپنی زندگی کی چھ صدیاں گزار کر اتنا طاقتور و مضبوط ہو رہا تھا کہ یوروپ و ایشیا کا بہت بڑا رقبہ اس کی گرفت میں تھا اور عظیم رومی سلطنت کئی صدیاں

پیشتر اسے اپنا سرکاری مذہب قرار دے چکی تھی تیسرا مجوسیت و آتش پرستی تھا جو وسیع و عریض ایران کو مسحور کر کے عراق، یمن، بحرین اور خلیج عربی تک گھس آیا تھا وہ بھی اپنی وسعت و دولت، طاقت و قوت اور حکومت و سلطنت میں رومیوں کی ٹکر کا حریف اور بلا شرکت غیرے دنیا کی قیادت کا دعویدار تھا۔ چوتھا مذہب شرک و بت پرستی تھا۔ یہ متعدد قوموں اور وسط ایشیا کا ایسا ہمہ گیر دین تھا جو مختلف ملکوں کو زیر کر کے جزیرۃ العرب ہی نہیں بلکہ دین ابراہیمی کی آماجگاہ اور توحید کے مرکز کعبۃ اللہ کے صحن میں بھی اپنی فتح کے جھنڈے گاڑ چکا تھا۔

یہی حالات تھے جب مکہ کی پہاڑیوں سے ہدایت کا سورج نمودار ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر باطل کے خلاف توحید کا ایک زوردار آوازہ لگایا۔ بت پرستوں کی بستی میں یہ ایک نامانوس آواز تھی جس کی طرف شروع میں بہت ہی کم لوگ آئے اور اکثر اس کی مخالفت پر تل گئے لیکن حضور ﷺ نے صبر و استقامت کے ساتھ اپنا دعوتی مشن جاری رکھا اور پندرہ سال کے قلیل عرصہ میں ایک مضبوط جماعت تیار کر کے باطل کو مٹانے اور دین کی سربلندی کا ایک طوفانی سلسلہ شروع کیا۔ ابتداء میں شرک سے مڈبھیڑ ہوئی۔ جس میں بت پرستوں پر کاری ضربیں لگائی گئیں۔ اسی دوران یہودیت پر بھی حملے ہوئے اور کئی سال کی معرکہ آرائی کے بعد ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ نے جزیرۃ العرب سے یہودیوں کو مار بھگایا اور دوسری جانب شرک و بت پرستی کے قلعے کو ڈھا کر ۸ھ میں کعبہ پر بھی ہلالی پرچم لہرا دیا۔

شرک و یہودیت کو پچھاڑنے کے بعد آپ نے عیسائی دنیا کا رخ کیا۔ غزوۂ تبوک اسی کا پیش خیمہ تھا۔ جس کے ذریعہ نصرانیت کو مٹانے کی بنیاد ڈال کر آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے وفات نبوی کے بعد زمام خلافت

صدیق اکبر کے ہاتھ آئی جنہوں نے شمع محمدی کے پروانوں میں اعلاء کلمۃ اللہ کی ایسی روح پھونکی کہ انہوں نے نہ صرف فتنہ ارتداد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا بلکہ روم وایران کے محلوں میں نماز پڑھنے کے لیے صحابہ نے دین کے نشہ میں مدہوش ہو کر دیوانہ وار قیصر و کسریٰ کے دروازے جا کھٹکھٹائے۔

عیسائیت و مجوسیت گرچہ ان کے قدموں کی دھمک ہی سے لرز گئی تھیں اور ان کے لیے اس ناگہانی آفت کا مقابلہ آسان نہ تھا۔ لیکن اپنی سلطنت کو بچانے کے لیے انہیں بالآخر میدان میں آنا پڑا۔ ایمان و کفر ٹکرائے، ہلال وصلیب سے چنگاریاں نکلیں اور شرک و یہودیت کی طرح نصرانیت و مجوسیت نے دور فاروقی میں تھک ہار کر اسلام کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے چنانچہ ادھر بیت المقدس پر دین محمدی کا پھریرا لہرایا اور ادھر کسریٰ کے فلک بوس قلعے صحابہ کی آذانوں سے گونج اٹھے۔

یہودیت اور بت پرستی کے بعد عیسائیت و آتش پرستی کے ان مرکزوں کے ڈھیر ہوتے ہی باطل کی گوشمالی اور دین کی سربلندی کا خدائی وعدہ پورا ہوا اور مسلمان دنیا کے امام بن گئے پھر ان چاروں مذاہب کے قدیم اثرات کو زائل کرنے اور اسلامی حکومت کی توسیع کے لیے بعد کے زمانوں میں بھی مسلمانوں نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور خلافت عثمانی، خلافت علوی اور دور بنی امیہ کے اختتام پر جب اسلامی تاریخ میں بنو عباس نے قدم رکھا تو عالم اسلام کی وسعت کا حال یہ تھا کہ ایک عباسی خلیفہ ہارون رشید نے بادل کے ٹکڑے کو دیکھ کر کہا۔

امطری حیث شئت فسیاتینی خراجك

جہاں چاہے برس جا تیرا اخراج تو میرے ہی پاس آئے گا۔

بنو عباس کے بعد سلجوقیوں اور عثمانی ترکوں کی قیادت میں فتوحات کا یہ سیل رواں امڈتا رہا اور ایشیا کے میدان، افریقہ کے ریگزار اور یورپ کے

گرجاو کلیسا ہی نہیں سمندر و ثریا بھی ہمارے حجازی نغموں سے گونج اٹھے۔

آیت میں تمام مذاہب پر غلبہ کا وعدہ تھا دنیا کی ایک ایک انچ زمین پر قبضہ کا نہیں چنانچہ شرک و یہودیت کو تو رسول اللہ ﷺ نے خود مغلوب کیا۔ عیسائیت و مجوسیت کو صحابہ و تابعین نے زیر کر دیا اور ان تمام مذاہب کی پروردہ قوموں پر قرون اولی سے دور حاضر تک امت برابر فتح پاتی رہی۔ نتیجتاً غلبہ و شوکت میں تمام قوموں نے ان کا لوہا مانا اور مسلسل دس بارہ صدیوں تک بلا شرکت غیرے مسلمان پوری دنیا کے امام رہے۔

ایک سوال

اس مقام پر آکر ہم مولانا شمس نوید عثمانی سے پوچھتے ہیں کہ ادیان باطلہ کی گوشمالی اور کلمہ کی بلندی کیا صرف حضور کی زندگی تک محدود تھیں؟

کیا صحابہ و تابعین کی فتوحات غلبۂ دین میں داخل نہیں؟

کیا خلافت راشدہ سے جہاد افغانستان تک ہونے والی فتح مندیاں غلبہ دین کی تشریح و تطبیق نہیں؟

کیا یہ تمام سربلندیاں اعلاء کلمۃ اللہ کی عملی تفسیر نہیں؟

کیا خلافت راشدہ سے خلافت عثمانیہ تک کفر کی رسوائی اور دین کی سرخروئی کا سہرا حضور کے سر نہیں جاتا؟

کیا امت کی فتوحات کو رسول کی ذات سے الگ کیا جا سکتا ہے؟

کیا مقصد بعثت حضور کے ہاتھوں پورا نہ ہوا؟

کیا سید الانبیاء بھی غلبۂ دین کی تکمیل میں ناکام رہے؟

یہ سوالات ثابت کرتے ہیں کہ یہ نظریہ دین سے بدگمانی اور رسول اللہ کی تنقیص و اہانت پر مبنی ہے کیونکہ قرن اول سے آج تک امت کا بالاتفاق یہ عقیدہ رہا ہے کہ خداوند قدوس نے بعثت محمدی کے ساتھ جو

کفر کی رسوائی اور دین کی سرخ روئی کا وعدہ فرمایا تھا وہ عہد رسالت اور عہد خلافت ہی میں پورا کر دکھایا اور بعد کی صدیوں میں امت کے ہاتھوں ہونے والی تمام فتوحات اسی غلبۂ دین کی کڑیاں اور اسی اعلاء کلمۃ اللہ کا تسلسل ہیں برصغیر کے مشہور و معروف عالم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اسی مسلم موقف کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں(۱)

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا۔ایک ہزار سال کے قریب اسلام کی شان وشوکت پوری دنیا پر چھائی رہی۔

اب تمام مذاہب کو مغلوب کرنے اور دو تہائی دنیا میں دین کی عظمت کے جھنڈے گاڑنے کے باوجود غلبۂ دین متحقق نہیں ہوتا اور ہماری تاریخ اب بھی انحطاط وزوال کی تاریخ ٹھہرتی ہے تو ہم شمس صاحب سے پوچھتے ہیں کہ پھر عروج وغلبہ آخر کس چیز کا نام ہے؟

دوسری تنقیح

دوسرا نظریہ خلافت راشدہ کی تفریق وتنقیص ہے۔ان کا کہنا ہے کہ وصال کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ صرف انیس سال رہی اور عثمانی وعلوی دور حکومت کے آخری گیارہ سال اس نظام میں شامل نہیں۔حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مدت کی بابت ارشاد فرمایا۔

خلافة النبوة ثلاثون سنة.

میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی۔

برصغیر کے معروف عالم دین شمس العلماء حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اللہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر یہ بات منکشف کردی گئی تھی کہ

---

(۱) معارف القرآن ج:۴، ص:۲۶۳، مطبوعہ ربانی بکڈپو دہلی۔

آپ کی امت میں آپکے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ یعنی ممکن حد تک آپ کے اصول اور طور طریقوں کے ساتھ نظام حکومت صرف ۳۰ سال چلے گا۔ اس کے بعد بس بادشاہی اور حکمرانی کا دور آجائے گا......

چنانچہ ایسا ہی ہوا........... حضور کی وفات کے ٹھیک تیسویں سال حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ آپ کے بعد آپ کے بڑے صاجزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے جانشین اور خلیفہ ہوئے لیکن انہوں نے چند ہی مہینے بعد مسلمانوں کی خانہ جنگی ختم کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ایک پیشین گوئی کے مطابق حضرت معاویہ سے صلح کرلی اور ان کے حق میں خلافت سے دست بردار ہوگئے۔ حضرت حسن کی خلافت کے یہ چند مہینے اگر شامل کرلیے جائیں تو پورے تیس سال ہوجاتے ہیں۔ خلافت علی منہاج النبوۃ اور خلافت راشدہ جس کو اس حدیث میں "خلافۃ النبوۃ" کہا گیا ہے بس ان تیس سالوں تک رہی ـــــ اس کے بعد طور طریقوں میں تبدیلی کا عمل شروع ہوگیا اور شدہ شدہ خلافت علی منہاج النبوہ کی جگہ بادشاہت کا رنگ آگیا۔

آنحضرت ﷺ کی دوسری پیشین گوئیوں کی طرح یہ حدیث بھی رسول اللہ ﷺ کا معجزہ اور آپ کی نبوت کی دلیل ہے آپ کی وفات کے بعد جو کچھ ہونے والا تھا جس کے علم کا کوئی ظاہری ذریعہ نہیں تھا آپ نے اس کی اطلاع دی اور وہی وقوع میں آیا۔ ظاہر ہے کہ آپ کو اس کا علم اللہ تعالی کی وحی کے ہی ذریعہ ہوا تھا۔

(معارف الحدیث، ج:۷، ص:۲۴۴)

قرون اولی سے آج تک تمام شارحین حدیث سے فرمان رسالت کا یہی مفہوم منقول ہے اور وہ تاریخ کے ہر دور میں یہی کہتے رہے ہیں کہ وفات نبوی کے بعد حضور کا یہ جملہ امر واقعہ بن کر ظاہر ہوا اور

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حسن نے پوری آب و تاب کے ساتھ متواتر تیس سال تک اس نظام کو نبوی طرز پر باقی رکھا اور اس میں معمولی سا بال بھی نہ پڑنے دیا ــــــ ان کے حق میں حدیث رسول کی اسی صداقت اور مکمل عملی نیابت ہی کی بنیاد پر منشاء نبوی کے مطابق پوری امت نے انہیں خلفاء راشدین اور ان کی حکومت کو خلافت راشدہ قرار دیا ــــــ یہ وہ مسلم عقیدہ ہے جس پر متقدمین و متاخرین علماء ہی نہیں امت کا ہر صحیح الفکر شخص دل کی گہرائیوں سے ایمان رکھتا ہے۔ اور کسی بھی سنجیدہ فرد نے مسلسل چودہ صدیوں تک اس موقف سے ہٹنے کی جرأت نہیں کی۔

حیرت کا مقام ہے کہ ارشاد نبوت، اجماع امت اور تاریخ کی اٹل حقیقت سے آنکھیں موند کر شمس صاحب نے بلا جھجک خلافت میں کٹوتی کر ڈالی اور خلفاء راشدین سے گیارہ سال چھینتے ہوئے ان کا قلم ذرا نہ کانپا۔ کف افسوس ملتے ہوئے ہم ان سے پوچھتے ہیں کیا خلافت کی مدت کے بارے میں نعوذ باللہ حضور نے غلط خبر دی تھی؟

کیا آخری چھ سال میں حضرت عثمانؓ تانا شاہیت پر اتر آئے تھے؟

کیا خلفاء راشدین میں حضرت علی کا سرے سے کوئی شمار ہی نہیں ہوتا؟

کیا علوی دور حکومت ملوکیت و بادشاہت کا آغاز تھی؟

کیا فرمان رسالت کے مطابق خلافت کو ۳۰ سال قرار دے کر پوری امت نے فاش غلطی کی ہے؟

کیا حدیث رسول کو جھٹلانا اہل ایمان کا شیوہ ہے؟

کیا اجماع امت سے خروج گمراہی کی علامت نہیں؟

یہ سوالات ثابت کرتے ہیں کہ یہ نظریہ غلط اور بالکل باطل ہے اور اس کا دینی مزاج سے قطعا کوئی تعلق نہیں!!

تیسری تنقیح

ان کی تیسری غلطی خلافت راشدہ سے غیر اسلامی نظاموں کا تقابل ہے۔ آج کل عموماً لوگ اسی سطحیت میں مبتلا ہیں کہ اسلامی نظام صرف تیس سال تک محدود ہے اور شہنشاہیت، جمہوریت اور کمیونزم اپنی عمر کے کئی کئی سیکڑے پار کر چکے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل خلاف ہے۔

اسلامی نظام کا غیر اسلامی نظاموں سے تقابل

صحیح صورت حال یہ ہے کہ شروع میں ہر نظام نظریہ و فکر، اصول و قوانین اور نصب العین پر مشتمل ایک مخصوص لائحہ عمل ہوتا ہے جس کے نفاذ پر ظلم کے استیصال، عدل و انصاف کے قیام اور ایسے صحت مند معاشرے کا وجود ممکن نظر آتا ہے جس میں ہر فرد کو جہاں زندگی کی بنیادی سہولیات مہیا اور برابر کے حقوق حاصل ہوں وہیں وہ اپنی زندگی پر مطمئن، نظام حکومت سے خوش اور ارباب اقتدار کے ساتھ پورا تعاون کرتا ہو۔

دنیا کا ہر نظام اسی وعدے اور نعرے سے اپنے سفر کا آغاز کرتا ہے۔ لیکن اس کی حکومت کے قیام کے بعد بھی جب حالات میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور مسائل کی گتھی سلجھنے کے بجائے الجھتی ہی چلی جاتی ہے تو ارباب حل و عقد عوام کی تسلی کے لیے عموماً یہ تاویل کیا کرتے ہیں کہ حالات کی خرابی کی وجہ نظام کی خرابی نہیں بلکہ شروع میں اس کا مکمل نفاذ نہ ہونا ہے۔ جب ہم عبوری دور کو طے کر کے اس کو من و عن نافذ کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے تو اس وقت ہی دستور کا وعدہ پورا ہو گا اور فتح و کامرانی ہمارے قدم چومے گی۔

اسی امید و آرزو میں ہر نظام خون پی پی کر گھسٹ رہا ہے اور منزل ہے کہ دور ہی ہوتی جاتی ہے۔ جمہوریت جس کی عمر تین سو سال بتائی جاتی

ہے۔ اور جسے آج کی آوارہ دنیا نے سب سے سپر نظام قرار دیا ہے۔ اس کے تمام دانشور و مفکرین اس بات پر متفق ہیں کہ معیاری جمہوریت روئے زمین پر کبھی قائم نہیں ہوئی(۱) وہ آج بھی صرف کتابوں تک محدود ہے۔ کمیونزم واشتراکیت پر یقین رکھنے والے سوویت یونین کے زوال سے پہلے ہی برملا اعتراف کرتے تھے کہ ہم ابھی عبوری دور میں ہیں۔ اس معیاری دور تک پہنچنے کے لیے اب بھی ایک لمبا عرصہ درکار ہے جب کہ ریاست ہی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ چوہتر سالہ طویل عمر میں بھی اسے معیاری دور نصیب نہ ہوا اور صرف بربادی کی تاریخ چھوڑ کر وہ دنیا سے رخصت ہوا۔ یہی سرمایہ دارانہ نظام کا حشر ہوا۔ اس کے قوانین اصول و نظریات بھی وعدوں کی تکمیل میں بری طرح ناکام رہے اور وہ اقتصادی بحران کی اب ایسی علامت بن چکا ہے کہ اس کے شیدائی خود اب اس میں تبدیلی کرتے جا رہے ہیں۔ امریکہ اس کی زندہ مثال ہے جہاں حقوق تلفی، اقتصادی بحران، لوٹ مار، ڈاکہ زنی آبرو ریزی اور تمام بد معاشیوں کا ایک سیلاب آیا ہوا ہے۔

مختصر یہ کہ دنیا کے تمام نظام سہانے خوابوں سے شروع ہوئے آگ خون کے جنگل سے گزرے اور تمام مواقع کے باوجود اپنے عملی نفاذ میں بری طرح ناکام رہے۔ تاریخ کی یہ کھلی شہادتیں ان کے ناقابل عمل اور غیر فطری ہونے کا واضح اعلان ہیں۔

اسلامی نظام کا امتیاز

ان کے برخلاف اب اسلامی نظام کا جائزہ لیجئے۔ اس کے قیام میں نہ تو عبوری دور گزارنا پڑا۔ نہ اس کے اصول و نظریات میں کبھی کوئی تبدیلی

(۱) جمہوری ملکوں میں حقوق تو کیا جان مال بھی محفوظ نہیں اور انسانوں کی قدر و قیمت یہاں جانور سے کم ہے۔

ہوئی نہ حکومت کے لیے اشتراکیت و جمہوریت اور شہنشاہیت کی طرح اس نے آگ و خون کا طوفان اٹھایا بلکہ مدینہ پہنچ کر پہلے ہی دن رسول اللہ ﷺ نے اسے مکمل و معیاری شکل میں قائم فرمادیا اور اس کے نفاذ میں قانونی و سماجی کوئی ادنیٰ رکاوٹ بھی پیش نہیں آئی۔ تاریخ کا یہ واقعہ اس کے فطری ہونے کا ثبوت ہے۔

وفات نبوی کے بعد بھی یہ نظام جوں کا توں قائم رہا اور ہمارے خلفاء راشدین نے اس میں کوئی ہلکا سا بال بھی نہ پڑنے دیا۔ اس طرح پہلے مرحلے میں اس کا آئیڈیل و معیاری دور چالیس سال تک پہنچتا ہے۔ پھر خلافت راشدہ کے بعد بھی بحیثیت نظام اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اگر کچھ تغیر ہوا تو وہ یہ تھا کہ پہلے خلیفہ کا انتخاب ممتاز اہل علم وفضل کرتے تھے اب اس طریقے کو چھوڑ کر اس میں نامزدگی کا انداز اختیار کر لیا گیا۔ یہ اصول انتخاب کا تغیر تو کہا جاسکتا ہے نظام کی تبدیلی ہرگز نہیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہمارے آخری امیر خلیفہ عبدالحمید تک اموی، عباسی اور عثمانیوں کے تمام ادوار میں تیرہ صدیوں تک یہی نظام عالم اسلام میں قائم رہا اور امت مسلمہ نے غیروں کے نظاموں کو کبھی اپنے قریب تک نہ پھٹکنے دیا۔

خلفاء کی انفرادی زندگی پر تو ہم انگلی رکھ سکتے ہیں اور خلافت کے شیدائیوں کو اس سلسلے میں بہت کچھ کہنے کی گنجائش ہے کہ انہوں نے بعض مواقع پر خالص دنیادار ہونے کا ثبوت دیا لیکن یہ بہر حال حقیقت ہے کہ ہزار کوتاہیوں کے باوجود مسلمانوں نے اسلامی نظام قائم رکھا اور طریقۂ انتخاب کو چھوڑ کر وہ بڑی حد تک ہر زمانہ میں جوں کا توں باقی رہا۔ ہر دور میں ان کا سرکاری مذہب اسلام تھا۔ دستور قرآن وحدیث تھے۔ قانون فقہ اسلامی تھا۔ علماء امیر و قاضی تھے۔ مسجدیں زندگی کا محور تھیں۔ مدرسوں سے امراء تیار ہوتے تھے۔ اصلاحی مجلسیں قائم تھیں۔ درس

کے حلقے جمتے تھے۔ ائمہ کی اطاعت کی جاتی تھیں عوام سمع وطاعت سے آشنا تھے بیعت کی سنت زندہ تھی۔ قضا کا نظام موجود تھا جہاد وفتوحات جاری تھیں۔ باطل کے ابطال کا سبق یاد تھا۔ دین کی سربلندی مقصد تھا۔ امر بالمعروف ہوتا تھا نہی عن المنکر کا عام رواج باقی تھا۔ اقتصادیت سود سے پاک تھی۔ تعلیم خالص اسلامی تھی، مرد وزن کا بالکل اختلاط نہ تھا شرعی پردہ قائم تھا۔ اسلامی حدود کا باقاعدہ اجراء ہوتا تھا شراب وقمار پر پابندی تھی منہیات کا ارتکاب قانونی جرم تھا، زکوۃ کا اجتماعی نظام موجود تھا۔ بیت المال کی سنت زندہ تھی اور "انتخاب" کو مستثنیٰ کر کے شروع سے آخر تک اسلامی نظام کا ڈھانچہ بڑی حد تک وہی رہا اور اس میں کبھی کوئی بنیادی تبدیلی نہ ہو سکی۔

پھر دور علوی وحسنی کے بعد خلافت راشدہ کا یکسر خاتمہ ہی نہیں ہوگیا کہ تاریخ میں اس کا وجود ہی ناپید ہو بلکہ اس کے بعد بھی وہ مختلف خطوں اور مختلف زمانوں میں اپنے نورانی جلوے دکھاتی رہی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عمر بن عبدالعزیز، سلطان نورالدین زنگی سلطان صلاح الدین ایوبی، محی الدین اورنگ زیب اور سید احمد شہید وغیرہ اسی سلسلے کی مشہور واقعاتی کڑیاں ہیں جنہوں نے نظام حکومت کو نبوی طرز پر قائم کر کے اسلامی تاریخ کا رخ پوری طرح خیر القرون کی طرف پھیر دیا۔

روشن حقائق

اسلامی وغیر اسلامی نظاموں کا یہ تقابلی مطالعہ ہمیں درج ذیل حقائق تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

(۱) غیر اسلامی نظاموں کو حکومت قائم کرنے میں برسہا برس تک انتظار کرنا پڑا۔ اسلام نے یہ کرشمہ صرف تیرہ سال میں کر دکھایا۔

(۲) اقتدار و حکومت کے لیے انہوں نے آبادیوں کو کھنڈر میں تبدیل کر کے لاکھوں انسانوں کا خون بہایا جبکہ اسلامی نظام کے قیام میں بنی آدم کے خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہا۔

(۳) تمام نظاموں کے استحکام میں بے شمار انسانوں کا لہو کھپا اسلامی نظام کی توسیع میں کام آنے والے مخالفین کی تعداد انکے عشر عشیر کے برابر بھی نہیں۔

(۴) یہ نظام ناقص اور ادھورے قائم ہوئے۔ اسلامی نظام پہلے ہی دن سے مکمل و معیاری شکل میں نافذ ہوا۔

(۵) تمام نظام اپنے آئیڈیل و معیاری دور کے قریب بھی نہ پہنچ سکے اور عبوری دور ہی میں چل بسے جبکہ اسلام نے عہد رسالت، عہد خلافت اور دیگر خلفاء کے زمانوں میں اپنی معیاری شکل کی ایک صدی تاریخ میں درج کی اور وہ عبوری دور سے قطعاً نا آشنا رہا۔

(۶) ان نظاموں کی ناقص و ادھوری شکلیں بھی دو تین صدیوں سے زیادہ نہیں چلیں جبکہ اسلامی نظام اپنی سکنڈ پوزیشن میں بھی چودہ صدیوں تک قائم رہا اور وہ آج بھی حجاز مقدس اور سوڈان میں قائم ہے جبکہ افغانستان میں تو اسلامی نظام پر خلافت راشدہ کا رنگ چڑھ گیا ہے۔

(۷) ان نظاموں کے تمام اندازے غلط ثابت ہوئے جبکہ اسلامی نظام کے نتائج سو فیصد درست نکلے اور وہ آج بھی جن ملکوں میں قائم ہے وہاں امن واطمینان کی فراوانی اور جرائم کی شرح صفر سے نیچے ہے۔

ان حقائق و واقعات کو دیکھتے ہوئے ہر شخص کو ماننا پڑے گا کہ دیگر نظاموں کا اسلام سے کوئی مقابلہ ہی نہیں اور اسے تیس سال میں سمیٹنے کی کوشش صد فیصد غلط اور باطل ہے دنیا کا کوئی نظام آج بھی وسعت و طوالت میں اس کی گرد کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ وہ اپنی آئیڈیل و معیاری شکل کے تقریباً سو سال تاریخ میں ریکارڈ کر چکا ہے جبکہ دوسرے نظام ایسا ایک لمحہ

پیش کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ اس لیے معیاری تقابل کا تو سوال ہی نہیں اٹھتا رہ جاتی ہیں غیر معیاری شکلیں تو اس صورت میں بھی ان تمام نظاموں کا مجموعی دور آٹھ سو(۱) سال سے آگے نہیں بڑھتا اس کے بالمقابل اسلامی نظام اپنے دعوے کے ثبوت میں چودہ صدیوں کو لا کھڑا کرتا ہے اس لیے رونے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں ہم آج بھی ان تمام نظاموں سے ۹ سو سال آگے ہیں۔

چوتھی تنقیح

ان کا چوتھا عقیدہ حضور کے بعد بھی نبوت کی ضرورت کو تسلیم کرنا ہے۔ یہ اتنا خطرناک رجحان ہے جس کی قیامتوں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مسیحیت کے بعد قادیانی بھی نبوت کی اسی ضرورت ہی سے تو اپنا سفر شروع کرتے ہیں جو ہر دور میں جھوٹے مدعیان رسالت کی سب سے مضبوط دلیل رہی ہے۔ چنانچہ مرزائی لٹریچر کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ دور حاضر میں نبوت و رسالت کی ضرورت پر قادیانیوں نے کیسے کیسے فلسفے پیش کئے ہیں۔ یہ نظریہ ان کو بنیاد فراہم کر کے عقیدہ ختم نبوت میں بھی نقب لگا سکتا ہے۔ اس لیے "فکر کی غلطی" کو واضح کرنے کے لیے ہم یہاں چند مقدمات قائم کرتے ہیں۔

بعثت انبیاء کا پس منظر

تاریخ نبوت و رسالت پر غائرانہ نظر ڈالنے سے یہ بات واضح طور سے ہمارے سامنے آتی ہے کہ انبیاء کی بعثت چار مخصوص حالات میں ہوئی ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ قوم میں سرے سے کوئی رسول ہی نہ آیا ہو

---

(۱) شمس صاحب کے حساب کے مطابق۔

دوسری یہ کہ نبی تو مبعوث ہوا لیکن اس کی تعلیمات میں ایسی تحریف کر دی گئی کہ اصل حقیقت کو دریافت کرنا ناممکن و محال ہو گیا۔ تیسری شکل یہ کہ نبی کی نصرت واعانت کے لیے ایک دوسرا رسول بھیجا گیا اور چوتھی قسم یہ ہے کہ مخصوص قوم اور محدود زمانوں سے اوپر اٹھ کر دنیا میں ایسا عالمی نبی آئے جو دین کی تکمیل کے ساتھ بیک وقت پوری انسانی برادری سے خطاب کرے اور اپنے بعد اتنی جامع مکمل اور ابدی شریعت چھوڑے کہ پھر دنیا کو قیامت تک کسی رسول و نبی کی ضرورت ہی نہ رہے۔

پہلی صورت کا تعلق حضرت آدم و نوح سے ہے دوسری کی مثال موسیٰ و عیسیٰ جیسے بنی اسرائیل کے تمام انبیاء ہیں۔ تیسری شکل کا مصداق حضرت ہارون ہیں اور چوتھی صورت محمد ﷺ پر منطبق ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ کی بعثت کے بعد انسانیت کی یہ آخری ضرورت بھی پوری ہو چکی اور عقل و نقل کی رو سے اب قیامت تک کسی نئے رسول کی حاجت و گنجائش نہ رہی۔

نبوت کے ساتھ ضرورت کا خاتمہ یہی اسلامی عقیدہ ہے جس کی پشت پر قرآن کی سو آیتیں حضور کی دو سو حدیثیں اور اجماع امت کی کروڑوں شہادتیں موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام، تابعین عظام، محدثین و مفسرین، علماء و فقہاء اور قرن اول سے آج تک اسلام کی آغوش میں پلنے والے تمام علم و عمل کے پہاڑ بڑی مضبوطی سے اس عقیدے کو چمٹے رہے اور ہماری چودہ سو سالہ طویل تاریخ میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں گزرا جس نے اس موقف سے ہٹ کر آئندہ "نبوت کی ضرورت" کا شوشہ چھوڑا ہو۔

(۱) اب ہم شمس صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا رسالت محمدی بانجھ ہو گئی جس کی وجہ سے نئے رسول کی ضرورت ہے؟

(۲) کیا اسلام نے اپنی روحانی قوت کے سرچشموں کو گم کر دیا ہے؟

(۳) کیا تجدید و اصلاح کا وعدہ نبوی جھوٹا ثابت ہو گیا؟

(۴) جب چودہ صدیوں تک قرآن وحدیث نے کفایت کی تو آج وہ اپنا کردار ادا کرنے سے کیوں عاجز ہیں؟

(۵) کیا "ضرورت نبوت" کے فلسفہ کے بعد ختم نبوت کا عقیدہ بچ سکتا ہے؟

(۶) جب نبوت ختم ہو گئی تو اس کی ضرورت کیوں رہی؟

(۷) اگر اس کی ضرورت باقی تھی تو وہ ختم کیوں ہوئی؟

(۸) کسی ضروری چیز کو ختم کر کے بنی آدم کو اس سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دینا کیا حکمت ایزدی کو زیب دیتا ہے؟

یہ سوالات ثابت کرتے ہیں کہ یہ نظریہ غلط اور بالکل باطل ہے اور قرآن وحدیث اور اجماع امت کی موجودگی میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

پانچویں تنقیح

ان کا پانچواں عقیدہ رسالت محمدی کے دو دور ماننا ہے ان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے دو دور ہیں۔ ایک چودہ سو سال پہلے گزر گیا۔ وہ محدود اور نامکمل تھا دوسرا قیامت کے قریب امام مہدی کے روپ میں ہو گا۔ وہ پہلے دور سے فائق اور شاندار ہو گا چنانچہ اس کا عنوان اس طرح قائم کرتے ہیں۔

"دو دور بالکل واضح"

پھر مزید زور لگا کر کہتے ہیں۔

"قرآن کریم میں آپ کی رسالت کے دو دور کے ثبوت بھرے پڑے ہیں"

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

قرآن آپ کے دو ادوار کے ذکر سے بھرا پڑا ہے۔

اس ذیل میں موصوف نے چند آیات متعدد احادیث اور کچھ آثار سے استدلال کیا ہے ہم یہ تمام دلائل من وعن درج کرتے ہیں تاکہ قارئین

بھی دلیل سازی کے ان کرامات و معجزوں کا دیدار کر سکیں کہ اجماع امت سے ہٹ کر کس غیر ذمہ داری کے ساتھ انہوں نے قرآن و حدیث میں اپنے خیالات کی آمیزش کی ہے۔

پہلی دلیل

ان الذی فرض علیك القرآن لرادك الی معاد

جس خدا نے آپ پر قرآن (کے احکام پر عمل اور اس کی تبلیغ) کو فرض کیا ہے۔ وہ آپ کو (آپ کے) اصلی وطن (یعنی مکہ) میں پھر پہنچائے گا۔

آیت کا پس منظر و شان نزول کیا ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے تفسیر کے مشہور امام حضرت مقاتل فرماتے ہیں کہ ہجرت کے موقعہ پر غار ثور سے نکل کر رسول اللہ ﷺ نے غیر معروف راستے سے مدینہ کا سفر کیا۔ جب آپ جحفہ کے مقام پر پہنچے تو مکہ مکرمہ کے راستے پر نظر پڑی۔ اس جگہ آپ کو بیت اللہ اور محبوب وطن کی یاد آئی۔ چنانچہ جبریل امین اسی موقعہ پر یہ آیت لے کر نازل ہوئے کہ کفار کی چیرہ دستیوں سے مجبور ہو کر اگر آج آپ کو مبارک وطن چھوڑنا پڑا ہے تو نبوت و قرآن کی دولت سے سرفراز کرنے والا طاقت و غلبہ کے ساتھ آپ کو دوبارہ اسی مقدس سرزمین میں پہنچادے گا۔

مکہ مکرمہ کے علاوہ ”معاد“ کی تشریح میں حضرات مفسرین سے کچھ دوسرے اقوال بھی مروی ہیں جن میں موت، آخرت، جنت اور سرزمین شام کا ہمیں خصوصی تذکرہ ملتا ہے۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر ان اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ معاد کی تفسیر میں بیک وقت تمام معنی درست ہیں۔ یہاں پہلے مکہ مکرمہ مراد لیا جائے۔ پھر موت کیونکہ فتح مکہ ہی وفات نبوی کا اعلان ہے تیسرے نمبر پر سرزمین شام۔ احادیث رسول کے مطابق میدان محشر یہیں

برپا ہوگا اور آخر میں جنت وہ ہی آخری منزل ہے تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے آپ کو شاندار طریقہ سے مکہ مکرمہ لوٹایا جائے گا۔ اس کے بعد وفات ہوگی پھر میدان محشر میں جو شام میں ہوگا لایا جائے گا اور آخیر میں جنت کے سب سے اعلیٰ مقام میں آپ رونق افروز ہوں گے۔

دوسرے اقوال بھی گرچہ منقول ہیں لیکن امام المفسرین حضرت ابن عباس پہلے قول کی تائید کرتے ہیں جو صحیح بخار میں موجود ہے چنانچہ شاہ عبدالقادر، شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شبیر احمد عثمانی اور بیشتر مفسرین نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ مفتی شفیع صاحب بھی اسی کی توثیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

معاد سے مراد مکہ مکرمہ ہے جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت ابن عباس سے یہ تفسیر منقول ہے............اس آیت میں آپ کو دوبارہ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ واپسی کی بشارت اس عنوان سے دی گئی ہے جس ذات حق نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے۔ آپ کو دشمنوں پر غالب کرکے دوبارہ مکہ مکرمہ لوٹا دے گا۔

محض آٹھ سال کے عرصہ میں یہ وعدہ پورا ہوا اور خداوند قدوس نے کفار ومشرکین کو مغلوب کرکے آپ کو فاتحانہ مکہ میں داخل فرمایا۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اس صورت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی قصہ فرعون اور اس کی قوم کی دشمنی اور اس سے خوف کا پھر اپنے فضل سے انکو قوم فرعون پر غالب کرنے کا ذکر فرمایا ہے تو آخر سورت میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے ہی حالات کا خلاصہ بیان فرمایا ہے کہ کفار مکہ نے آپ کو پریشان کیا۔ قتل کے منصوبے بنائے مسلمانوں کی زندگی مکہ میں اجیرن کردی مگر حق تعالیٰ نے اپنی عادت قدیم کے مطابق

آپ کو سب پر فتح اور غلبہ نصیب فرمایا اور مکہ مکرمہ جہاں سے کفار نے آپ کو نکالا تھا وہ پھر مکمل طور سے آپ کے قبضہ میں آیا۔

(معارف القرآن..............................)

یہ ہے آیت کا پس منظر اس کا راجح و حقیقی مطلب اور علماء تفسیر کے نزدیک تاریخ کی اٹل صداقت جس میں صرف فتح مکہ جنت اور وفات کی طرف اشارہ ہے۔ رجعت نبوی اور دور ثانی کا یہاں دور دور تک کوئی تذکرہ نہیں لیکن شمس صاحب کی جرأت دیکھئے کیا فرماتے ہیں۔

جس خدا نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے۔ وہ آپ کو یقیناً "معاد" کی طرف لوٹائے گا۔ آپ کہہ دیجئے میرا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت کے ساتھ (مہدی؟) آیا ہے اور کون صریح گمراہی میں مبتلا ہے (کون جھوٹے مہدی ہیں؟)

مندرجہ بالا آیت میں "معاد" لفظ کے مفسرین نے مختلف معنی مراد لیے ہیں جنہوں نے فتح مکہ پر اس آیت کا انطباق کیا ہے انہوں نے معاد سے مراد مکہ لیا ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کو مکہ پر غلبے کے ساتھ لوٹائے گا۔ معاد کے لفظی معنی ہیں آخری کنارہ یا لوٹنے کی جگہ، ان دونوں معنی کے ساتھ اس آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپ کا پروردگار آپ کو وقت کے آخری کنارے کے قریب (یعنی قرب قیامت کے دور میں) واپس لوٹائے گا۔

تجزیئے کی کسوٹی پر

بین القوسین مفہوم کی انہوں نے یہاں کوئی دلیل نہیں دی۔ اس کی بنیاد صرف ان کا مخصوص ذوق و وجدان ہے جو حدیث نبوی کے مطابق "تفسیر بالرائے" اور ایک ناقابل تلافی جرم ہے۔ یہ دونوں الفاظ تاریخ نبوت

ورسالت کے مرکزی عنوان ہیں جن کا قرآن میں جابجا تذکرہ آیا ہے اگر "ہدی" کا ترجمہ سچا مہدی اور "ضلال" کا مطلب جھوٹے مہدی ہیں تو پھر پورا قرآن باطل ہو جائے گا اور انبیاء کی جگہ اس میں جھوٹے و سچے مہدیوں کی کہانیاں ہی نظر آئیں گی۔

اسی طرح "معاد" سے رجعت اور دور ثانی مراد لینا بھی دراصل ایک غیر ذمہ دارانہ مذاق کا نتیجہ ہے۔ مفسرین سے یہاں جو تشریحات منقول ہیں وہ تاویل سے پاک بالکل فطری اور قرآنی الفاظ و اسلوب کا تقاضا ہیں۔ اب ان سے ہٹ کر ایک نیا مفہوم تراشنا متقدمین و متاخرین کی قرآن فہمی کو چیلنج کرنا ہے کہ جو مطلب وہ چودہ صدیوں تک نہ سمجھ سکے وہ پندرہویں صدی میں آکر آج ہماری سمجھ میں آرہا ہے۔ یہ انفرادیت و شذوذ ہی انحراف کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

پھر استدلال کی اگر یہی گرم بازاری ہے کہ تفسیری مآخذ سے قطع نظر جو چاہا آیتوں سے سمجھ لیا تو اسی کی بنیاد پر کل کو قادیانی بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ "ہدیٰ" کے معنی غلام احمد "ضلال" کا مطلب علماء اسلام اور "معاد" سے قادیان کی طرف اشارہ ہے یعنی مسیح موعود کی شکل میں حضور ﷺ کی قادیان میں "ظلی بعثت" ہوگی اور علماء اس کی مخالفت کریں گے اب روحانی بعثت کے قائل کس دلیل سے ظلی بعثت کا رد کریں گے؟ اس آزادی کی فضا میں قرآن سے تردید تو ممکن نہیں۔ انہیں زیر کرنے کے لیے لامحالہ سنت رسول، علماء کی تشریحات اور امت کے اجماعی موقف کا حوالہ دینا پڑے گا اور یہ چیز ظلی بعثت سے پہلے روحانی بعثت کی بنیادیں ہلا دے گی۔ کیونکہ ظلی اور روحانی میں کوئی خاص فرق نہیں۔ دونوں ہی اجراء نبوت کے بدترین جرم کے مرتکب ہیں۔

اسی طرح ہم شمس صاحب کے مفہوم کا جائزہ لیتے ہیں۔ پوری امت

کے نزدیک تفسیر کے مآخذ یہ ہیں قرآن وحدیث، اقوال صحابہ و تابعین اور تاریخ ولغت اوران کی روشنی میں صحابہ و تابعین کے منہاج کے مطابق تدبر واستنباط ـــــــ قرآن صرف انہیں اصولوں سے سمجھا جاسکتا ہے ان سے ہٹ کر کسی آیت کاالگ مفہوم تراشنا "تفسیر بالرائے" ہے جو بلاشبہ حرام ہے۔اب شمس صاحب بتائیں کہ یہ نظریہ انہوں نے تفسیر کے کس سرچشمہ سے لیاہے۔ مندرجہ بالا مآخذ تواس سے یکسر خالی ہیں۔کسی مصنف کے یہاں بھی اس کاکوئی تذکرہ نہیں اور اسلامی تاریخ کا تمام ترلٹریچر بھی اس کے وجود سے پاک ہے۔ پھر یکایک یہ نظریہ کہاں سے ابل پڑا؟ یقیناً وہ ذوق ووجدان ہی کا کرشمہ ہے جو تفسیر کی دنیامیں ایساعظیم گناہ ہے جس سے فوراً توبہ کرناضروری ہے۔

دوسری دلیل

یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب کما بدانا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین .ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکران الارض یرثھا عبادی الصالحون ان ھذالبلغاً لقوم عابدین .وما ارسلنک الا رحمة للعلمین.

وہ دن بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم آسمان کواس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے مضامین کا کاغذ لپیٹ دیاجاتاہے۔ہم نے جس طرح ہر چیز کو پہلی بار پیداکیااسی طرح اس کودوبارہ پیداکردیں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے ہم اس کوضرور پوراکریں گے ہم نے نصیحت کے بعد زبور میں لکھ دیاہے کہ زمین (جنت) کے مالک ہمارے نیک بندے ہوں گے۔ بیشک قرآن میں پیغام ہے ان لوگوں کے لیے جو بندگی کرتے ہیں اور آپ کو ہم نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بناکر بھیجاہے۔

مندرجہ بالا آیت میں قیامت کی کیفیت، بعث بعد الموت اور حساب و کتاب کے بعد جنت کے مستحقین کا تذکرہ ہے قرآن نے اور بھی سینکڑوں مقامات پر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا ذکر کیا ہے اور یہ انذار و تخویف ہی قرآنی دعوت کی بنیاد ہے۔ حیات بعد الممات تمام انسانوں کو عطا ہوگی وہ کسی فرد واحد کی خصوصیت نہیں یہ ہے آیت کا وہ متواتر مفہوم جو قرن اول سے آج تک ہمارے مفسرین سمجھتے رہے ہیں لیکن اب شمس صاحب کی ہمت دیکھئے کہ دور ثانی کے جوش میں وہ عمومی بعثت کو کس طرح حضور ﷺ تک محدود کر رہے ہیں۔

جس طرح قرآن کی آیت کا اطلاق مختلف زمانوں میں مختلف معاملات پر ہوتا ہے اس طرح مندرجہ بالا آیت کا ایک مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے پہلے پیدا کیا تھا اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ لیکن یہ مطلب لینے میں مفسرین کو "زمین" کا ترجمہ جنت کی زمین کرنا پڑتا ہے۔ اگر یہی زمین مراد ہے تو ان آیات کا اطلاق تخلیق اول کی واپسی پر ہوتا ہے اور آیت کریمہ "ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے" بھی اسی مفہوم کی تشریح کرتی ہے۔

دو غلطیاں

موصوف نے یہاں اصولاً دو غلطیاں کی ہیں پہلی غلطی دونوں آیتوں کے مفہوم کو باہم گڈمڈ کرنا ہے وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ تمام انسانوں کے دوبارہ زندہ ہونے کا مفہوم جب ہی صحیح ہو سکتا ہے جب کہ یہاں "ارض" سے جنت مراد لی جائے حالانکہ یہ خیال ہی سرے سے غلط ہے دونوں درحقیقت الگ الگ آیتیں ہیں پہلی آیت میں قیامت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا تذکرہ ہے اور دوسری آیت ان لوگوں کا پتہ دیتی ہے جو حساب و کتاب کے

بعد بالآخر جنت کے مستحق ہوں گے اس لیے ایک کے مفہوم کو دوسرے پر موقوف کرنا صحیح نہیں اب اسی آیت کے ابتدائی ٹکڑوں پر دوبارہ نظر ڈالئے۔

وہ دن بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ہم آسمان کو کاغذوں کی طرح لپیٹ دیں گے اور جس طرح ہم نے پہلے پیدا کیا اسی طرح مخلوق کو دوبارہ پیدا کریں گے یہ ہمارا وعدہ ہے اسے ہم پورا کر کے رہیں گے۔

اس عبارت کو دیکھ کر معمولی عقل رکھنے والا شخص بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ یہاں گفتگو کس موضوع پر ہو رہی ہے اور آیت کا کیا مطلب ہے۔ ظاہر ہے اس کا تعلق صرف قیامت سے ہے اس سے دور ثانی پر استدلال کرنا تفسیر بالرائے اور قرآن پر ظلم ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ یہاں اگر دور آخر میں حضور کی دنیا میں واپسی مراد ہے تو آیت میں مذکور آسمانوں کو لپیٹ کر رکھ دینے کا پھر کیا مطلب ہے؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوبارہ تشریف آوری سے پہلے آسمانوں کو اوپر سے ہٹا دیا جائے گا؟؟ شاید اسی سوال سے بچنے کے لیے یہاں آیت کے ابتدائی حصے کو انہوں نے نقل کرنے کی زحمت نہیں کی ہے۔

ان کی دوسری غلطی "ارض" سے جنت مراد لینے کو مستبعد سمجھنا ہے۔ حالانکہ یہ زبور۔ قرآن اور تاریخ سے صریح ناواقفیت ہے۔ ہم اس سلسلے میں چار مقدمات قائم کرتے ہیں۔

میراث فی الارض کا مفہوم

(۱) میراث فی الارض کے بارے میں قرآن نے زبور کا حوالہ دیا ہے چنانچہ اس کے باب نمبر ۳۷ میں یہ تذکرہ مفصل موجود ہے۔ جس میں یہ بھی صراحت کی گئی ہے کہ یہ وراثت دائمی اور ابدی ہوگی اور نیکوکار بندے اسمیں ہمیشہ رہیں گے۔ ظاہر ہے دائمی وراثت اور ابدی سکونت صرف جنت ہی میں

ممکن ہے یہاں اس کا کوئی امکان نہیں۔

(۲)"ارض" سے جنت مراد لینا مفسرین کی مجبوری نہیں بلکہ یہ خود قرآنی دلائل و شواہد کا تقاضا ہے چنانچہ بعض دوسرے مقامات پر بھی اس نے جنت کو "ارض" کہہ کر پکارا ہے۔ سورۂ زمر کی آخری آیت اس کی واضح دلیل ہے۔ اس میں تصریح ہے کہ قیامت کے دن تمام متقیوں کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔ جب وہ پہنچیں گے تو بڑے اہتمام سے جنت کا دروازہ کھلے گا اور داروغہ کہے گا تم پر سلامتی ہو تمہیں مبارک ہو جاؤ اور ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤ ـــــــ اس موقعہ پر جنتی فرحت و تشکر میں مدہوش ہو کر کہیں گے۔

الحمدلله الذی صدقنا وعده واورثنا الارض نتبوأ من الجنة حیث نشاء.

اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور ہم کو اس سرزمین کا وارث بنایا ہم جہاں چاہیں جنت میں قیام کریں۔

سورہ حج کی آیت میں محض وعدہ کا ذکر تھا اور مندرجہ بالا آیت میں اس کی تکمیل کی وضاحت ہے دونوں جگہ "ارض" ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس طرح یہ آیت پہلی آیت کا تتمہ و نتیجہ اور اس کی واقعاتی تفسیر ہے یہاں سیاق و سباق سے مجبور ہو کر خود شمس صاحب کو بھی "ارض" کا ترجمہ جنت ہی کرنا پڑے گا ورنہ آیت بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ اس لیے دونوں جگہ ارض کا ترجمہ جنت ہی صحیح ہے اور اسے مفسرین کی کوئی مجبوری سمجھنا قرآنی آیات سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

(۳) اگر جنت کے بجائے "ارض" سے یہ دنیا مراد لی جائے تو تاریخ کا تسلسل خود اس موقف کی تردید کرتا ہے کیونکہ نیکوں کی بنسبت دنیا میں زیادہ تر غلبہ و اقتدار کفار و فجار ہی کا رہا ہے اور یہاں صالحین کو غلبہ تو کیا ملتا

بسااوقات انبیاء اور رسولوں تک کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اور فرعون و نمرود قیصر و کسری اور امریکہ و روس جیسے خدائی کے دعویداروں نے ہر دور میں دنیا پر ناجائز قبضہ جمایا ہے۔

تاریخ کے یہ مسلم واقعات خود اس بات کی دلیل ہیں کہ دارالامتحان ہونے کی وجہ سے یہاں کافر و مسلم دونوں کا غلبہ قبضہ ہو سکتا ہے لیکن آخرت کی میراث و فتح صرف مسلمانوں کے لیے خاص ہے اگر یہ الٰہی سنت نہ ہوتی تو کفار و مشرکین ایک انچ زمین پر بھی دنیا میں قبضہ نہ کر پاتے۔ اس لیے تاریخ و واقعات کی رو سے بھی یہ نظریہ غلط اور بالکل باطل ہے۔

(۴) اگر "ارض" سے یہی زمین مراد لینے پر اصرار ہے تب بھی ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ آیت میں صرف نیک بندوں کا تذکرہ ہے خود رسول اللہ ﷺ کا نہیں اس لیے آپ کی دوبارہ واپسی کی ضرورت ہی کیا ہے روم و ایران کی طرح باقی دنیا کو بھی آپ کے امتی فتح کر لیں گے۔

ان مقدمات و تمہید سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ شمس صاحب نے آیت کو دلیل بنانے میں نہایت غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ ان کا موقف سراسر ذوق و وجدان کی دین ہے اور اس کی کوئی بھی عقلی و نقلی دلیل تفسیری مآخذ میں موجود نہیں ہے اس لیے یہ خیال غلط ہے اور اس سلسلہ میں متقدمین و متاخرین کی رائے ہی صحیح و برحق ہے۔

تیسری دلیل

وللاخرة خیرلك من الاولی

سورۂ "الضحی" مکی دور کی بالکل ابتدائی سورت ہے اس کے نزول کا پس منظر دو واقعوں پر مبنی ہے جو غالباً ساتھ ساتھ پیش آئے تھے۔ پہلا واقعہ یہ تھا کہ حضور ایک مرتبہ ایسے شدید بیمار ہوئے کہ اپنے

معمول کے مطابق ان دنوں شب بیداری نہ کر سکے اس پر ایک کافرہ نے کہا کہ محمد کو شاید ان کے شیطان نے چھوڑ دیا ہے جبھی وہ کئی دنوں سے خاموش ہیں دوسرا یہ کہ وہ زمانہ فترۃ الوحی کا تھا۔ خدائی حکمتوں کے پیش نظر کچھ دنوں کے لیے وحی روک دی گئی تھی اس پر آپ بے حد مغموم ورنجیدہ ہوئے اور دوسری طرف مشرکین نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ خداوند قدوس محمد سے ناراض ہو گیا اور ان سے نبوت ورسالت چھین لی گئی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ کفار ومشرکین کا پروپیگنڈہ غلط ہے چڑھتے دن اور تاریک رات کی قسم تمہارے رب نے تم کو چھوڑا اور نہ وہ تم سے ناراض ہے۔ اور آخرت میں اتنی نعمتیں نصیب فرمائے گا کہ آپ اس سے راضی اور مطمئن ہو جائیں گے۔ اس کے بعد تین نعمتوں اور تین حکموں کا تذکرہ ہے اور سورت ختم ہو جاتی ہے۔

صحیح ترین روایات ہمیں سورت کا یہی پس منظر بتاتی ہیں اور بیشتر مفسرین اس آیت سے آخرت ودنیا کا یہی مفہوم لیتے ہیں جبکہ بعض حضرات نے آخرت سے مدنی دور اور اولی سے مکی دور بھی مراد لیا ہے اور بس اس کے علاوہ مزید کسی انقلابی انکشاف کا یہاں کوئی تذکرہ نہیں ملتا لیکن شمس صاحب کی سنئے وہ کیا فرماتے ہیں۔

> اوپر بیان کردہ احادیث و آیات کی روشنی میں اولی اور آخرہ سے مراد دور اول اور دور ثانی ہو گا۔

پہلی دلیل کے ضمن میں ہم بتا چکے ہیں کہ قرآنی آیات کا مفہوم صرف وہی معتبر ہو گا جو براہ راست ماخذ تفسیر سے مستنبط ہو اور ان اصولوں سے ہٹ کر جو بھی تاویل کی جائے گی ماضی کی طرح آج بھی امت اسے تفسیر بالرائے قرار دے کر پوری طرح ٹھکرا دے گی۔ اب دیکھئے اولین ماخذ قرآن وحدیث میں اس مفہوم کا کہیں پتہ نہیں، صحابہ وتابعین بھی اس سے

بالکل ناآشنا ہیں اور ٹمس صاحب کے بقول علماءامت بھی ایک ہزار سال تک اس راز کو نہ پاسکے رہ جاتے ہیں لغت و تدبر تو وہ اس صورت میں ہی دلیل و حجت بنتے ہیں جب کہ اولین مآخذ میں کوئی راہنمائی نہ ہو اور مسئلہ خالص لغوی واستنباطی ہو۔ یہاں صورت حال بالکل مختلف ہے مسئلہ لغوی نہیں شرعی ہے۔اس میں قرآن وحدیث کی واضح تشریحات موجود ہیں، صحابہ وتابعین سے بھی تفسیری اقوال مروی ہیں، علماءامت اس کا ایک مفہوم متعین کر چکے ہیں اور تاریخ سے بھی یہی شہادت ملتی ہے اب ان تمام مآخذ کو نظرانداز کر کے ایک نیا مفہوم تراشنا دراصل یہ ثابت کرتا ہے کہ مفسرین میں چودہ صدیوں تک اس آیت کو کوئی نہ سمجھا اور اس کا صحیح مفہوم آج واضح ہوا ہے۔

قرآن میں آخرت کا لفظ ہزاروں جگہ آیا ہے تو وہ سب بھی کیا دور ثانی کے اشارے ہیں؟ اس ایک ہی لفظ سے اگر وہاں دور ثانی ور جعت مراد نہیں تو یہاں کیوں مراد ہے؟ پہلی آیات کی نفی اور دوسرے کے اثبات پر وہ ذوق کے علاوہ کوئی دلیل دے سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں تو پھر ان کو چاہیے کہ اس موقف سے وہ فوراً توبہ کریں ورنہ کل کو قادیانی بھی یہی کہیں گے کہ یہاں بروزی بعثت مراد ہے جس کے مظہر غلام احمد قادیانی ہیں اب روحانی بعثت کے قائل بتائیں کہ وہ تفسیری مآخذ سے ہاتھ دھو کر کس دلیل سے بروزی بعثت کا رد کریں گے؟

چوتھی دلیل

ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذالك سبيلا

اس آیت کا پس منظر کیا ہے؟ احادیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام جب مکے میں نماز کے وقت بلند آواز سے قراءت کرتے تو کفار تلملا کر پہلے شور مچاتے پھر خداوند قدوس اور رسول اللہ کو

گالیاں دینے لگتے نتیجتاً آپ نے قرأت کی آواز بہت آہستہ کردی اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ نہ تو اتنے زور سے پڑھو کہ مشرکین تک آواز جائے اور نہ اتنا آہستہ کہ خود تمہارے اصحاب بھی نہ سن سکیں بلکہ میانہ روی اختیار کرو اور آواز کی مقدار صرف اتنی رہے کہ تمہارے متبعین سن کر محظوظ ہوں اور مشرکین بالکل نہ سن سکیں ورنہ وہ خواہ مخواہ بدزبانی کریں گے۔ متقدمین و متاخرین علماء آیت کا یہی پس منظر اور مفہوم بیان کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی پوشیدہ راز کا یہاں کوئی تذکرہ نہیں لیکن شمس صاحب کو دیکھئے وہ آیت کو کس طرح دلیل بناتے ہیں۔

صلات لفظ کو یہاں مفسرین نے نماز کے معنوں میں لیا ہے کہ نماز نہ بلند آواز سے پڑھئے اور نہ بالکل خاموشی سے بالکل درمیانی آواز سے پڑھئے۔ یہاں ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نمازیں تو سری اور جہری دو طرح کی ہوتی ہیں پھر اس حکم کا کیا مطلب؟ اس کے علاوہ اس آیت سے پہلے اور بعد والی آیت کے ساتھ اس مفہوم کا کوئی رابطہ نہیں ہے۔ ہم اس مفہوم کا بھی انکار نہیں کرتے لیکن صلات کے معنی دعا کے بھی ہوتے ہیں۔ اور سورہ بنی اسرائیل کے اس آخری رکوع میں آیت ۱۰۴ سے آخر تک اگر غور کیا جائے تو ایک پورا بیان آپ کے دور ثانی کا (دوسرے معنوں کے ساتھ ساتھ) چھپا ہوا ہے آپ کے دور آخر کا وقت بیان فرماتے ہوئے کہ ایسا اس وقت ہوگا جب یہودی قوم کو دنیا کے ہر ملک سے سمیٹ کر ایک ملک میں اکٹھا کر دیا جائے گا اس وقت پہلے صحیفوں والے لوگوں کے سامنے جب یہ حقیقتیں بیان ہوں گی تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے کرتے ہوئے آئیں گے اور اس ربط کلام میں مندرجہ بالا بیان کردہ آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ آپ اپنی اس دعا (بادشاہت والی نبوت کی دعا) کے راز کو نہ علی الاعلان بیان فرمائیں اور نہ بالکل اس راز کو

مخفی رکھیں بلکہ درمیانی راستہ اختیار فرمائیں پھر سورہ اللہ کی حمد و تکبیر پر ختم ہو گئی ہے یعنی وہ دور بھی بتادیا گیا ہے جب ان رازوں کو کھلنا تھااور جس دور کے لیے ان رازوں کی اہمیت تھی ورنہ اگر شروع ہی سے واضح بیان فرمادیا جاتا تو یہ بھی خطرہ تھا کہ آپ کی بھی پوجا اسی طرح شروع ہو جاتی جیسے پچھلے انبیاء کی امتوں نے کی تھی اور آپ کی آخری وصیتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ میرے بعد میری قبر کا بت نہ بنالینا۔

پہلی غلطی

غور کیجئے آیت کے ذیل میں انہوں نے کیسی گمراہ کن نکتہ آفرینیاں کی ہیں!! جو شخص بھی محض ذوق و وجدان پر اپنے موقف کی بنیاد رکھے گا وہ دلائل کی تلاش میں ایسے ہی کراماتی اشارے ڈھونڈنے پر مجبور ہو گا اور آیتوں کا اسے وہی رنگ نظر آئے گا جو اس کے ذوق سے ہم آہنگ اور اس کے نظریئے کو تسکین پہنچاتا ہو۔ وہ پہلے سری اور جہری نمازوں کا اشکال کھڑا کر کے یہاں اپنے موقف کے لیے گنجائش نکال رہے ہیں حالانکہ انہیں عربی زبان سے ذرا بھی شد بد ہوتی تو وہ ایسی باتیں ہر گز نہ کہتے۔ یہ حکم جہری نمازوں سے متعلق ہے اس کا سری نمازوں سے کوئی تعلق نہیں اور جہر سے آواز سے پڑھنا نہیں بلکہ زور سے پڑھنا ہے جیسا کہ سورہ حجرات میں بھی مذکور ہے **ولا تجھرو الہ بالقول کجھر بعضکم الخ** قرآن اس پر تنبیہ کر کے مخافتہ فی الصوت پر بھی روک لگاتا ہے کہ کہیں جہر سے بچ کر مخافتہ نہ شروع ہو جائے اور مخافتہ کے معنی آواز کو ختم کرنا نہیں بلکہ کم کرنا ہے۔ دونوں ہی صورتوں میں آواز سنی جا سکتی ہے اس لیے یہ ناروا اشکال قطعادرست نہیں۔

دوسری غلطی

دوسرا اشکال انہوں نے آیت میں سیاق و سباق سے بے ربطی کا اٹھایا ہے یہ بھی ہر چیز کو ایک ہی زاویئے سے دیکھنے کا نتیجہ ہے ورنہ ہمیں تو یہاں تینوں آیتوں میں کھلا ربط نظر آتا ہے۔ پہلی آیت میں ایک مخلص گروہ کی مثال دے کر عام اہل کتاب کو خبردار کیا گیا ہے دوسری آیت میں اسماء حسنیٰ کی وضاحت کے ساتھ رحمٰن پر وارد ہونے والے مشرکین مکہ کے اس الزام کو ضمناً رد کیا گیا ہے کہ قرآن اہل کتاب سے ماخوذ ہے اور آگے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ مخالفوں سے قطع نظر آپ قرآن پڑھتے رہئے لیکن آواز اتنی اونچی بھی نہ ہو کہ مکاء و تصدیہ کی وجہ سے اس پر عبادت یہود کا شبہ ہو اور نہ ہی اتنی خاموشی چھائے کہ وہ نماز کے بجائے عیسائیوں کا مراقبہ نظر آنے لگے بلکہ امت وسط ہونے کی حیثیت سے اس کے ہر رکن سے میانہ روی جھلکتی ہو پھر ان اعتراضات کو رد کرنے کے بعد تیسری آیت میں بالترتیب یہود و مشرکین کے غلط خیالات کی تردید کی گئی ہے اور اس کی قدرت مطلقہ کو اجاگر کر کے اس کی بڑائی و کبریائی پر سورت ختم ہو جاتی ہے تو اس طرح سیاق و سباق میں اہل کتاب کو دعوت ہے متن میں مشرکین کو فہمائش اور نبی کو ہدایت ہے جبکہ سباق یعنی آخر میں دونوں نظریوں کو باطل کہہ کر وہ انسان کی توجہ قرآنی محور قدرت و کبریائی کی طرف موڑ دیتا ہے دیکھئے سیاق و سباق میں کتنی گہری مناسبت ہے! کیا اب بھی یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ یہاں آیات میں باہم کوئی جوڑ نہیں اگر بالفرض معاملہ ایسا ہی ہے تو یہ چیز آیت تک محدود نہیں بلکہ اس طرح کی بے ربطی قرآن کی ہر آیت میں ثابت کی جا سکتی ہے تو یہ تمام بے ربطیاں کیا سب دور ثانی کی دلیل بنیں گی؟

تیسری غلطی

تیسرا سب سے بڑا ظلم انہوں نے لفظ "صلوٰۃ" پر کیا ہے قارئین جانتے ہیں کہ یہ شریعت کی ایک معروف اصطلاح ہے جس کا اطلاق مخصوص عبادت پر ہی ہوتا ہے اور اس وقت تک دعا وغیرہ جیسے دوسرے معنی مراد نہیں لیے جاسکتے جب تک اس سلسلے کی کوئی واضح دلیل موجود نہ ہو اصطلاحات کا یہ اصول سلف و خلف کا متفقہ اصول ہے۔ اس لیے اسے چھوڑ کر محض لغت کا سہارا لینا ایسا خطرناک امر ہے جو عقائد و عبادات کے پورے شرعی نظام کو ڈھادے گا۔

چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ دوسرے بدترین حربوں کے علاوہ اسلام دشمنوں نے اپنے ناپاک مقاصد کے لیے ہر دور میں انہیں اصطلاحوں کا آزادانہ استعمال کیا ہے۔ ابھی چند سال پہلے "وحدت ادیان" کے داعی پنڈت سندر لال انہیں اصطلاحوں بلکہ اسی لفظ "صلوٰۃ" سے استدلال کرتے تھے ان کا کہنا تھا کہ قرآن نے ہمیں صرف صلوٰۃ قائم کرنے کا حکم دیا ہے اور صلوٰۃ کے معنی رکوع و سجود پر مشتمل مخصوص نماز نہیں بلکہ صرف دعا و مناجات ہے جو مندر میں بیٹھ کر ایشور کی پوجاپاٹ سے بھی حاصل ہوسکتی ہے۔ اب صلوٰۃ سے راز مراد لینے والے بتائیں کہ وہ کس دلیل سے پنڈت سندر لال کا منہ بند کریں گے؟ اس کی تردید کے لیے بہر حال صلاۃ کے منقول و متواتر مفہوم کا حوالہ دینا پڑے گا اور یہ چیز پوجاپاٹ سے پہلے راز و بھید، کی تردید کرے گی شمس صاحب نے یہاں بڑی غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے کہ صلوٰۃ کا ترجمہ تو دعا لیکن دعا سے مراد راز!! یہ آخر کس زبان کا ترجمہ ہے؟ عربی کی تمام ڈکشنریاں تو اس مفہوم سے خالی ہیں اور ماخذ شریعت سے بھی اسے ثابت نہیں کیا جاسکتا پھر یہ ترجمہ یکایک کہاں سے نکل آیا؟

یقیناً یہ ذوق و مزاج ہی کی کرم فرمائی ہے جس نے ہر مقام پر ان سے ایسی سطحی باتیں کہلوائی ہیں یہ لفظ قرآن و حدیث میں سینکڑوں جگہ آیا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر صلوٰۃ سے یہاں راز مراد ہے تو دوسرے مقامات پر یہی معنی کیوں مراد نہیں؟ اس کے علاوہ اب کتنے ہزار راز ہیں جو قرآنی آیات وحدیث میں چھپے پڑے ہیں؟ یہ قرآن بلاغ و بیان اور آیات بینات ہے یا رازوں کا پٹارہ؟ کہ کسی کو کچھ پتہ ہی نہیں چل سکا اور اب چودہ صدیوں بعد بمشکل ایک راز کھل رہا ہے!! یہ مفسرین برسہا برس تک آخر کیا کرتے رہے؟ کہ "دوادوار بالکل واضح" ہونے کے باوجود بھی اس سے بے خبر رہے۔ کچھ راز وہ بھی کھولتے تو یقیناً شمس صاحب کا کام آج ہلکا ہوتا اور انہیں بھیدوں کا تالہ کھولنے کے لیے مجدد الف ثانی کی چابی نہ لگانی پڑتی۔ (۱)

یہ سورت آگے حمد و تکبیر پر ختم ہوتی ہے۔ حمد کے معنی تعریف اور تکبیر سے مراد جلالت و کبریائی ہے لغت میں چودہ صدیوں سے اس کا یہی ترجمہ منقول ہے اور علماء آج تک اس کے یہی معنی بتارہے ہیں لیکن اس ذیل میں اب شمس صاحب کے انکشافات ملاحظہ کیجئے۔

سورہ اللہ کی حمد و تکبیر پر ختم ہو گئی ہے یعنی وہ دور بھی بتادیا گیا جب ان رازوں کو کھلنا تھا اور جس دور کے لیے ان رازوں کی اہمیت تھی۔

کیا غضب ہے؟ کوئی ہمیں بتائے کہ حمد و تکبیر کا ترجمہ آخر دور انکشاف کیوں کر ہوسکتا ہے کیا عقل و نقل سے قطع نظر اب تفسیر جی سے گڑھی جائے گی اور ہر لفظ کے من چاہے معنی مراد ہوں گے؟ کتاب اللہ سے یہ کھیل کرتے ہوئے آدمی کو کچھ تو لرزنا چاہیے کل قیامت میں خواہش و جذبات کچھ کام نہ آئیں گے اور تفسیر بالرائے کے سنگین جرم کا ہر ایک کو حساب دینا ہوگا۔

---

(۱) راز کے سلسلے میں وہ مجدد الف ثانی کا بھی حوالہ دیتے ہیں جو بلاشبہ غلط ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ جب معاملہ ایسا ہی تھا تو حضور ﷺ نے ہی کیوں نہ بتادیا کہ میں قبر سے اٹھ کر دوبارہ دنیا میں آؤں گا؟ شمس صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اس میں یہ خطرہ تھا کہ پچھلے انبیاء کی طرح آپ کی قبر کی بھی پرستش شروع ہو جاتی جس کی شریعت میں ممانعت کی گئی ہے یہاں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا پہلے انبیاء کی زندگی کے بھی دو دور ہیں جوان کی قبریں پوجی گئیں؟ اگر نہیں تو حضور ہی کی قبر کیوں پوجی جاتی؟ کیا دور ثانی واقعی ایسا ہی معمہ تھا کہ صحابہ اسے نہ سمجھتے اور اللہ کو بھول کر فوراً آپ کی پوجا شروع کر دیتے؟ یہ سوالات اگر بروقت شمس صاحب کے ذہن میں آجاتے تو ایسی بے سروپا باتیں وہ ہرگز نہ کہتے۔

پانچویں دلیل

قل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنا نصیرا وقل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا.

اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لیجائیوں اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ نصرت ہو اور کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل گیا گزرا ہوا اور باطل چیز تو یوں ہی آتی جاتی رہتی ہے۔

ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خیر سے پہونچنے، بعافیت نکلنے، غلبہ عطا ہونے اور باطل کے مٹنے سے سیرت کے کن واقعات کی طرف اشارہ ہے صاف ظاہر ہے کہ یہاں ہجرت مراد ہے، جو حق کی سرخروئی اور باطل کی شکست کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہے چنانچہ بیشتر مفسرین یہاں مدخل سے مدینہ منورہ اور مخرج سے مکہ مکرمہ ہی مراد لیتے ہیں جبکہ بعض لوگوں نے پہلے سے

وفات اور دوسرے سے بعث مراولی ہے لیکن پہلا قول ہی صحیح، راجح اور مختار ہے ان دو راویوں کے علاوہ اس ضمن میں مزید کسی تیسری رائے کا کوئی تذکرہ نہیں اب شمس صاحب کو دیکھئے کہ وہ کس ہمت کے ساتھ ایک تیسرے مفہوم کا اعلان کر رہے ہیں۔

غور فرمائیں تو ان آیات کا بہتر اطلاق آپ کی بعثت ثانی پر ہوتا ہے یعنی آپ کا قبر مبارک میں (بوقت وفات) داخل ہونا اور پھر اسی قیامت ارضی میں قبر سے نکلنا اور مقام محمود یعنی تمام خلائق کے محمود مقام پر مالک حقیقی کی عطا کردہ خصوصی قوت واختیار والی بادشاہت کے منصب پر سرفراز ہونا (اس شان کے ساتھ کے آپ کے لشکر میں انبیاء (۱) صالحین وملائکہ شامل ہیں)

یہاں بھی انہوں نے تفسیری مآخذ سے ہٹ کر مدخل، مخرج اور مقام محمود کا مطلب محض اپنے ذوق سے طے کیا ہے اور اس سلسلے میں وہ کوئی بھی عقلی ونقلی دلیل پیش نہیں کر سکتے مدخل ومخرج کا منقول مفہوم تو ہم علماء تفسیر کے حوالے سے اوپر نقل کر چکے ہیں رہا یہ اعتراض کہ یہاں مدینہ پہلے اور مکہ بعد میں ہے جو ہجرت کے واقعہ کی الٹی ترتیب ہے تو اس سلسلے میں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یہاں انہوں نے اس ترکیب پر زیادہ غور نہیں کیا ورنہ ایسی بات وہ بالکل نہ کہتے۔ دخول کا خروج پر مقدم ہونا دراصل اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تمہارے داخلہ کا انتظام تمہارے نکلنے سے پہلے ہو چکا ہے اور ہجرت ہی نبی کی طاقت کا آغاز اور اس کی فتح کا دیباچہ ہوتی ہے۔ اس کے بعد مخالفین لازماً مٹ جاتے ہیں اور دین کا بول بالا ہو کے رہتا ہے اگلی آیت میں یہی اشارہ ہے۔ اس لیے الٹی ترتیب کا اعتراض غلط ہے۔ قرآن کریم نے ہر جگہ واقعاتی ترتیب ملحوظ نہیں رکھی ہے بلکہ بہت سارے

---

(۱) حضرت عیسیٰ کے علاوہ اور کون سا نبی ہوگا جو انبیاء کہہ رہے ہیں؟

مقامات پر ترتیب الٹ دی ہے۔ درج بالا آیت کے علاوہ اس سلسلے میں ہم بہت سی آیتیں مزید پیش کر سکتے ہیں۔ اب مقام محمود کو لیجئے بخاری، مسلم اور دیگر کتب حدیث میں صحیح احادیث اس کی تفسیر "شفاعت کبری" سے کرتی ہیں یعنی قیامت کے دن بندوں کا حساب کتاب شروع کرنے کے لیے بارگاہ ایزدی میں سفارش۔ بس یہی مفہوم ہے جسے آج تک مفسرین بیان کرتے رہے ہیں اب کتاب وسنت اور اجماع امت سے منہ موڑ کر "مقام محمود" کا ترجمہ بادشاہت وحکومت کرنا اس لفظ پر سراسر ظلم ہے اور ذوق ووجدان کے علاوہ وہ اس کی کوئی دلیل نہیں دے سکتے۔

چھٹی دلیل

بُعثت انا والساعة کھاتین

مجھے اور قیامت کو ساتھ ساتھ مبعوث کیا گیا۔

محدثین اس تشبیہ کو دو معنی پر محمول کرتے ہیں (۱) مقاربت (۲) مقارنت پہلے کا مطلب یہ ہے کہ بعثت محمدی اور قیامت باہم اتنے ہی قریب ہیں جتنی یہ دو انگلیاں کہ بیچ میں زیادہ وقفہ نہیں جبکہ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ میری بعثت کے بعد اب صرف قیامت ہی رہ گئی ہے درمیان میں کوئی اور رسول ونبی نہیں آئے گا شمس صاحب اسی کو دلیل بناتے ہیں۔

اس حدیث میں آپ نے اپنے قیامت کے قریب مبعوث ہونے کا بیان اس طرح فرمایا جس طرح یہ دو انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں آپ اور قیامت بھی متصل ہیں پہلے دور میں تو اس حدیث کا مفہوم یہی لیا گیا ہے کہ آپ کے بعد اب قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا لیکن مندرجہ بالا آیت کریمہ (۱) کی روشنی میں اس کا زیادہ بہتر

---

(۱) پہلی دلیل مراد ہے۔

مفہوم "آپ کا قیامت کے قریب مبعوث ہونا تھا"۔

دیکھئے مقارنت کے معنی کو یہاں انہوں نے بالکل بھلا دیا تاکہ حدیث کا مصداق اپنے خود ساختہ دور کو قرار دیا جا سکے ہم پوچھتے ہیں کہ جب پہلا دور اس حدیث کا بہتر مصداق نہ تھا تو حضورؐ نے اس کی بابت یہ ارشاد کیوں فرمایا؟ دور آخر کی خصوصیت کو دور اول پر چسپاں کرنا کیا شان نبوت کو زیب دیتا ہے؟ اگر دور ثانی ہی اس کا صحیح مصداق تھا تو آپ کو یہ بات دور اول میں نہیں بلکہ دور ثانی ہی میں فرمانی چاہئے تھی ان تمام علماء کے بارے میں آپ کیا کہیں گے جو حدیث رسول کے صحیح مصداق کی حقیقت ہی کو نہیں مانتے؟ یہ سب باتیں اگر وہ پہلے سوچ لیتے تو معاملہ اس حد تک آگے نہ بڑھتا اور وہ بہت سی فاش غلطی کرنے سے بچ جاتے۔

ساتویں دلیل

انا اولی الناس بعیسی بن مریم فی الاولی والاخرة.

میں شروع و آخر دونوں لحاظ سے عیسیٰ بن مریم سے سب سے زیادہ قریب ہوں۔

مندرجہ بالا حدیث کا مطلب محدثین یہ بیان کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت عیسیٰ دنیا میں مبعوث ہوئے اور آپ کے بعد بھی وہ ہی دوبارہ دنیا میں آئیں گے دونوں عرصوں میں کوئی دوسرا رسول نہیں ہے بس یہی اس حدیث کا سیدھا سادھا مفہوم ہے جس میں کوئی ابہام و پیچیدگی نہیں لیکن شمس صاحب کی سنئے کیا لکھتے ہیں۔

> آپ کے دور اول میں تو اس کا مفہوم واضح ہی ہے کہ دونوں کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے لیکن دور ثانی میں قریب اور متعلق ہونے کا مفہوم بآسانی حضرت عیسیٰ کی واپسی کے بعد المہدی سے ان کے تعلق والی

روایات سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

اگر اس دوسری حالت میں حضرت عیسیٰ اور محمدؐ باہم مل جاتے ہیں تو حدیث کا مفہوم باطل ہو جائے گا کیونکہ حضرت عیسیٰ کے سلسلے میں یہاں حضور کے پہلے اور بعد والی حالت میں ہر لحاظ سے یکسانیت ضروری ہے اور یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت عیسیٰ آپ سے کئی صدیاں پہلے گزر گئے ہیں اور ان سے آپ کی ملاقات نہ ہوئی اسی طرح وہ آپکے صدیوں بعد آئیں گے اور اس وقت بھی ملاقات نہ ہو گی کیونکہ پہلی بعثت آپ کی ولادت سے پہلے ہی ختم ہو گئی اور دوسری بعثت وفات کے صدیوں بعد ہو گی لہٰذا یہاں اسلاف ہی کا مفہوم پوری طرح منطبق ہوتا ہے۔ اور اس میں پیچیدگی پیدا کر کے دور ثانی ثابت کرنا عقل و نقل کے سراسر خلاف ہے۔

آٹھویں دلیل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے تو وہ نکاح کریں گے اور ان کے اولاد ہو گی دنیا میں ان کی مدت قیام پینتالیس برس ہو گی پھر ان کی وفات ہو جائے گی اور وہ میری قبر میں میرے ساتھ دفن کئے جائیں گے میں اور عیسیٰ دونوں ایک قبر سے ابو بکر اور حضرت عمر کے درمیان اٹھیں گے۔

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے شمس صاحب لکھتے ہیں۔

غور فرمائیں کہ حضرت عیسیٰ رسول اللہ کی قبر مبارک میں دفن ہوں گے۔ مسلمان ایسا کیسے ہونے دے سکتے ہیں۔ چاہے وہ حضرت عیسیٰ کے دفن کا مسئلہ ہی کیوں نہ ہو؟ ایسا جب ہی ممکن ہے کہ اس دور میں یہ حقیقت تمام مسلمانوں پر واضح ہو چکی ہو گی کہ مہدی کون ہے اور رسول پاک کا جسم اطہر روحانی قالب اختیار کرنے کے بعد اب قبر مبارک میں ہونے

کے بجائے سارے عالم میں برسر کار ہے۔ حدیث میں "میرے ساتھ" کے الفاظ پر اہل علم حضرات کو مزید غور کرنے کی ضرورت ہے ہمارے خیال میں یہ آپکا روضۂ مبارک سے رابطہ برقرار رہنے کی طرف اشارہ ہے۔

یہاں شاید قلم سو گیا ہے ورنہ اس حدیث کو وہ کم از کم دلیل نہ بناتے کیونکہ ان کا دعوی محمد و مہدی کا وجود ایک ثابت کرنا ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ اور مہدی کے وجود کو مدغم کرنا یہ حدیث یقیناً اس وقت ان کی دلیل قرار پاتی جب کہ مہدی حضور کی قبر میں دفن ہوتے یہاں معاملہ الٹا ہے مہدی تو عام قبرستان میں دفن ہوں گے حضور کے روضہ میں تو حضرت عیسیٰ دفن ہو رہے ہیں پھر آخر وہ مہدی کیسے بن گئے یہ مضحکہ خیزیاں ثابت کرتی ہیں کہ موصوف کو دلائل کی پختگی سے زیادہ ان کی تعداد سے دلچسپی ہے اسی لیے جلد بازی میں ایک غلط چیز ہی کو لے لیا اور یہ بھی نہ سوچا کہ اس دلیل کی حقیقت کیا ہے؟ وہ تو ان کی جلد بازی اور ناپختگی کا واضح ثبوت ہے۔

نویں دلیل

اس کا عنوان ہے۔

حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے بے خبری میں اعلانات

غور فرمایئے حضور تو ان کے ایمان و فضیلت کی وضاحت کر کے انہیں صدیق و فاروق کا لقب دیں اور یہ بے خبری میں حضور کے رازوں کو کھولتے پھریں؟ اگر یہ دونوں ہی بے خبر قرار پاتے ہیں تو تمام صحابہ بھی اس کی زد میں آئیں گے اور امت میں ایک بھی باخبر آدمی ملنا مشکل ہو جائیگا۔ آگے لکھتے ہیں

روایات میں آتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر

عام ہوئی تو حضرت عمر ننگی تلوار ہاتھ میں لیے ہوش وحواس سے بے قابو ہو کر نکلے اور تقریر کرتے ہوئے کہنے لگے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ محمد وفات پاگئے ہیں میں اسے قتل کردوں گا خدا کی قسم وہ ایسے واپس آئیں گے جیسے موسیٰ کوہ طور سے واپس آئے تھے اور منافقین کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔

حضرت عمر کے چند مناقب بیان کرنے کے بعد اس واقعے سے پھر یوں استدلال کرتے ہیں۔

ایسی برگزیدہ ہستی کے منہ سے خدا کی قسم کے ساتھ یہ الفاظ ادا نہ ہوتے جب تک مشیت ایزدی کا تقاضا نہ ہوتا۔ پھر حضرت ابو بکر تشریف لاتے ہیں حضرت عمر کو خاموش کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ باتیں اس وقت بیان کرنے کی نہیں تھیں۔ نہ ماننے پر حضرت ابو بکر الگ کھڑے ہو کر تقریر شروع کردیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو کوئی تم میں سے محمد کی عبادت کرتا ہے تو وہ سمجھ لے کہ آپ وفات پاگئے اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آیت ۱۴۴ تلاوت فرمائی جس میں حضرت محمد کی وفات کا ذکر ہے۔ حضرت عمر کو اب ہوش آتا ہے اور وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ جن رازوں کو انہیں اخفا رکھنے کا حکم تھا وہ ان کے منہ سے افشاء ہو گئے ہیں ان کے پاؤں خوف سے کانپنے لگتے ہیں یہاں تک کہ زمین پر گر جاتے ہیں بحالت ہوش ان پر یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے جسمانی وجود کے ساتھ تشریف لے جا چکے وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ اور اس طرح عام صحابہ کرام کے سامنے یہ واقعہ اس حیثیت سے باقی رہ جاتا ہے کہ عمر نے جو کچھ کہا تھا وہ بیہوشی کے عالم میں کہا تھا اور ہوش کے عالم میں اس سے رجوع کرلیا۔

غور کیجئے: ایک سیدھے سادھے واقعہ سے کیسے انقلابی خیالات کو ثابت کیا جارہا ہے کیا خط کشیدہ عبارات کی اس میں واقعی کوئی گنجائش ہے؟ تاریخ وسیرت میں تو ایسی کوئی بات مذکور نہیں پھر صدیق اکبر کا ان باتوں کو موقع کے مناسب نہ سمجھنا راز افشاء ہو جانے پر حضرت عمر کا پچھتانا اور ایک حقیقت کو صحابہ کرام کا بے ہوشی کا نتیجہ قرار دے بالکل بھلادینا جیسے مفہوم کا وہ کوئی مأخذ بتا سکتے ہیں کہ یہ سارے خیالات انہوں نے کہاں سے نقل کیے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ قیامت آجائے گی لیکن وہ ایک بھی ماخذ کا پتہ نہ دے سکیں گے کیونکہ تاریخ سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ سب اپنے مخصوص ذوق کے کرشے ہیں جنہیں واقعہ میں سموکر انہوں نے شیخین وصحابہ پر بہتان تراشے ہیں چودہ صدیوں کا پورا کتب خانہ کھنگال لیجئے تاریخ دعوت وعزیمت کے تمام کرداروں سے پوچھئے سب یہی بتائیں گے کہ حضرت عمر نے جذبات میں آکر ایسا کہا تھا لیکن صدیق اکبر کی تقریر سن کر انہوں نے فوراً توبہ کی اور ان کلمات سے رجوع کرلیا۔ اب اجماع صحابہ کو ٹھکرا کر بس ان الفاظ ہی کو پکڑ لینا تحقیق نہیں گمراہ ذوق کی دلیل ہے جسے امت کبھی قبول نہیں کرسکتی ہم پوچھتے ہیں کہ صدیق اکبر نے اس حقیقت کو موقع کے مناسب کیوں نہ سمجھا اگر واقعی حضور کی بعثت دوبارہ ہونی تھی تو یہ وقت اسکی ضاحت کے لیے سب سے زیادہ مناسب تھا وہ یہ کہتے کہ لوگو! غم کی کوئی بات نہیں۔ حضور ہمیشہ کے لیے دنیا سے تھوڑے ہی گئے ہیں بلکہ کچھ دنوں بعد پھر مبعوث ہوں گے۔ اس طرح اس عقیدے کی بھی تبلیغ ہو جاتی اور صحابہ پر پڑنے والے غموں کا بوجھ بھی ہلکا ہوتا لیکن وہ ایسا کچھ نہیں کہتے بلکہ اس کے برعکس حضور کی ہمیشہ جدائی کا اعلان کرتے ہیں تاکہ آپ کی وفات وممات کے متعلق کسی کے دل میں کوئی شک نہ رہے اور سب نبی کے فراق اور انقطاع وحی کا یقین کرلیں۔ ہم شمس صاحب سے

پوچھتے ہیں کہ یہ راز کس کے تھے؟
حضرت عمر کے ہاتھ وہ کہاں سے لگے؟
انہیں چھپانے کا حکم کس نے دیا؟
عمر کے اعلان کے باوجود صحابہ اسے کیوں نہ سمجھے؟
کیا قائل کے رجوع کے بعد بھی اس کے قول سے کسی کو استنباط کرنے کا حق ہے؟

یہ وہ سوالات ہیں جن کا تاریخ و دلائل کی روشنی میں وہ کبھی جواب نہ دے سکیں گے۔

دسویں دلیل

وفات کے بعد حضرت ابو بکر آپ کے حجرے میں داخل ہوئے اور چہرہ مبارک کو بوسہ دے کر روتے ہوئے فرمایا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں فرمائے گا آپ کے لیے صرف یہی موت ہے جو لکھی ہوئی تھی اور واقع ہو گئی۔

اس کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت ابو بکر کے منہ سے نکلے ہوئے ان عجیب وغریب کلمات پر غور فرمائیں۔ ظاہر ہے کہ وہ بھی اس حقیقت سے واقف تھے کہ اس پہلی موت کے بعد آپ کو پھر کارِ رسالت انجام دینا ہے اور دوسری موت آپ کے لیے نہیں ہے کیونکہ اس وقت روحانی بدن ہو گا۔

جب ایک نظریہ پوری طرح ذہن پر سوار ہو تو ایک ہلکا سا اشارہ بھی اپنے موقف کی مضبوط دلیل دکھائی دیتا ہے لیکن استدلال کی یہ شدت!! کہ مخالف دلیل کو بھی اپنا ہم نوا سمجھا جا رہا ہے آج تک دیکھنے میں نہیں آئی یہ روایت تو خود ان کے مزعومہ دورِ ثانی کی تردید کر رہی ہے کیونکہ اس

میں صرف ایک موت کی تصریح ہے جو آچکی۔ اب دوسری زندگی ہی نہیں تو موت بھی نہیں آئیگی۔ جب کہ دور ثانی کے بعد موت ثانی لازمی ہے کیونکہ امام مہدی کی تدفین اور نماز جنازہ بغیر موت کے نہیں ہوسکتی اور اس مقام پر روحانی بدن جیسی خود ساختہ و ناقابل فہم اصطلاحوں کی آڑ لینا درست نہیں۔

اس لیے صدیق اکبر کی جانب سے دوسری موت کی تردید دراصل دوسرے دور اور رجعت ثانی کی تردید ہے۔ اس سے یہ الٹا نتیجہ نکالنا کہ وہ عہد رسالت کی واپسی اور روحانی بدن کے قائل تھے صدیق اکبر پر ایسا بدترین الزام ہے جو ان پر آج تک لگنے والے تمام شیعی الزامات پر بازی لے گیا ہے بلکہ اس کی غلاظت و شدت سے صحابہ و تابعین فقہاء و محدثین اور متقدمین و متاخرین علماء کا پورا گروہ اپنی قبروں میں تڑپ اٹھا ہوگا کہ دین کی بے بسی اس حد کو پہنچ رہی ہے کہ قرآن و حدیث سے ایسے بے ہودہ عقائد کو ثابت کیا جارہا ہے اور کوئی زبان پکڑنے والا بھی نہیں!! خدارا اس دن سے پہلے تو نے ہمیں موت کیوں نہ دیدی۔

دور ثانی کے ثبوت میں یہ دس دلیلیں ہیں جن کا پوسٹ مارٹم کر کے ہم نے ان کے استدلال کی قلعی کھول دی ہے۔ ان کے علاوہ مضمون میں کچھ دوسرے دلائل بھی مذکور ہیں ہم انہیں یکسر نظر انداز کر رہے ہیں کیونکہ وہ سب مذکورہ دلائل سے بھی زیادہ پوچ اور گئے گزرے ہیں اس لیے ان کی تردید کرنا اپنے قیمتی وقت کو ضائع کرنا ہے۔

چھٹی تنقیح

ان کا پانچواں عقیدہ مہدی و محمد کو ایک جاننا ہے دونوں ایک ہی شخصیت کے دو مختلف نام ہیں اور مہدی کی شکل میں قیامت کے قریب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی قبر سے نکل کر دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔
اس آخری عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے ہی انہوں نے پچھلے چار عقیدوں کی بساط بچھائی ہے۔ ہم اس ضمن میں ان کے خیالات واقتباسات نقل کرنے سے پہلے یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ مہدی کا وجود احادیث رسول سے ثابت ہے۔ قرآن میں ان کا مطلق ذکر نہیں یہ وہ حقیقت ہے جس کی وضاحت علماء تاریخ کے ہر دور میں کرتے آئے ہیں اور کسی عالم نے چودہ صدیوں تک اس رائے سے اختلاف نہیں کیا لیکن شمس صاحب اس موقف سے مطمئن نہیں چنانچہ متقدمین و متاخرین تمام علماء کو چیلنج کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> کہا یہ جاتا ہے کہ مہدی کا کوئی ذکر قرآن میں نہیں؟ یہ کیسے ممکن ہے؟ اتنا اہم مسئلہ جس پر امت میں کتنے ہی عظیم فتنہ کھڑے ہونے والے تھے احادیث ہی نہیں پچھلے صحائف بھی جس کی نشاندہی کر رہے ہیں قرآن اس مسئلہ پر خاموش ہو اور کوئی رہنمائی نہ کرے؟ یہ ماننے کو ہم تیار نہیں ہیں۔

اس بلند بانگ دعوے کے بعد موصوف نے پہلے سورہ توبہ آیت ۳۳ سورہ فتح آیت ۲۸ آل عمران آیت ۸۱ وغیرہ کو بطور دلیل پیش کیا ہے پھر توریت وانجیل اور ویدوں تک سے مہدی کے خدوخال ڈھونڈ لائے ہیں۔ ان کی حقیقت کیا ہے۔ اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں اور نہ ہی قرآن وحدیث کی موجودگی میں ہم ان منسوخ و محرف کتابوں کو قابل اعتناء سمجھتے ہیں لیکن ان کی مستدل قرآنی آیات کے سلسلے میں ہم اتنا ضرور عرض کریں گے کہ وہ صرف حضور و دیگر انبیاء سے متعلق ہیں۔ مہدی کا وہاں دور دور تک کوئی تذکرہ نہیں۔ اس لیے ان آیتوں سے مہدی کو نکالنا دراصل قادیانیوں کی پیٹھ ٹھونکنا اور تاویل بازوں کو یہ حوصلہ دینا ہے کہ ہر مسئلہ کو

قرآن سے ثابت کرو چاہے وہ کتنا ہی گمراہ کن اور کفر و شرک میں ڈوبا ہو۔ کل اگر قادیانی یہ کہنے لگیں کہ ان آیتوں سے مرزا غلام احمد قادیانی مراد ہیں تو مہدی مراد لینے والے کس دلیل سے قادیانیوں کا رد کریں گے؟ اس آزادی کی فضا میں قرآن سے تردید تو ممکن نہیں ان کا منہ بند کرنے کے لیے لامحالہ احادیث رسول اور تشریحات سلف کا حوالہ دینا ہوگا اور یہ چیز مرزائیوں سے پہلے شمس صاحب کے موقف کی بنیادیں ہلا دے گی۔ اس لیے امت کے مجموعی موقف سے ہٹ کر بیباکی کے ساتھ امام مہدی کو قرآن میں ڈھونڈنا در اصل منحرف ذوق کی دلیل اور بڑی جسارت کی بات ہے۔ ہم بھی سلف کی آواز میں آواز ملا کر بانگ دہل کہتے ہیں کہ ان کا قرآن میں کوئی تذکرہ نہیں وہ شریعت کے دوسرے ماخذ حدیث رسول سے ثابت ہیں(۱) اس تمہید کے بعد اب مہدی و محمد کی یکسانیت واتحاد کے سلسلے میں ہم ان کے اقتباسات نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین اس عقیدے کو خود ان کی تحریر سے سمجھ سکیں۔ فرماتے ہیں۔

یہ اتنا غیر اہم مسئلہ نہیں ہے ہمیں منھ چھپانے کے بجائے سوچنا پڑے گا کہ المہدی علیہ الرضوان جیسی عظیم الشان شخصیت کون ہو سکتی ہے جن کا نام محمد ہے جن کے والد کا نام عبداللہ ہے جن کی تمام صفات باطنی رسول آخر الزماں کی صفات ہیں جن پر ایمان لانا واجب ہے جن کے فیضان سے حضرت عیسیٰ دجال کو قتل کریں گے جن کو خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الارض والسماء کہا گیا ہے جن کی صفات و فتوحات نہ صرف حضرت ابو بکر و عمر سے بڑھ کر ہیں بلکہ حضرت آدم و دیگر انبیاء پر بھی بازی لے گئی ہیں۔ رحمت للعالمین کی صفات لیے تمام عالم پر حکمرانی کے لیے یہ کون آرہا ہے؟ دوبارہ غور فرمایئے حضرت محمد اللہ کے آخری رسول ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نیا

---

(۱) مسئلہ مہدی پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ احادیث بھی قرآن کے بعد وحی کا دوسرا ابواسر چشمہ ہیں۔

نبی نہیں آنے والا ہے۔ رسالت کی ضرورت باقی ہے اسلامی نظام جسے حضرت محمدؐ نے اس وقت قائم کیا تھا وہ ایک مثالی نظام ہوتے ہوئے بھی دنیا کے بہترین انسانوں کی جماعت صحابہ کرام کی زندگی میں ہی روبہ زوال ہو گیا۔ وہ اسلامی نظام حکومت صرف ایک ملک عرب پر ہی نہیں چوتھائی دنیا پر نہیں پوری دنیا پر حضرت مہدی علیہ الرضوان کی امامت میں قائم ہو گا۔ کیا اب بھی حضرت امام مہدی کی شخصیت واضح طور پر سامنے نہیں آجاتی ہے؟

حیات النبی کے عقیدے پر تو پوری امت کا اجماع ہے لیکن دوبارہ واپسی؟ دراصل حضرت مہدی کے جسمانی وجود میں تشریف لانے کے تصور کی وجہ سے یہ عقدہ آج تک حل نہ ہو سکا لیکن اگر یہ حضرت مہدی کی آمد جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے تو اتنی دقت پیش نہیں آئے گی۔

یعنی روح محمدی پہلے مہدی کے جسم میں جلوہ گر ہو گی۔ پھر مہدی کا قالب لے کر آپؐ دنیا میں دوبارہ واپس آئیں گے۔ اس جرأت کے بعد شمس صاحب اب ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہیں۔

اس وعدے کی تکمیل ابھی ہونا ہے جو کہ امام مہدی کی روحانی قیادت میں تمام عالم میں اسلام کے غلبہ کی شکل میں ہو گی۔ تمام انبیاء اور روحانی لشکروں کی امام کون شخصیت ہو سکتی ہے۔ اس میں کسی مسلمان کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

مہدی و محمد ایک ہی شخصیت ہیں یہ ان کے نزدیک شک و شبہ سے بالاتر ہے اب ایک نظر مضمون کے عنوان پر بھی ڈال لیجئے۔

خاتم النّبیین اور امام مہدیؑ

کیا امام مہدی کی شکل میں آپ کی روحانی بعثت ہو گی۔

یہاں تک انہوں نے صرف روحانی بعثت کی بات کہی ہے اور بظاہر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ جسمانی واپسی کے قائل نہیں ہیں لیکن اگلی عبارت اس کی تردید کرتی ہے جس میں انہوں نے محتاط انداز میں جسم اطہر کی واپسی کی بھی بات کہی ہے۔

"اس وقت روحانی بدن ہو گا"

آگے چل کر انہوں نے اس احتیاط سے دامن چھڑا کر صاف لکھ دیا۔

اس دور میں یہ حقیقت تمام مسلمانوں پر واضح ہو چکی ہو گی کہ مہدی کون ہے اور رسول پاک کا جسم اطہر روحانی قالب اختیار کرنے کے بعد اب قبر مبارک میں موجود ہونے کے بجائے سارے عالم میں برسر کار ہے۔

جب قبر سے حضور کا جسم بھی نکل آیا تو اب روحانی بعثت کے کوئی معنی نہیں رہ جاتے اور اس صورت میں "روحانی بدن" اور "روحانی قالب" جیسی ناقابل فہم اصطلاحوں سے اس غلط نظریئے کی لیپاپوتی کرنا پوری امت ہی نہیں خود اپنے آپ کو دھوکہ دینا ہے ان کا مجموعی موقف بہر حال قیامت کے قریب مہدی کے قالب میں حضور کی روح کا آنا ہے جس کو وہ روحانی بدن سے بھی تعبیر کر رہے ہیں۔ اب ذرا اس نظریئے کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیجیے۔

منصفانہ جائزہ

قرآن کریم عقائد و عبادات، حدود و معاملات اور اخلاقیات و معاشرت کے تمام موضوعات میں ہمیں واضح راہنمائی دیتا ہے اور اصولی حیثیت سے وہ اسلام کے کسی گوشے کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔ بعثت نبوی قرآن کا ایک مرکزی عنوان ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ساتھ ساتھ اس نے دیگر انبیاء کی نبوت اور ان کی تاریخ پر بھی مکمل روشنی ڈالی ہے۔ بعثت محمدی اور اس کے مقاصد کا تذکرہ قرآن میں بار بار آیا ہے لیکن ہر جگہ ایک ہی بعثت کا ذکر ہے۔ رجعت یا دور ثانی کا دور دور تک کہیں پتہ نہیں۔ کیا یہ مسئلہ اتنا غیر اہم تھا کہ اشارے اور کنائے میں بھی اس کا ذکر نہ کیا جائے اور ہر جگہ پہلی ہی بعثت کا شور ہو عقل کہتی ہے

کہ نظریہ ہی سرے سے باطل ہے ورنہ قرآن اتنے موٹے عقیدے کو ہر گز نظر انداز نہیں کرتا۔

اب سنت رسول کو دیکھئے ہر شخص جانتا ہے کہ آپ نے عقائد و اعمال کی کیسی مکمل تشریح کی ہے اور گود سے گور تک انسانی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جس کی وضاحت اپنے قول و عمل سے نہ کر دی ہو آپ کی یہ تمام احادیث محفوظ ہیں۔ اس میں کہیں بھی یہ چیز نہیں ملتی کہ آپ کی بعثت دو مرتبہ ہو گی۔ تو جس نبی نے ہمیں مسواک پکڑنے اور استنجاء کرنے تک کے آداب بتائے ہوں وہ بعثت کے دوسرے دور کو بالکل چھپا جائے اور اس کی بابت ایک لفظ زبان سے نہ نکالے؟ یہ حضور ﷺ پر ایسا الزام ہے جسے تسلیم کر لینے کے بعد تکمیل دین کا عقیدہ چھلنی اور دامن ایمان تار تار ہو جائیگا۔

اور جہاں تک روحانی بعثت کا سوال ہے تو اصولی بات یہ ہے کہ ختم نبوت کا مطلق اعلان دراصل نبوت کی ہر قسم و نوع کے خاتمہ کا اعلان ہے اور یہی وہ عقیدہ ہے جس پر قرون اولیٰ سے آج تک چودہ صدیوں کے تمام علماء دل و جان سے ڈٹے رہے ہیں۔ چنانچہ تاریخ کے تمام جھوٹے مدعیان نبوت کو بھی اس مسلم عقیدے کو کبھی صاف چیلنج کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ انہوں نے ہر زمانے میں "ظلی" "وبروزی" وغیرہ جیسے ہی چور راستے تلاش کیے ہیں جن کی آڑ لے کر وہ ہر دور میں اپنی نبوت و رسالت کے شیش محل تعمیر کرتے رہے ہیں۔ شمس صاحب کی روحانی بعثت مرزا غلام احمد قادیانی کی ظلی و بروزی بعثت سے بھی کہیں زیادہ خطرناک ہے کیونکہ اس میں معاملہ صرف سائے اور عکس تک محدود ہے جبکہ یہاں حضور کی روح کو کھینچ کر دوسرے شخص کے جسم میں ڈالا جا رہا ہے کیا اس نظریے کی قیامتوں کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟ ہم تو یہی کہیں گے کہ اجراء نبوت کو کسی بھی حیثیت سے تسلیم کرنا عقیدہ ختم نبوت کو جھٹلانا اور قادیانیوں کی راہ ہموار کرنا ہے۔

چنانچہ مہدی کی تفصیلات جس اہتمام سے احادیث میں درج ہیں ان پر غور کرنے سے معمولی عقل رکھنے والا شخص بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ حضور ﷺ کا ذاتی تذکرہ ہے یا کسی دوسرے شخصیت کے اوصاف بیان ہورہے ہیں۔ اگر شمس کے بقول مہدی کے قالب میں آپ ہی کو دوبارہ دنیا میں آنا تھا تو مہدی کے حسب ونسب، نسل وخاندان، نام ولدیت، شکل وصورت، عادات واخلاق اور بلند کارناموں سے متعلق اتنی تفصیلات بیان کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ آپ صرف یہ کہہ دیتے کہ اخیر زمانے میں میری ہی دوبارہ بعثت ہوگی تو امت مطمئن ہوتی اور مہدی کے چکر ہی میں نہ پڑتی لیکن اس مختصر، واضح اور فطری طریقہ کو چھوڑ کر طویل مبہم اور غیر فطری طریقہ اختیار کرنا کیا نبی کو زیب دیتا ہے؟ ہم تو اسلاف سے یہی سنتے آئے ہیں کہ آپ "جوامع الکلم" سے نوازے گئے تھے یعنی بہت کم الفاظ میں بہت زیادہ مفہوم کو ادا کرتے تھے اور مراد بالکل واضح ہوتی تھی لیکن شمس صاحب کے موقف کو تسلیم کرکے یہ ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کا کلام مبہم اور پیچیدہ ہوتا تھا اور آپ ایسی پہیلیاں بجھاتے تھے جو کوشش کے باوجود ایک ایک ہزار سال تک لوگوں کی سمجھ ہی میں نہ آسکیں اور اب پندرہویں صدی میں بڑی مشکل سے شمس صاحب ان مہر بند رازوں کی گرہیں کھول رہے ہیں!! یہ نظریہ مقام نبوت کو مجروح کرکے پوری شریعت کی بساط الٹ دے گا۔

چند سوالات

اس تمہیدی گفتگو کے بعد درج بالا احادیث مہدی کی روشنی میں ہم شمس صاحب سے چند سوالات کرتے ہیں۔

(۱) جب مہدی و محمد ایک ہی شخصیت ہیں تو فرمان رسالت۔

المهدی من عترتی

یکون في امتي خلیفة

المھدی منی

المھدی منا اھل البیت

یخرج من اھل بیتی رجل

کا کیا مطلب ہے؟ کیا اپنے آپ ہی کو حضور اپنی آل سے تعبیر کر سکتے ہیں؟

(۲) رسول اللہ حضرت فاطمہ کے والد اور حضرت حسن کے نانا ہیں یہ حقیقت ذہن میں رکھ کر اب مہدی کے سلسلے میں آپ کے درج ذیل ارشادات پڑھیے۔

ھو من ولد فاطمة

وہ (مہدی) فاطمہ کی اولاد سے ہوں گے۔

ھو من بنی فاطمة

سیخرج من صلبه رجل یسمي باسم نبیکم.

حضرت حسن کی اولاد سے ایک شخص نکلے گا جس کا نام محمد ہوگا کیا دوسرے دور میں حضور ﷺ حضرت فاطمہ و حضرت حسن کی اولاد قرار پائیں گے؟

(۳) نبی پر رسالت و نبوت کا اظہار فرض ہوتا ہے۔ اس کلیہ کو ذہن میں رکھ کر یہ حدیث پڑھیے۔

یستخرجه الناس من بیته وهو کاره

لوگ گھر سے نکال کر زبردستی ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے پہلے دور میں تو آپ نے نبوت کا بار گراں بآسانی اٹھا لیا اور کوہ صفا پر کھڑے ہو کر دنیا کو ہدایت کی دعوت دی۔ دوسرے دور میں آپ قیادت و امامت سے گھبرا کر چھپنے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں؟ حالانکہ امت کو آپ کی شدید ضرورت ہے اور وہ دن رات آپ کو تلاش کر رہی ہے؟ کیا امت کو بے یار و مددگار چھوڑ کر گوشۂ عافیت میں پناہ لینا نبی کے لیے ممکن ہے؟

(۴) احادیث میں مہدی کو خلیفہ کہا گیا ہے جو نبی نہیں یقیناً نبوت سے کمتر درجہ کی چیز ہے اگر حضور ہی مہدی ہیں تو کیا دوسرے دور میں آپ کی رسالت سلب کر لی جائے گی؟ خلافت کا یہی تقاضا ہے کیونکہ وہ نبوت کے ساتھ متحد نہیں ہو سکتی۔

(۵) روایات میں مذکور "یواطی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی" میں غائب و متکلم کی ضمیریں دو مستقل شخصیتوں کا واضح اعلان ہیں۔ آپ یہاں کس بنیاد پر دونوں کی مغایرت ختم کر سکتے ہیں؟

(۶) نزول عیسیٰ کے وقت مسلمانوں کا امام نبوی تصریح کے مطابق امت مسلمہ ہی کا ایک فرد ہو گا اگر محمد و مہدی ایک ہی سکے کے دو رُخ ہیں تو پھر آپ نے امام کی نبوت و رسالت کی وضاحت کیوں نہیں کی؟ اور اسے ایک عام مسلمان کیوں قرار دیا؟

(۷) مہدی جب حضرت عیسیٰ کو امامت کی دعوت دیں گے تو وہ کہیں گے تم مسلمان ایک دوسرے کے امیر ہو تمہارا امام ہی تمہیں نماز پڑھائے اگر شمس صاحب کا دعویٰ درست ہے تو ابن مریم کا یہ جواب مناسب و مدلل نہیں ہے انہیں یہ کہنا چاہیے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کی موجودگی میں میں لامامت کس طرح کر سکتا ہوں لیکن وہ ایسی کوئی بات نہیں کہتے اور مہدی کو صرف ایک امیر قرار دیتے ہیں تو کیا یہ نبیٔ برحق بھی مہدی کی حقیقت سے نا آشنا ہیں؟

(۸) متقدمین و متاخرین تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ اس نماز کے بعد امامت کے منصب پر حضرت عیسیٰ فائز ہوں گے اور تمام نمازیں وہی پڑھائیں گے واقعہ معراج میں تمام انبیاء آپ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے تھے اور کسی نے بھی امامت کی ہمت نہ کی تھی۔ اگر حضور ہی مہدی ہیں تو یہاں حضرت عیسیٰ نے سید الانبیاء کو امامت سے کیسے معزول کر دیا؟

(۹) نزول عیسیٰ کا اصل مقصد دجال کو قتل کرنا ہے سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ان سے بڑی شخصیت خود رسول اللہ ﷺ موجود ہیں تو حضرت عیسیٰ کی آخر کیا ضرورت ہے؟ اور انہیں آگے لا کر اس سلسلے میں خاتم النبیین کو کیوں پیچھے رکھا گیا حالانکہ صحیح روایت میں منقول ہے کہ اگر دجال میری زندگی میں نکل آیا تو میں ہی اس سے نمٹوں گا فانا حجیجه جب حضور ہی مہدی ہیں تو دجال آپ ہی کے ہاتھ سے قتل ہونا چاہیے حضرت عیسیٰ کو یہ اعزاز کیوں دیا جا رہا ہے؟

(۱۰) ابو داؤد کی صحیح حدیث میں مروی ہے کہ مہدی لوگوں کو اپنے نبی کی سنت پر چلائیں گے۔ ویعمل في الناس بسنة نبيه ﷺ جب حضور ﷺ ہی مہدی ہیں تو یہاں نبی سے کون سی شخصیت مراد ہے؟

(۱۱) صحیح روایات میں منقول ہے کہ مہدی میری امت کے آخری حصے میں ہوں گے یخرج في آخر امتي المهدي ہر نبی اپنی امت کے شروع میں ہوتا ہے آخر میں نہیں کیونکہ اس پر تو امت کے وجود کا مدار ہے اگر آپ ہی مہدی ہیں تو پھر "میری امت میں مہدی ہوگا" کا کیا مطلب ہے؟ اور آخری سرے سے کیا مراد ہے؟

(۱۲) آٹھ نو سال میں دنیا کو فتح کر کے مہدی کا انتقال ہوگا۔ حضرت عیسیٰ نماز جنازہ پڑھا کر انہیں دفن کریں گے۔ آپ کہتے ہیں دوسرے دور میں اصلی نہیں روحانی بدن ہوگا۔ جبکہ موت روح کی اصل بدن سے جدائیگی کا نام ہے۔ ان کا جسم ہی نہیں تو روح کہاں سے نکلے گی؟ اور اس کے نکلنے کے بعد کیا بچے گا؟ جسے مسلمان نماز جنازہ پڑھ کر دفن کریں گے؟

(۱۳) علماء کا عقیدہ ہے کہ مہدی کا ظہور چالیس سال کی عمر میں ہوگا۔ اگر حضور ہی مہدی ہیں تو دور ثانی کی شروعات چوسٹھ سال سے ہونی چاہئے کیونکہ آپ کا پہلا دور تریسٹھ سال تک چلا ہے۔ اب دوبارہ زندہ کرنے کی

صورت میں عمر شریف کے ۲۳ سال کیسے کم ہو گئے ؟

(۱۴) صحابہ و تابعین، فقہاء و محدثین، علماء و مفسرین اور تاریخ دعوت و عزیمت کے تمام بلند کردار امام مہدی کو امت مسلمہ کا محض ایک فرد تسلیم کرتے ہیں اور پوری امت میں کوئی بھی انہیں رسول نہیں مانتا۔ اگر وہ واقعی حضور ﷺ ہی ہیں تو مہدی نہیں نبی ہیں اب دوسرے دور میں ان کی نبوت و رسالت پر ایمان نہ رکھنے والے مذکورہ حضرات کو آپ کیا کہیں گے ؟ کیا نبی کی نبوت کو نہ مان کر بھی وہ مسلمان رہ سکتے ہیں ؟

(۱۵) تاریخ اسلام میں حضور کی رجعت کا انکشاف آج پہلی بار ہوا ہے۔ اسلاف چودہ صدیوں تک اس سے کیوں بے خبر رہے ؟ اور آپ نے گھر بیٹھے اس راز کا پتہ کیسے لگا لیا ؟ ان کی ناکامی اور آپ کی سرخ روئی کی آخر وجہ کیا ہے ؟ کیا آپ پر وحی بھی اترنے لگی ؟

(۱۶) ہمارا آخری سوال آپ سے یہ ہے کہ دوسرے دور میں روح ہی محمدی ہو گی یا جسم اطہر بھی ساتھ آئیگا ؟ اگر دونوں بیک وقت موجود ہیں تو اس صورت میں روحانی بعثت کہاں رہ جاتی ہے ؟ وہ تو حضور کی مکمل واپسی ہے جس کے صراحتاً آپ بھی قائل نہیں اگر صرف روح محمدی ہو گی جسم نہیں تو خالی روح کچھ نہیں کر سکتی اسے بہر حال کوئی جسم چاہئے۔ یہ جسم حضور کا نہیں آپ کے بقول امام مہدی کا ہے تو ایک پہلی روح کا دوسرے جسم میں حلول کر کے دوبارہ دنیا میں آنا کیا شرعاً ممکن ہے ؟ یہ بعینہٖ تناسخ کا عقیدہ ہے جس پر اہل ایمان نہیں بت پرست یقین رکھتے ہیں۔ صاف بات یہ ہے کہ کفر و شرک میں ڈوبی کتابیں پڑھ پڑھ کر ان لوگوں کے لاشعور میں آگوان کا عقیدہ جڑ پکڑ گیا ہے اس لیے وہ دبے بھینچے انداز میں گھما گھما کر کہنا یہی چاہتے ہیں کہ امام مہدی کوئی الگ شخصیت نہیں بلکہ ان کے قالب میں حضور ﷺ ہی دوسرا جنم لیں گے۔

نعوذ باللہ الف الف مرۃ من ھٰذہ الھفوات الضالۃ

مقام عبرت

ان سوالات کی روشنی میں یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ مس صاحب نے اس جذباتی تخیل اور غیر فطری نظریے کو ترتیب دینے میں بہت ہی جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے اور اس ذیل میں آنے والی ان احادیث کو پڑھنے کی زحمت تک نہ کی ہے جو کسی نہ کسی حد تک ان کے پاؤں کی بیڑی بن سکتی تھیں۔ اگر زیادہ نہیں وہ دو چار روایتوں کا ہی غائرانہ مطالعہ کر لیتے تو انہیں دل و دماغ میں ایسے غلط خیالات پالنے کی ہمت بھی نہ ہوتی جنہوں نے سلف و خلف کو زیر و زبر کر کے دین و شریعت کے بارے میں ہزاروں شکوک و شبہات کھڑے کر دیئے ہیں ہمارے نزدیک ان باطل عقائد کی قرآن و حدیث میں کوئی جگہ نہیں بس وہ ایک خیال تھا جو بجلی کی طرح موصوف کے ذہن میں کوندا اور کسی بھی احتساب و تجزیے کے بغیر اس کے نشے میں ڈوب کر وہ نکتہ آفرینیاں کرنے لگے، قرآنی آیات کی کھینچا تانی کی، احادیث کو غلط معنی پہنائے، تاریخی روایات کا استحصال کیا اور اپنے دعوے کو ثابت کرنے کی دھن میں وہ اسلاف و اکابر کی تمام تشریحات کو یکسر نظر انداز کر گئے ہیں۔

چنانچہ ان کے دلائل میں پختگی ہے اور نہ استدلال میں طاقت ہے بلکہ قدم قدم پر ان کے مضمون میں تضاد و بے چینی کے نمونے دکھائی پڑتے ہیں۔ ایک طرف وہ دور ثانی کو ایسا راز قرار دیتے ہیں جس کی صحابہ کو بھی خبر نہ تھی اور چودہ صدیوں بعد بمشکل آج اس کی ایک گرہ کھل سکی ہے جبکہ دوسری جانب ان کا کہنا ہے کہ۔

"دو دور بالکل واضح ہیں"

"قرآن وحدیث اس کے ثبوت سے بھرے پڑے ہیں"

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ دور ثانی جب بالکل واضح ہے اور کتاب وسنت بھی اس کی کھلی شہادت دے رہے ہیں تو یہ راز کہاں رہا؟ یہ تو حضور کی رجعت کا فلک شگاف اعلان ہوا اب اس کھلی شہادت اور کھلے اعلان کے باوجود صحابہ واسلاف امت کا دور ثانی سے ناواقف رہنا دراصل ان کی فہم وبصیرت کے متعلق بہت سے شکوک وشبہات پیدا کرتا ہے کہ ان کو آخر کیا ہو گیا تھا کہ قرون اولی سے آج تک نبوت کا ایک ہی دور مانتے رہے اور اس طویل عرصے میں کسی کو بھی دور ثانی کی مطلق خبر نہ ہوئی۔ حالانکہ قرآن وحدیث اس کے ثبوت سے بھرے پڑے ہیں۔ شمس صاحب کے اس موقف کو مان کر اسلاف واکابر کے اعتماد کو مجروح ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا اور وہ سب مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے نظر آئیں گے۔

تاریخ نبوت ورسالت بتاتی ہے کہ ہر نبی نے پچھلے انبیاء کی تصدیق اور آئندہ آنے والے رسولوں پر ایمان لانے کی تاکید کی ہے حضور کے بعد کوئی نبی نہیں اس لیے آپ نے ختم نبوت کا اعلان کر کے امت میں صرف تجدید وخلافت کے دائمی سلسلے کی خبر دی۔ اگر آپ کا دور ثانی مقدر تھا تو اس کی وضاحت تو سب سے زیادہ ضروری تھی تاکہ امت مسلمہ رجعت نبوی تک کسی بھی فتنے کا شکار نہ ہو۔ لیکن وضاحت تو درکنار یہاں تو مسئلہ کو اتنا چھپایا جا رہا ہے کہ قرآن اس بارے میں کچھ بولتا ہے نہ حضور صحابہ کو بتاتے ہیں نہ تابعین کو کچھ پتہ چلتا ہے اور صدیوں تک علماء اس دور سے ناآشنا اور فقہ وحدیث بھی یکسر غافل ٹھہرتے ہیں ہم تو آج تک حضرت عائشہ کے حوالے سے یہی سنتے آئے تھے کہ رسول اللہ بلغ ما انزل الیك کی تعمیل میں وحی کا ایک ایک لفظ صحابہ کو سنایا کرتے تھے اور دین کی کسی بھی چیز کو چھپانا نبی کی شان نہ تھی ورنہ نکاح زینب کا آج کسی کو پتہ

بھی نہیں ہوتا لیکن پندرہویں صدی کے محققوں کی جرأت دیکھئے!! کس دلیری سے وہ حضور کی طرف چھپنے چھپانے کی باتیں منسوب کررہے ہیں اور ناموس رسالت پر حرف گیری کرتے ہوئے ان کا قلم ذرا بھی نہیں کانپتا۔ یہ موقف رسول اللہ تک پہنچنے والے ہمارے فرشتہ صفت اسلاف کی لمبی قطار کو مجروح و چھلنی کر کے چودہ صدیوں تک اسلام کی ایک عظیم حقیقت کے گم ہو جانے کی وکالت کرتا ہے اور اب ہر ذہن میں یہ شبہات پنپتے ہیں کہ اس حیرت ناک انکشاف کے بعد پتہ نہیں کتنے ہزار راز اب بھی قرآن وحدیث میں چھپے پڑے ہیں؟ معلوم نہیں وہ کب کھلیں گے؟ اب اسلام کیا ہوا رازوں کا پٹارہ بن گیا نعوذ باللہ۔

غلط فہمی کی بنیاد

ان کو دراصل سب سے بڑا دھوکہ مہدی کی فتوحات سے ہوا ہے وہ سمجھ رہے ہیں کہ عالمی فتوحات عالمی نبی ہی کر سکتا ہے حالانکہ یہ اصول ہی سرے سے غلط ہے۔ فتح شریعت میں کسی شخصیت کو تولنے کا معیار نہیں بلکہ اس کے مرتبے کی تعیین صرف نصوص کرتی ہیں تاریخ میں کتنے ہی انبیاء ہمیں ایسے نظر آتے ہیں جنہوں نے ایک انچ بھی زمین فتح نہ کی اس کے برعکس بہت سے انھوں نے میلوں علاقے قبضہ لیے خود حضور ﷺ اور صدیق اکبر کی اتنی فتوحات نہیں جتنی اکیلے حضرت عمر کی ہیں حالانکہ وہ بلاشبہ ان دونوں حضرات سے کم درجہ کے انسان تھے تو کیا اس بنیاد پر ہم افضلیت کا معیار بنائیں گے؟ یہ تو بالکل بے تکا اصول ہے۔ اس لیے فتوحات سے گھبرا کر مہدی کو خاتم النبیین بنانا خطرناک لغزش ہے۔

مذکورہ عقائد واقتباسات ہو بہو شمس صاحب کے خیالات ہیں؟ یا ان کے رام پوری ترجمان نے موصوف کے مجمل خاکوں میں اپنے رنگوں

کی آمیزش کی ہے؟ یہ غور و فکر کا موضوع ہے ترجمان صاحب عالم نہیں ہیں بس اردو کی کچھ کتابیں پڑھ کر انہوں نے اجتہاد شروع کر دیا اسی لیے ان کی ترجمانی میں کم علمی، سطحیت، قلت مطالعہ، انفرادیت اور فکری انحراف کے خطرناک نمونے دکھائی پڑتے ہیں پھر انہوں نے فرق باطلہ کے لٹریچر سے بھی استفادہ کیا ہے چنانچہ جس شخص نے بھی "قادیانیت" کا مطالعہ کیا ہے وہ یہاں کہنے پر مجبور ہوگا کہ ترجمان موصوف نے مہدی کا یہ تصور وہیں سے اڑلیا ہے (۱) اور امام کو اہل سنت والجماعت کے جامہ میں ملبوس کرنے کے بجائے مرتد و گمراہ غلام احمد قادیانی کی قبا پہنائی ہے اگر امام مہدی کے سلسلہ میں ان لوگوں کا آج بھی یہی موقف ہے جو آٹھ دس سال قبل ہفت روزہ اخبار نو نئی دہلی میں شائع ہوا تھا تو بلاشبہ یہ نہایت خطرناک، ایمان کش اور مشرکانہ موقف ہے ہمیں افسوس ہے کہ ان خیالات کا ہم نے اس وقت مطالعہ کیا جب کہ شمس صاحب دنیا میں موجود نہیں ہیں کاش آج وہ زندہ ہوتے اور ہمارے اس علمی تجزیے کو پڑھتے!! وہ ایک متواضع، رقیق القلب اور انانیت سے کوسوں دور شخص تھے ہمیں امید ہی نہیں سو فیصد یقین ہے کہ غلطی واضح ہونے پر وہ ان خیالات سے رجوع کر کے فوراً توبہ کر لیتے۔ اب افسوس کے ساتھ ہم ان کے متعلقین سے بے حد عاجزانہ و ملتجیانہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان باطل عقائد سے پہلی فرصت میں توبہ کریں۔ یہ شمس صاحب کی اخروی راحت اور آپ کی ہدایت کے لیے بے حد ضروری ہے ورنہ کل قیامت میں باز پرس سے آپ بھی نہ بچ سکیں گے خداوند قدوس ہم سب کی مغفرت فرمائے۔

---

(۱) ملاحظہ ہو قادیانی کی کتاب خطبہ الہامیہ، ص: ۱۸۰-۱۸۱۔

مبحث پنجم

امام مہدی مودودی صاحب کی نظر میں

مسئلہ مہدی کو پوری طرح نہ سمجھنے والے پانچویں شخص مولانا ابوالاعلی مودودی ہیں یہ ۳/رجب ۱۳۲۱ھ مطابق ۲۵/ستمبر ۱۹۰۳ء کو اورنگ آباد میں پیدا ہوئے والد کا نام سید احمد حسن تھا ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی، ۱۹۱۴ء میں مدرسہ فوقانیہ سے مولوی کا امتحان دیا۔ اس مدرسہ کے صدر مولانا حمید الدین فراہی تھے۔ کچھ عرصہ بعد ان کے والد کا انتقال ہو گیا تو اپنے بڑے بھائی مولانا ابوالخیر کے ہمراہ وہ بجنور چلے آئے یہیں سے ان کی صحافتی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ وہ تقریباً دس سال تک "تاج"، "مسلم" اور "الجمعیہ" جیسے پرچوں کے ایڈیٹر رہے۔ ۱۹۳۲ء میں انہوں نے حیدرآباد سے "ترجمان القرآن" نکالنا شروع کیا اور ۱۹۳۸ء میں وہ لاہور منتقل ہو گئے ۔اگست ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی قائم کی تقسیم ہند کے بعد وہ کئی مرتبہ جیل بھی گئے۔ ایک مرتبہ پھانسی کی سزا بھی تجویز ہوئی جسے بعد میں عمر قید سے بدل دیا گیا پھر صلح صفائی کی بدولت وہ جیل سے بھی رہا کر دیئے گئے ۱۹۷۹ء میں ان کا انتقال ہوا اس طرح ان کی عمر کل ۷۶/سال بنتی ہے۔

انہوں نے مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں لکھی ہیں اپنے مخصوص فکر و خیالات، تصوف و طریقت سے بعد، حد سے زیادہ خود اعتمادی انبیاء و صحابہ کے بارے میں ناروا اسلوب اور اسلاف امت کے سلسلہ میں غیر محتاط

رویہ کی اہل علم وفضل کو ان سے ہمیشہ شکایت رہی اور نامور دینی شخصیات کی جانب سے بھی ان پر مدلل علمی تنقیدیں ہوتی رہی ہیں

مسئلہ مہدی بھی انہیں اختلافی مسائل کا ایک اہم موضوع ہے جس پر موصوف نے بڑی شرح وسط کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اپنے مخصوص و منفرد خیالات پیش کیے ہیں اور مہدی کی شخصیت وعلامات، سیرت و کردار اور حالات وکیفیات کے پہلوؤں پر وہ متقدمین ومتاخرین علماء کی تشریحات سے قطعاً اتفاق نہیں کرتے۔ ہم پہلے ان کی کتاب "تجدید واحیاء دین" سے ان کا تصور مہدی پیش کرتے ہیں پھر ایک مفصل تجزیہ کر کے ان غلطیوں کی بھی واضح نشاندہی کریں گے جن کے باعث مولانا مودودی صاحب مسئلہ مہدی کو بالکل نہ سمجھ سکے اور ان کا قلم افراط و تفریط ہی میں الجھ گیا۔

تجدید کے شعبے

"تجدید واحیاء دین" کا موضوع اپنے نام سے ظاہر ہے۔ اس میں مصنف نے سب سے پہلے اسلام اور جاہلیت کی اصولی کشمکش کی ایک مفصل بساط بچھائی ہے۔ پھر نبوت اور خلافت راشدہ کے روشن حقائق سے پردہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے جاہلیت کے مزاج وفطرت تجدید دین کی اہمیت اور مجدد دین کی ضرورت پر بھی خاصہ طویل کلام کیا ہے۔ اس کے بعد کار تجدید کی نوعیت کے عنوان سے کتاب کا ایک نیا باب شروع ہوتا ہے جس میں موصوف نے نبوت وتجدید کے بنیادی فرق پر گفتگو کی اور مجدد کے لیے نو چیزوں کو ضروری قرار دیا ہے (۱) اپنے ماحول کا صحیح تجزیہ (۲) امت مسلمہ کے مرض کی شناخت (۳) اپنی صلاحیت وطاقت کا صحیح اندازہ (۴) ذہنی وفکری انقلاب کی کوشش (۵) اصلاح معاشرہ کی وسیع جدوجہد

(۶) اجتہاد فی الدین (۷) باطل کی سرکوبی اور اسلام کی سربلندی کی کوشش (۸) خلافت علی منہاج النبوۃ کا احیاء (۹) عالمگیر اسلامی انقلاب برپا کرنے کی جدوجہد تجدید و مجدد کی مکمل وضاحت کے بعد مولانا مودودی صاحب یوں رقمطراز ہیں۔

مجدد کامل

ان شعبوں پر غائرانہ نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی تین مدات تو ایسی ہیں جو ہر اس شخص کے لیے ناگزیر ہیں جو تجدید کی خدمت انجام دے لیکن باقی چھ مدیں ایسی ہیں جن کا جامع ہونا مجدد ہونے کے لیے شرط نہیں ہے۔ بلکہ جس نے ایک، دو، تین چار شعبوں میں کوئی نمایاں کارنامہ انجام دیا ہو وہ بھی مجدد قرار دیا جاسکتا ہے۔ البتہ اس قسم کا مجدد جزوی مجدد ہوگا۔ کامل مجدد نہ ہوگا۔ کامل مجدد صرف وہ شخص ہو سکتا ہے جو ان تمام شعبوں میں پورا کام انجام دے کر وراثت نبوت کا حق ادا کردے…….. تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدد کامل پیدا نہیں ہوا ہے۔ قریب تھا کہ عمر ابن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہوتے مگر وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ ان کے بعد جتنے مجدد پیدا ہوئے ان میں سے ہر ایک نے کسی خاص شعبے یا چند شعبوں ہی میں کام کیا مجدد کامل کا مقام ابھی تک خالی ہے۔ مگر عقل چاہتی ہے فطرت مطالبہ کرتی ہے اور دنیا کے حالات کی رفتار متقاضی ہے کہ ایسا لیڈر پیدا ہو۔ خواہ اس دور میں پیدا ہو یا زمانہ کی ہزاروں گردشوں کے بعد پیدا ہو۔ اسی کا نام الامام المہدی ہوگا جس کے بارے میں صاف پیشین گوئیاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں موجود ہیں (۱)

(۱) تجدید و احیاء دین، ص ۳۶

مہدی کی تفصیلات موضوع ہیں

حضور ﷺ کی ان پیشین گوئیوں میں امام مہدی کے حسب ونسب، نسل وخاندان نام وولدیت، شکل وصورت اور عادات واخلاق سے متعلق ہمیں بہت سی تفصیلات بھی ملتی ہیں کیاان کے ظہور کی طرح یہ تفصیلی علامات بھی صحیح اور درست ہیں؟ مولانا مودودی صاحب جواب دیتے ہیں۔

میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ نفس ظہور مہدی کی خبر کی حد تک تو یہ روایات صحیح ہیں لیکن تفصیلی علامات کا بیشتر بیان غالباً وضعی ہے اور اہل غرض نے شاید بعد میں ان چیزوں کو اصل ارشاد نبوی پر اضافہ کیا ہے مختلف زمانوں میں جن لوگوں نے مہدی موعود ہونے کے جھوٹے دعوے کیے ہیں ان کے لٹریچر میں بھی آپ دیکھیں گے کہ ان کی ساری فتنہ پردازی کے لیے مواد انہی روایت نے بہم پہنچایا ہے میں نے جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیوں پر غور کیا ہے ان کا انداز یہ نہیں ہوتا کہ کسی آنے والی چیز کی علامات و تفصیلات اس طریقے سے کبھی آپ نے بیان کی ہوں جس طرح ظہور مہدی کی احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ آپ بڑی بڑی اصولی علامات تو ضرور بیان فرمادیا کرتے تھے۔ لیکن جزئی تفصیلات بیان کرنا آپ کا طریقہ نہ تھا۔(۱)

بعض روایات کی حد تک تو یہ بات صحیح ہو سکتی ہے کہ وہ غلط اور یقیناً موضوع ہیں کیونکہ ان کے راوی شیعیت اور خارجیت کی وجہ سے ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں لیکن ہمارے پاس تو ایسی روایتوں کی بھی کمی نہیں جن کے راوی شیعیت میں مبتلا ہیں نہ خارجیت سے انہیں کوئی سروکار ہے بلکہ جرح وتعدیل کے ائمہ بھی انہیں صدوق وثقہ قرار دیتے ہیں تو کیا تفصیل

---

(۱) تجدید واحیاء دین، ص:۱۵۱

وعلامات کے باب میں ان حضرات کی صحیح احادیث کو بھی ٹھکرادیا جائے؟ مولانا مودودی صاحب جواباً عرض کرتے ہیں۔

امام مہدی کے متعلق جو احادیث مختلف کتب حدیث میں مروی ہیں۔ ان کے متعلق میں اپنی تحقیق کا خلاصہ اس سے پہلے عرض کر چکا ہوں۔ جو لوگ مہدی کے متعلق کسی روایت کو ماننے کے لیے اتنی بات کو کافی سمجھتے ہیں کہ وہ حدیث کی کسی کتاب میں درج ہے یا تحقیق کا حق ادا کرنے کے لیے صرف اس مرحلہ تک پہنچ سکتے ہیں کہ راویوں کے متعلق یہ معلوم کریں کہ وہ ثقہ ہیں یا نہیں ان کے لیے یہ درست ہے کہ اپنا وہی عقیدہ رکھیں جو انہوں نے روایات میں پایا ہے لیکن جو لوگ ان روایات کو جمع کر کے ان کا باہمی مقابلہ کرتے ہیں اور ان میں بکثرت تعارضات پاتے ہیں نیز جن کے سامنے بنی فاطمہ اور بنی عباس اور بنی امیہ کی کشمکش کی پوری تاریخ ہے اور وہ صریح طور پر دیکھتے ہیں کہ اس کشمکش کے فریقوں میں سے ہر ایک کے حق میں متعدد روایات موجود ہیں اور راویوں میں سے بھی اکثر و بیشتر وہ لوگ ہیں جن کا ایک نہ ایک فریق سے کھلا ہوا تعلق تھا ان کے لیے یہ بہت مشکل ہے کہ ان روایات کی ساری تفصیلات کو صحیح تسلیم کریں۔(۱)

پہلے وضع روایت کی شکایت تھی اور اب تعارض احادیث، قبائلی وخاندانی کشمکش اور راویوں کی کھلی جانبداری کا شکوہ۔ کل ملا کر نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ظہور مہدی کے بعد مودودی صاحب کو اس سلسلے کی کوئی علامت وتفصیل قبول نہیں کسی بھی طرح کا تبصرہ کیے بغیر ہم اب آگے قدم بڑھاتے ہیں تاکہ موصوف کے مزید خیالات و تشریحات کو نقل کریں اور ان کے تصور مہدی کی پوری پوری وضاحت ہو۔ چنانچہ آگے چل کر وہ مہدی پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں۔

---

(۱) تجدید و احیاء دین، ص: ۱۵۷

حضورؐ نے مہدی کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کے معنی ہیں ہدایت یافتہ
کے "ہادی" کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے۔ مہدی ہر وہ سردار، لیڈر، اور امیر
ہو سکتا ہے جو راہ راست پر ہو "المہدی" زیادہ سے زیادہ خصوصیت کے
لیے استعمال ہو گا جس سے آنے والے کی کسی خاص امتیازی شان کا اظہار
مقصود ہے اور وہ امتیازی شان حدیث میں اس طرح بیان کر دی گئی ہے کہ
آنے والا خلافت علی منہاج النبوۃ کا نظام درہم برہم ہو جانے اور ظلم و جور
سے زمین کے بھر جانے کے بعد از سر نو خلافت کو منہاج نبوت پر قائم
کرے گا اور زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ بس یہی چیز ہے جس کی وجہ
سے اس کو مختص و ممتاز کرنے کے لیے مہدی پر "ال" داخل کیا گیا ہے
لیکن یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ مہدی کے نام سے دین میں کوئی خاص
منصب قائم کیا گیا ہے جس پر ایمان لانا اور جس کی معرفت حاصل کرنا
ویسے ہی ضروری ہے جیسا انبیاء پر ایمان لانا اور اس کی اطاعت بھی شرط
نجات اور شرط اسلام و ایمان ہو۔ نیز اس خیال کے لیے بھی حدیث میں
کوئی دلیل نہیں ہے کہ مہدی کوئی امام معصوم ہو گا در اصل یہ معصومیت
غیر انبیاء کا تخیل ایک خالص شیعی تخیل ہے جس کی کوئی سند کتاب سنت
میں موجود نہیں ہے۔ (تجدید و احیاء دین)

یہ صحیح ہے کہ مہدویت اسلام میں نہ کوئی ایسا منصب ہے کہ رسالت
و نبوت کی طرح اس پر ایمان لایا جائے اور نہ ہی امام مہدی انبیاء و رسل کی
مانند ایسے محفوظ و معصوم ہیں کہ ان سے سہو اًصغائر بھی سرزد نہ ہوں۔ ان کی
حقیقت بس اتنی ہے کہ وہ امت میں اتحاد و دین کی روح پھونک کر مدتوں
بعد ایسی عظیم اسلامی حکومت قائم کریں گے جو باطل کی بیخ کنی اور اعلاء دین
کو آخری درجے پر پہنچا دے گی۔ اتنا عظیم کارنامہ انجام دینے والا یہ عظیم شخص
کس نوعیت کا ہو گا؟ عقلاً، ونقل کی رو سے تو اسے بھی خلفاء راشدین صحابہ

وتابعین اور اسلاف و مجددین کی طرح ٹھیٹ دیندار ہی ہونا چاہیے! کیا ہمارا یہ خیال درست ہے؟ مولانا مودودی صاحب تردید کرتے ہیں۔

مہدی کا عمومی تصوّر

مسلمانوں میں جو لوگ الامام المھدی کی آمد کے قائل ہیں وہ بھی ان متجددین سے جو اس کے قائل نہیں ہیں اپنی غلط فہمیوں میں کچھ پیچھے نہیں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ امام مہدی کوئی اگلے وقتوں کے مولویانہ وصوفیانہ وضع قطع کے آدمی ہوں گے، تسبیح ہاتھ میں لیے یکایک کسی مدرسے یا خانقاہ کے حجرے سے برآمد ہوں گے۔ آتے ہی انا المھدی کا اعلان کریں گے علماء اور مشائخ کتابیں لیے ہوئے پہنچ جائیں گے اور لکھی ہوئی علامتوں سے ان کے جسم کی ساخت وغیرہ کا مقابلہ کرکے انہیں شناخت کرلیں گے پھر بیعت ہوگی اور اعلان جہاد کردیا جائے گا۔ چلے کھینچے ہوئے درویش اور سب پرانے طرز کے "بقیہ السلف" ان کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔ تلوار تو محض شرط پوری کرنے کے لیے برائے نام چلانی پڑے گی۔ اصل میں سارا کام برکت اور روحانی تصرف سے ہوگا۔ پھونکوں اور وظیفوں کے زور سے میدان جیتے جائیں گے۔ جس کافر پر نظر ماریں گے تڑپ کر بے ہوش ہو جائے گا اور محض بدعا کی تاثیر سے ٹینکوں اور ہوائی جہازوں میں کیڑے پڑ جائیں گے۔(۱)

یہ خیالات کتنے صحیح اور کتنے غلط ہیں یہ الگ مسئلہ ہے لیکن اس مقام پر ان کے طرز واسلوب کو کسی بھی صورت میں علمی اور شائستہ نہیں کہا جاسکتا۔ یہ تو ایسا ناروا انداز ہے جس کی زد میں ذکر وعبادت، تصرف وکرامت، علماء امت اور تمام دینی شعائر ہی نہیں بلکہ چودہ سو سالہ پوری دینی تاریخ

---

(۱) تجدید واحیاء دین۔

آگئی ہے۔ بلاشبہ یہ ایسی خطرناک باتیں ہیں جن کے تصور سے ایک عام مسلمان تک لرز اٹھتا ہے۔ ہم تو یہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس مقام پر اگر تھوڑی دیر بھی غور کر لیتے تو ایسی ناشائستہ باتیں لکھتے ہوئے ان کا قلم ضرور شرماتا آگے رقم طراز ہیں

مہدی ایک جدید ترین لیڈر

ظہور مہدی کے متعلق عام لوگوں کے تصورات کچھ اسی قسم کے ہیں مگر میں جو کچھ سمجھتا ہوں اس سے مجھ کو معاملہ بالکل برعکس نظر آتا ہے۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ آنے والا اپنے زمانے میں بالکل جدید ترین طرز کا لیڈر ہوگا۔ وقت کے تمام علوم جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہوگی۔ زندگی کے سارے مسائل مہمہ کو وہ خوب سمجھتا ہوگا عقلی وذہنی ریاست، سیاسی تدبر اور جنگی مہارت کے اعتبار سے وہ تمام دنیا پر اپنا سکہ جمادے گا۔ اور اپنے عہد کے تمام جدیدوں سے بڑھ کر جدید ثابت ہوگا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی جدتوں کے خلاف مولوی اور صوفی صاحبان ہی سب سے پہلے شورش برپا کریں گے پھر مجھے یہ بھی امید نہیں کہ اپنی جسمانی ساخت میں وہ عام انسانوں سے کچھ بہت مختلف ہوگا کہ اس کی علامتوں سے اس کو تاڑ لیا جائے نہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنے مہدی ہونے کا اعلان کرے گا بلکہ شاید اسے خود بھی اپنے مہدی موعود ہونے کی خبر نہ ہوگی اور اس کی موت کے بعد اس کے کارناموں سے دنیا کو معلوم ہوگا کہ یہی تھا وہ خلافت کو منہاج النبوۃ پر قائم کرنے والا جس کی آمد کا مژدہ سنایا گیا تھا۔ جیسا کہ میں پہلے اشارہ کر چکا ہوں نبی کے سوا کسی کا یہ منصب نہیں ہے کہ دعوے سے کام کا آغاز کرے اور نہ نبی کے سوا کسی کو یقینی طور سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس خدمت پر مامور ہوا ہے۔ مہدویت

دعویٰ کرنے کی چیز نہیں، کر کے دکھانے کی چیز ہے۔ اس قسم کے دعوے
جو لوگ کرتے ہیں اور جو ان پر ایمان لاتے ہیں۔ میرے نزدیک دونوں
اپنے علم کی کمی اور ذہن کی پستی کا ثبوت دیتے ہیں۔ (تجدید و احیاء دین)

پہلا شبہ

یہاں معاصرین نے متعدد سوالات کئے انہیں میں سے ایک سوال تو یہ
تھا کہ آپ کے کہنے کے مطابق جب امام مہدی مولویانہ لباس میں ہونے کے
بجائے جدید بلکہ تمام جدیدوں سے بڑھ کر جدید ہوں گے تو کیا ان کی وضع قطع
بھی جدید اور ماڈرن ہو گی جو آج کل ہپیوں کا شعار ہے؟ مولانا مودودی
صاحب کو اپنی اس غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے صفائی دیتے ہوئے کہا۔

میں نے جو یہ بات کہی ہے کہ مہدی موعود جدید ترین طرز کا لیڈر ہو گا
اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ داڑھی منڈوائے گا۔ کوٹ پتلون پہنے گا
اور اپ ٹوڈیٹ فیشن میں رہے گا بلکہ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ وہ
جس زمانہ میں بھی پیدا ہو گا اس زمانے کے علوم سے حالات سے اور
ضروریات سے پوری طرح واقف ہو گا۔ اپنے زمانے کے مطابق عملی
تدبیر اختیار کرے گا اور ان تمام آلات و وسائل سے کام لے گا جو اس دور
میں سائینٹفک تحقیقات سے دریافت ہوئے ہوں۔ (تجدید و احیاء دین)

دوسرا شبہ

دوسرا شبہ بعض شخصیتوں نے یہ ظاہر کیا کہ مہدی کی تفصیلی علامات کا انکار
کر کے مولانا مودودی صاحب علوم جدیدہ مسائل مہمہ، سیاسی تدبر اور صرف
جدید لیڈر جیسے اوصاف کا تذکرہ کر رہے ہیں جو خود ان کی ذات پر منطبق ہوتے
ہیں!! آخر اس میں کیا حکمت ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ دل میں خود ہی

مہدی بننے کا خیال کر رہے ہوں؟ مولانا مودودی صاحب اس پر بگڑ کر اٹھے اور اس کی تردید کرتے ہوئے کہا۔

اس قسم کے شبہات کا اظہار کرنا کسی ایسے آدمی کا کام تو نہیں ہو سکتا جو خدا سے ڈرتا ہو۔ جسے خدا کے سامنے اپنی ذمہ داری کا احساس ہو اور جس کو اللہ تعالیٰ کی یہ ہدایت بھی یاد ہو۔ اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم جو حضرات اس قسم کے شبہات کا اظہار کر کے بندگانِ خدا کو جماعت اسلامی کی دعوت حق سے روکنے کی کوشش فرما رہے ہیں میں نے ان کو ایسی خطرناک سزا دینے کا فیصلہ کر لیا ہے جس سے وہ کسی طرح رہائی حاصل نہیں کر سکیں گے اور وہ سزا یہ ہے کہ انشاء اللہ میں ہر قسم کے دعووں سے اپنا دامن بچاتے ہوئے اپنے خدا کی خدمت میں حاضری دوں گا اور پھر دیکھوں گا کہ یہ حضرات خدا کے سامنے اپنے ان شبہات کی اور انکو بیان کر کے لوگوں کو حق سے روکنے کی کیا صفائی پیش کرتے ہیں۔

(تجدید و احیاء دین)

یہ تو مہدی کی شخصیت و سیرت کا مسئلہ تھا اب موضوع ان کے کام کی نوعیت ہے ہم دیکھتے ہیں کہ جن اصحاب تجدید اور اہل صلاح و تقویٰ نے اسلامی تاریخ پر اپنے گہرے اور انمٹ نقوش چھوڑے ہیں برکت اور روحانی تصرف جیسے عنوان بھی سے وابستہ رہے اور ان سے بے شمار کشف و کرامات کا بھی ظہور ہوا۔ حالانکہ یہ سب موصوف کی اصطلاح میں محض "جزوی مجدد" تھے تو امام مہدی جو موصوف کے بقول "مجدد کامل" ہیں کیا کشف و کرامات سے بالکل ہی خالی ہوں گے؟ اور ان کی انقلابی فتوحات میں وہ برکت و نصرت ذرا بھی کارفرما نہ ہو گی جس کا اہل نظر انبیاء و رسل، خلفاء راشدین اور صحابہ و تابعین وغیرہ کے تمام زمانوں میں مشاہدہ کرتے رہے ہیں؟ مولانا مودودی صاحب اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مہدی کرامت نہیں جدوجہد کا نام ہے

مہدی کے کام کی نوعیت کا جو تصور میرے ذہن میں ہے وہ بھی ان حضرات کے تصور سے بالکل مختلف ہے مجھے اس کے کام میں کرامت خوارق، کشوف والہامات اور چلوں اور "مجاہدوں" کی کوئی جگہ نظر نہیں آتی میں یہ سمجھتا ہوں کہ انقلابی لیڈر کو دنیا میں جس طرح شدید جدوجہد اور کشمکش کے مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے انہی مرحلوں سے مہدی کو بھی گزرنا پڑے گا۔ وہ خالص اسلام کی بنیاد پر ایک نیا مذہب فکر SCHOOL OF THUOUGHT پیدا کرے گا۔ ذہنیتوں کو بدلے گا ایک زبردست تحریک اٹھائے گا جو بیک وقت تہذیبی بھی ہو گی اور سیاسی بھی۔ جاہلیت اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اس کو کچلنے کی کوشش کرے گی مگر بالآخر وہ جاہلی اقتدار کو الٹ کر پھینک دیگا اور ایک ایسا زبردست اسلامی اسٹیٹ قائم کرے گا جس میں ایک طرف اسلام کی پوری روح کارفرما ہو گی اور دوسری طرف سائنٹفک ترقی اوج کمال پر پہنچ جائے گی جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے "اس کی حکومت سے آسمان والے بھی راضی ہوں گے اور زمین والے بھی، آسمان دل کھول کر اپنی برکتوں کی بارش کر دے گا اور زمین اپنے پیٹ کے سارے خزانے اگل دے گی۔

یہ ہے مولانا مودودی صاحب کا تصور مہدی جو آج سے نصف صدی قبل انہوں نے اپنی کتاب "تجدید واحیاء دین" میں پیش کیا تھا۔ اس پر معاصرین نے جو شبہات واشکالات پیش کیے اور موصوف نے ان کے جو جوابات دیئے ہم نے متعلقہ عبارات کے ذیل میں انہیں بے کم وکاست نقل کر دیا ہے تاکہ بددیانتی کا کوئی الزام نہ لگ سکے۔

تفردات مودودی

لیکن موصوف کی تمام صفائیوں کے باوجود یہاں اب بھی بہت سی باتیں محل نظر ہیں جنہیں عقل کسی صورت قبول نہیں کرتی اور احادیث وآثار بھی قدم قدم پر ان کی تردید کرتے ہیں۔ ہم قاری کی سہولت کے لیے ان منفرد نکات وخیالات کو مختصراً اب نمبروار ذکر کرتے ہیں جو مسئلہ مہدی کی تفہیم وتشریح میں مولانا مودودی صاحب نے اسلاف سے ہٹ کر قائم کیے ہیں تاکہ ان کے تصور مہدی کے مابہ الامتیاز اصول وعقائد اچھی طرح قارئین کے ذہنوں میں جاگزیں ہو جائیں اور وہ ہماری مدلل تشریحات وتنقید کی روشنی میں بآسانی مولانا مودودی کی لغزشوں کو سمجھ سکیں۔ ان کے اس طویل مضمون میں تین باتیں ایسی ہیں جو غالباً آج تک کسی عالم سے منقول نہیں اور ہماری معلومات کی حد تک مولانا مودودی صاحب تاریخ اسلام کے شاید پہلے وہ فرد ہیں جنہوں نے مہدی کے سلسلے میں ایسے عجیب وغریب انکشاف کیے ہیں۔

(۱) امام مہدی کا ظہور تو برحق ہے لیکن ان کی تفصیلی علامات موضوع ہیں۔

(۲) اپنی حقیقت سے نہ وہ خود آگاہ ہوں گے نہ ہی معاصرین انہیں پہچان سکیں گے بلکہ ان کی موت کے بعد ہی یہ ظاہر ہو سکے گا کہ فلاں بن فلاں ہی امام مہدی تھے۔

(۳) ان کی فتوحات عزم وحزم، جنگی مہارت اور طاقت ووسائل کے بل پر ہونگی۔ ان میں کشف وکرامات اور روحانی برکت وتصرف کا کوئی دخل نہ ہوگا۔

پہلی تنقیح

مہدی کا ظہور برحق اور ان کی تفصیلی علامات وضعی ہیں۔ اس نظریے کی تنقیح کے لیے ہم یہاں چند مقدمات قائم کرتے ہیں۔

پہلا مقدمہ

امام مہدی اور ان کی شخصیت و کارناموں کی تفصیل صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد، مستدرک حاکم، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند بزار، مصنف عبد الرزاق، مسند ابی یعلی، اوسط طبرانی، مسند ابی اسامہ، بیہقی اور مشکوۃ المصابیح وغیرہ جیسی حدیث کی مقبول کتابوں سے ثابت ہیں۔ اگر یہ کتابیں اور انکے مصنف معتبر ہیں تو وجود مہدی کے ساتھ ساتھ ان کی بیان کردہ تفصیلات بھی صحیح ہیں لیکن بالفرض وہ آپ کے نزدیک ناقابل اعتبار ہیں تو جزئی تفصیلات کے ساتھ امام مہدی کا وجود بھی باطل ہے۔ ایک ہی اصل سے ماخوذ مسئلہ کو آدھا تسلیم کرنا اور آدھا ٹھکرا دینا آخر کہاں کی منطق ہے؟ کیا موصوف اس موقف کی کوئی معقول دلیل دے سکتے ہیں؟

دوسرا مقدمہ

مہدی کی روایات کئی طبقوں سے منقول ہیں۔ ان میں پہلا طبقہ تو صحابہ کرام کا ہے جو ۲۴ افراد پر مشتمل ہے۔ ان میں تین عشرہ مبشرہ ہیں۔ وہ سب بلاشبہ عادل و ثقہ ہیں اور امت کے اجماعی عقیدے الصحابة کلھم عدول کی رو سے وہ ہر قسم کی جرح و تنقید سے بالاتر ہیں۔ دوسرا طبقہ تابعین کا ہے جس میں ابو نضرہ، مجاہد، سعید بن مسیب، اور محمد ابن الحنفیہ جیسے بے شمار مستند اکابر کے نام ملتے ہیں جبکہ تیسرے طبقے میں تبع تابعین اور ان راویوں کی بھی ایک لمبی فہرست نظر آتی ہے جو محدثین کی جرح و تعدیل کی کسوٹی پر کھرے اترے ہیں یہ تینوں ہی وجود و ظہور کے علاوہ مہدی کی مخصوص علامات کو اہتمام سے نقل کرتے ہیں۔ مولانا مودودی انہیں سچا سمجھتے ہیں تو امام کی شخصیت کے ساتھ جزئی تفصیلات کو

بھی درست تسلیم کریں۔ اور اگر وہ ان کے نزدیک جھوٹے اور نا قابل اعتبار ہیں تو تفصیلی علامات کے ساتھ مہدی کے وجود کا بھی انکار کریں۔ ایک شخص کو اصول و مبادی میں ثقہ قرار دینا اور فروع و تشریح کے باب میں جھٹلا دینا عقل و نقل کے خلاف ہے۔

تیسرا مقدمہ

احادیث کے رد و قبول کا مدار درجات و مراتب پر ہے۔ اگر وہ صحیح و حسن ہیں تو انہیں بالاتفاق قبول کیا جائے گا جب کہ موضوع یا حد درجہ ضعیف ہونے کی صورت میں وہ ٹھکرادی جائیں گی۔ یہ علم حدیث کا ایسا مسلم اصول ہے جو محدثین کے یہاں ہمیشہ معروف و مقبول رہا ہے اور امت کے کسی فرد نے اس میں آج تک کوئی اختلاف نہیں کیا۔ مہدی کی روایات ہر طرح کی ہیں۔ ضعیف و موضوع سے متعلق تو ہمیں آپ سے کوئی شکوہ نہیں۔ چاہے قبول کریں چاہے رد کریں لیکن صحیح و حسن کی بابت ہم اتنا ضرور عرض کریں گے کہ محض ذوق کی بنیاد پر انہیں غیر معتبر قرار دینا محدثین کے اصولوں کی صریح مخالفت اور اجماع امت کو توڑ ڈالنا ہے۔ آپ ان احادیث کو نہیں مانتے تو اصولاً سب کو ٹھکرا دیجئے مگر یہ کیا بے تکا ڈھنگ ہے کہ ایک مقام پر تو ان کی بنیاد پر مہدی کا پورا وجود تسلیم کر رہے ہیں اور شرح و تفصیل کے دوسرے باب میں آپ اسی درجہ کی صحیح و حسن روایتوں کو بلا دلیل ٹھکرا دیتے ہیں؟

رواۃ مہدی غیر جانب دار نہیں

آپ کا یہ کہنا کہ راویوں کا بنو امیہ، بنو عباس اور بنی فاطمہ سے کھلا تعلق ہے اس لیے روایات مقبول نہیں۔ آپ کی بھاری چوک ہے کیونکہ

یہ عیب صرف تفصیل وعلامات ہی میں نہیں خود مہدی کے وجود کو ثابت کرنے والی روایتوں میں بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ اب امام کی شخصیت کو اپنے اس خودساختہ اصول کی زد میں آنے سے آخر آپ کس طرح روکیں گے؟ نیز یہ فلسفہ تو آپ کے بھی پورے لٹریچر کو لے ڈوبے گا کیونکہ اس میں بھی ایسی سینکڑوں حدیثیں موجود ہیں جن کے راویوں کا بنوامیہ یا بنو عباس سے کھلا تعلق ہے لیکن آپ نے ان سے استدلال کرنے میں اس طرح کا کوئی لحاظ نہیں کیا اور اپنے اصول کی خود قدم قدم پر دھجیاں اڑائی ہیں۔ اس لیے تفصیل وعلامات کا انکار کرنے کے لیے ایسے اصول کا سہارا لینا در اصل مہدی کے پورے وجود کو خطرے میں ڈالنا ہے۔

جزئی علامات جھوٹے مہدیوں کی مدد کرتی ہیں

شرح وتفصیل کے رد میں دوسری دلیل مولانا مودودی صاحب یہ دیتے ہیں کہ جزئی علامات پر مشتمل ان روایتوں نے ہی ہر دور میں جھوٹے مہدیوں کو مواد فراہم کیا ہے اور انہیں کا سہارا لے کر وہ مسلسل فتنہ پردازی کرتے رہے ہیں۔ مولانا مودودی نے یہاں بالکل الٹی بات کہی ہے کیونکہ کسی بھی شخصیت کا حسب ونسب، نام وولدیت، نسل وخاندان، عادات واخلاق، شکل وصورت اور حیات وکارناموں کی شرح وتفصیل ہی وہ معین کسوٹی ہے جو جھوٹے مدعیوں کو اس کا روپ دھارنے سے باز رکھتی ہے۔ اور لوگ بآسانی ان کے مکروفریب کا ادراک کرلیتے ہیں ورنہ اجمالی تعارف کی صورت میں تو ان ظالموں کا راستہ بالکل صاف ہے اور کسی بھی پہلو سے ان کی کوئی گرفت نہیں ہوسکتی چنانچہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ گذشتہ صدیوں میں جن لوگوں نے بھی مہدی ہونے کا دعوی کیا وہ سب بری طرح ناکام ہوئے اور چند احمقوں کو چھوڑ کر امت کے ہر فرد نے انہیں

مہدویت کا دعویٰ کرتے ہی جھٹلا دیا۔ تصدیق و تکذیب کی یہ تیز و تند اسپرٹ ہم میں آخر کہاں سے آئی یقیناً تفصیلی علامات پر مشتمل مہدی کی انہیں روایات سے جنہیں مولانا مودودی آج جھوٹ کا پشتارہ بتلا رہے ہیں۔ خدا کی قسم امام کے سلسلے میں اگر ہمارے پاس یہ واضح تفصیلات وہدایات نہ ہوتیں تو ہم ہر مرتبہ گر گر کر ٹھوکریں کھاتے اور ان بے شمار مہدیوں کے ہاتھوں لٹ پٹ کر امت دین وایمان ہی نہیں اپنا وجود تک کھو بیٹھتی۔ اس لیے سچی بات یہ ہے کہ مہدی کی علامات اہل غرض کی گڑھنت نہیں بلکہ نبوت کی عطا کردہ وہ روشن کسوٹی ہیں جو ہر دور میں نقلی مہدیوں کی قلعی کھولتی رہی ہیں۔ اور یہی قیامت کے قریب چہار دانگ عالم میں امام موصوف کی خلافت و مجددیت کا فلک شگاف اعلان کریں گی۔

جزئی تفصیلات کا بیان نبوی طریقہ نہ تھا

علامات مہدی کے انکار کی بابت مولانا مودودی کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اس باب میں امام کے حیات وکارناموں سے متعلق ہمیں ایک ایک جزئیہ تفصیل سے ملتا ہے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیشین گوئی میں صرف اصولی علامات کا اہتمام فرماتے تھے۔ جزئی تفصیلات بیان کرنا آپ کا طریقہ نہ تھا۔ موصوف کا دعویٰ ہے کہ نبوی پیشین گوئیوں میں کافی غور کرنے کے بعد انہوں نے یہ رائے قائم کی ہے۔ ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ آپ نے غور کرنے ہی میں غلطی کی ہے کیونکہ رسول اللہ کی پیشین گوئیاں دو طرح کی ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جس میں صرف فتنہ وفساد کی خبر ہے کسی معین شخصیت کا تذکرہ نہیں۔ اس کی حد تک تو آپ کی بات بالکل صحیح ہے لیکن دوسری قسم جس میں حضور نے کسی مخصوص شخص کے ظہور کی خبر دی ہے اس میں آپ کا دعویٰ حقائق وواقعات کے سامنے کبھی نہیں ٹک سکے

چونکہ یہاں تو سیرت و شخصیت کے جغرافیہ کی شروع سے آخر تک ایک ایک تفصیل درج ہے۔ ہم اس کے ثبوت میں مہدی ہی کے دور کی دوسری شخصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعارفی خاکہ پیش کرتے ہیں جس سے قارئین کو اندازہ ہو گا کہ حضورؐ نے ان کی سیرت و شخصیت سے متعلق تمام جزئی تفصیلات کتنے اہتمام سے بیان کی ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام - احوال و تفصیلات

نام عیسیٰ، لقب کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہے ان کا کوئی باپ نہیں والدہ مریم ہیں وہ عمران کی بیٹی اور ہارون کی بہن ہیں۔ ان کی عفت و عصمت مسلم ہے۔ وہ زندگی بھر کنواری رہیں۔ ان سے بے شمار کرامتوں کا صدور ہوا ایک دن فرشتے نے آکر پھونک ماری، حمل قرار پا گیا۔ دردزہ کے وقت بہت گھبرائیں فرشتوں نے تسلی دی کہ اللہ نے تمہیں ایک سردار عطا کیا ہے وہ بچے کو لیکر گھر کی طرف پلٹیں، قوم نے تہمت رکھی انہوں نے عیسیٰ کی طرف اشارہ کیا وہ گود ہی میں بول پڑے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اپنا رسول بنایا ہے۔

ابن مریم کا قد میانہ، رنگ سرخی مائل ہے بال چمکدار و کالے، قدرے دراز اور گھنگھریالے ہیں آپ بہت وجیہ ہیں صحابہ میں آپ سے مشابہ حضرت عروہ بن مسعود تھے، مسیح نے برص کے مریضوں کو شفا دی۔ اندھوں کو بینا کیا۔ مٹی کے پرندوں میں روح پھونکی، مردے قبروں سے اٹھ کھڑے ہوئے یہود نے اندھی دشمنی کر کے آپ کو پھانسی دینا چاہی۔ لیکن خداوند قدوس نے ان کے نرغے سے نکال کر صحیح و سلامت آپ کو آسمان پر اٹھا لیا۔

اس وقت ابن مریم آسمان پر ہیں۔ قیامت کے قریب وہ دجال کو قتل کرنے کے لیے دوبارہ زمین پر اتریں گے ان کا نزول دمشق کی جامع مسجد

میں ہوگا۔ مسلمان نماز فجر کی صفیں بنائیں گے اقامت کہی جا چکے گی، امام مہدی جیسے ہی نیت باندھنا چاہیں گے عین اسی وقت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر مشرقی منارے پر اتریں گے ان کا لباس زرد رنگ کی دو چادریں ہوں گی جنہیں وہ محرم کی طرح لپیٹے ہوں گے۔ ہاتھ میں حربہ ہوگا۔ بال اتنے نرم وملائم ہوں گے گویا کہ ابھی غسل کیا ہے سر جھکاتے ہی موتیوں کی طرح قطرے ڈھلکیں گے۔ مسلمان فوراً پہچان لیں گے۔ مسجد میں خوشی کی لہر دوڑ جائے گی۔ مہدی پلٹ کر انہیں محراب میں آنے کی دعوت دیں گے وہ یہ کہتے ہوئے انکار کریں گے کہ امت مسلمہ اللہ کے نزدیک ایک ممتاز اور بلند امت ہے تم خود ایک دوسرے کے امیر ہو تمہارا امام ہی آگے بڑھ کر تمہیں نماز پڑھائے مہدی پھر اصرار کریں گے حضرت عیسیٰ ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر امامت کا حکم دیں گے چنانچہ وہ امام ہوں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اقتداء کریں گے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوگا وہ اب نبی کی حیثیت سے دنیا میں تشریف نہیں لائے بلکہ ان کے آنے کا مقصد اس وقت صرف دجال کو قتل کرنا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر دونوں میں ملاقات ہوگی، ملت کی زبوں حالی اور دجال جیسے موضوع زیر بحث آئیں گے پھر ابن مریم کے حکم سے مسجد کا دروازہ کھولا جائے گا باہر دجال ہوگا۔ اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے جن کے پاس دودھاری تلواریں ہوں گی مہدی کی فوج کو حملہ کرنے کا حکم ملے گا۔ دونوں لشکر ٹکرائیں گے۔ دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑا ہوگا۔ مسلمان تعاقب کریں گے بالآخر اسرائیل کے شہر لُد میں اسے پکڑ لیا جائے گا اور مسیح علیہ السلام نیزے کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیں گے یہودیوں میں بھگدڑ مچ جائے گی اس وقت کوئی چیز انہیں پناہ نہیں دے گی شجر وحجر درودیوار تک ان کی نشاندہی کریں گے۔ وہ ابن

مریم کی سانس کی ہوا لگنے سے تڑپ تڑپ کر گریں گے۔ یہ تاثیر تاحد نگاہ ہوگی، اسرائیل فتح ہوگا اور صہیونیت ہمیشہ کے لیے مٹادی جائے گی۔

جنگ کے خاتمے پر ابن مریم مہدی کے ساتھ ان علاقوں کا دورہ کریں گے جہاں دجال نے ہلڑ مچایا ہوگا۔ وہاں کے باشندوں کو اجر و ثواب کی بشارت دیں گے جزیہ موقوف ہوگا تمام کفار و مشرکین کے خلاف عالمی جہاد چھیڑ دیا جائے گا حجازی فوجیں ہندوستان پر بھی حملہ آور ہوں گی یہاں کے فرمانروا گرفتار کر لیے جائیں گے خنزیر سے روئے زمین کو پاک کیا جائے گا صلیب کے پرخچے اڑیں گے، کفر و شرک کا نام و نشان نہ رہے گا سب قومیں ایمان لائیں گی پوری دنیا میں اسلامی حکومت قائم ہوگی، تمام مذاہب بے دست و پا ہو کر دم توڑ دیں گے۔

یہ انسانی تاریخ کا سب سے حسین اور سنہرا دور ہوگا برکتوں کی بارش ہوگی بغض و حسد سے دل خالی ہوں گے۔ مال بہا بہا پھرے گا۔ زمین اپنے خزانے اگل دے گی کیڑے مکوڑوں کا زہر جاتا رہے گا بچے سانپ سے کھیلیں گے۔ بھیڑیا بکریوں کی پاسبانی کرے گا، چھوٹی سی بچی شیر کو بھگادیگی ہر طرف رحمت کی پھواریں ہوں گی ہر جگہ قرآن و حدیث کا غلغلہ ہوگا دنیا میں کوئی مسئلہ نہیں رہے گا مسلمان لمبی تانیں گے اور اسلام اپنی گردن ڈال دے گا۔

تمام دنیا چین و سکون سے ہوگی اسی اثناء میں ابن مریم کو وحی کی جائے گی کہ میں ایسی مخلوق کو بھیجنے والا ہوں جس سے کوئی بھی مقابلہ نہ کر سکے گا ابن مریم تمام مسلمانوں کو لیکر کوہ طور پر قیام کریں گے۔ سد سکندری ٹوٹ جائے گی۔ یاجوج ماجوج کا ٹڈی دل چاروں طرف پھیل جائے گا وہ کھیتیاں برباد کریں گے۔ دریاؤں کو پی ڈالیں گے دنیا قحط سالی میں مبتلا ہوگی کھانے کو کچھ بھی نہ ملے گا بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بارگاہ ایزدی میں دعا کریں گے مسلمان آمین کہیں گے۔ درخواست قبول کی

جائے گی یکایک طاعون پھیل جائے گا۔یاجوج ماجوج ہلاک ہوں گے لاشوں سے زمین پٹ جائے گی باران رحمت ساری گندگی کو دھودے گی مسیح علیہ السلام کوہ طور سے واپس ہوں گے پھر وہی نورانی دور پلٹ آئے گا۔ آپ فج الروحاء جائیں گے حج وعمرہ بھی کریں گے نکاح حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں ہوگا۔ان کی اولاد بھی ہوگی روضۂ نبوی سے آپ کے سلام کا جواب ملے گا۔نزول کے بعد دنیا میں آپ کا قیام چالیس سال تک رہے گا۔اس کے بعد وفات ہوگی حجرۂ عائشہ میں دفن ہوں گے حضور کے پاس چوتھی قبر آپ ہی کی ہوگی۔

یہ ہے قرآنی آیات اور صحیح احادیث کی روشنی میں مسیح بن مریم کے حیات وکارناموں کا ایک مکمل خاکہ قارئین غور فرمائیں کہ یہاں صرف اصولی علامات پر اکتفاء کیا گیا ہے یا جزئی تفصیلات تک درج ہیں۔اگر بات صرف چند شخصی پہلوؤں تک محدود ہوتی اور نام ونسب کے علاوہ اس میں کوئی دوسرا تذکرہ نہ ہوتا تو موصوف کا دعویٰ چل سکتا تھا۔لیکن یہاں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ ونسل چہرے کے ڈھال، بالوں کی نرمی وملائمیت، لباس وحلیہ قدو قامت، نزول کا وقت اترنے کی جگہ، تشریف آوری کی کیفیت، امامت کی دعوت، مہدی کی بابت اقوال وکلمات، جنگ کا آغاز، دجال کا تعاقب، حربے سے قتل، خون آشام نیزے کو بلند کرنا، سانس کی کیفیت، نظر کی تاثیر، نکاح وشادی سسرالی خاندان، آل اولاد، حج وعمرہ کی انجام دہی فج الروحاء کی طرف کوچ، کوہ طور کا سفر، عالمی جہاد، نصرانیت کا خاتمہ، یہودیوں کا قتل عام خنزیر کا قتل، پوری دنیا کی فتح، مال غنیمت کے ڈھیر دنیا میں قیام کی مدت، روضہ نبوی میں تدفین اور خلیفہ کی نامزدگی جیسی چیزوں تک کو بیان کرڈالا ہے جنہیں کسی بھی صورت میں مجمل اور محض اصولی علامات نہیں کہا جاسکتا ہے آخر وہ کون سی کڑی ہے جو واقعات عیسیٰ کی

زنجیر سے غائب ہو یہاں تو شروع سے آخر تک ہمیں اصولی وجزئی تمام تفصیلات کی ایک مسلسل و مربوط قلم چلتی دکھائی پڑ رہی ہے۔ اس لیے مولانا مودودی کا یہ کہنا کہ تفصیلی علامات بیان کرنا نبی کا طریقہ نہ تھا نبوی پیشین گوئیوں سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔

دجال

اپنے دعوے کے ثبوت میں ہم اب اسی دور کی تیسری شخصیت دجال کے حالات وواقعات پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین اس نظریئے کے بودے پن کا مزید اندازہ کر سکیں۔

دجال شام و عراق کی سرحدی گھاٹیوں سے نمودار ہوگا، اس کی نسل یہودی ہوگی، دونوں پاؤں ٹیڑھے ہوں گے چلتے وقت پنجے قریب اور ایڑیاں دور رہیں گی، قد کچھ ٹھگنا ہوگا جو چھوٹا جائے گا، جسم پر بالوں کی بھرمار ہوگی، سر کے بال حبشیوں کی طرح گھنگریالے ہوں گے۔ رنگ سرخیا گندمی ہوگا بائیں آنکھ دبی اور بجھی ہوئی ہوگی دائیں آنکھ میں انگور کے بقدر ناخنہ ہوگا اور سرخ و پھولی ہوئی ہوگی، ناک چونچ کی طرح ہوگی، ماتھے پر ک ف ر لکھا ہوگا جسے ہر کلمہ گو بآسانی پڑھ لے گا۔ اس کی آنکھ سوئے گی مگر دماغ حاضر رہے گا، شروع میں اصلاح وسدھار کی رٹ ہوگی، پھر نبوت و خدائی کا دعوی کرے گا، سواری اتنی بڑی ہوگی کہ دونوں کانوں کا فاصلہ ہی چالیس گز ہوگا۔ ایک قدم تاحد نگاہ مسافت تک پہنچے گا۔ وہ پکا جھوٹا اور اعلی درجے کا شعبدے باز ہوگا۔ اس کے ساتھ غلوں کے ڈھیر اور پانی کی نہریں ہوں گی۔ زمین کے دفینے نکل کر شہد کی مکھیوں کی مانند اس کے پیچھے ہولیں گے جو قبیلہ بھی اس پر ایمان لائے گا وہاں بارش ہوگی، کھانے پینے کی چیزیں ابل پڑیں گی۔ درختوں پر پھل

آجائیں گے، مویشی فربہ ہوں گے، ان کے تھنوں میں دودھ اتر آئے گا۔ اور جو لوگ اسے جھٹلائیں گے ان پر زمین تنگ ہو گی وہ قحط میں مبتلا ہوں گے۔ کھانے کو ایک دانہ نہ ملے گا، بس تسبیح و تہلیل غذا کا کام دے گی۔ وہ نقلی جنت و دوزخ ساتھ لیے پھرے گا۔ مخالفوں کو آگ میں جھونکے گا۔ ہمنواؤں کو جنت میں داخل کرے گا مگر اس کی دوزخ حقیقتاً جنت اور جنت واقعتاً دوزخ ہو گی بعض مردوں کو زندہ کریگا، ان کی اولاد اس کی خدائی کا اقرار کرے گی وہ آندھیوں کی طرح رواں اور بادلوں سے زیادہ تیز ہو گا دنیا کا چپہ چپہ چھانے گا ہر جگہ کرشمے اور شعبدے دکھلائے گا پوری یہودی قوم اس کی پشت پر ہو گی وہ مکہ میں گھسنا چاہے گا وہاں فرشتوں کا سخت پہرہ ہو گا ناکام ہو کر مدینہ کی طرف چلے گا۔ اس وقت طیبہ کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر فرشتے مقرر ہوں گے۔ دجال یہاں بھی منہ کی کھائے گا اور مدینہ کے قریب بھی نہ پھٹک سکے گا اسی دوران یہاں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا بہت سے منافق و بے دین گھبرا کر شہر سے نکلیں گے۔ دجال انہیں لقمۂ تر کی طرح نگل لے گا آخر میں ایک بزرگ اس سے بحث و مناظرے کے لیے چلیں گے اور لشکر میں پہنچ کر اس کا پتہ دریافت کریں گے۔ ان لوگوں کو یہ چیز شاق گزرے گی اور وہ قتل پر آمادہ ہوں گے لیکن وہاں کچھ لوگ یہ کہہ کر بزرگ کو بچائیں گے کہ ہمارے خدا دجال نے کسی کو بھی بغیر اجازت قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ بالآخر دجال کے دربار میں پیشی ہو گی بزرگ اس کے چہرے کو دیکھتے ہی چلا اٹھیں گے میں نے پہچان لیا۔ تو ہی دجال ملعون ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تیرے ہی خروج کی خبر دی تھی۔ وہ آپے سے باہر ہو کر انہیں آرے سے چیرنے کا حکم دے گا۔ درباری فوراً دو ٹکڑے کر دیں گے۔ دجال ان دونوں کے بیچ سے نکلتا ہوا کہے گا اگر میں

اس کو دوبارہ زندہ کر دوں تو کیا تم میری خدائی کو تسلیم کرو گے، حاشیہ بر داروں کی آواز گونجے گی ہم تو پہلے ہی سے آپ کو خدا مانتے ہیں اگر یہ عجوبہ بھی ہو جائے تو ہمارے یقین میں مزید اضافہ ہو گا۔ وہ دونوں ٹکڑوں کو جوڑ دے گا۔ بزرگ اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور چیخ کر کہیں گے اب تو مجھے اور زیادہ یقین ہو گیا کہ تو ہی دجال ملعون ہے وہ جھنجھلا کر انہیں دوبارہ ذبح کرنا چاہے گا لیکن اب بس نہ چلے گا۔ دجال کھسیانا ہو کر انہیں اپنی دوزخ میں جھونکے گا لیکن وہ بزرگ کے لیے ٹھنڈی اور گل گلزار بن جائے گی۔ اس کے بعد وہ شام کی طرف چلے گا لیکن وہاں اس سے پہلے امام مہدی آ پہنچیں گے۔

دجال جامع اموی کے سامنے جا کر ڈیرہ ڈال دے گا اب ادھر تو صبح ہوتے ہی مسلمانوں پر آخری یلغار کا عزم ہو گا ادھر مولائے کریم مجاہدوں کی نصرت کے لیے تڑکا ہوتے ہوتے مسجد کے اندر مسیح ابن مریم کو اتار دے گا۔ وہ نماز فجر سے فارغ ہو کر دروازہ کھلوائیں گے باہر دجال ہو گا اس کے ہمراہ ستر ہزار یہودی ہوں گے سب کے پاس دودھاری تلواریں ہوں گی خوب زور کا رن پڑے گا گھمسان کی جنگ ہو گی۔ پھر جیسے ہی وہ ابن مریم کو دیکھے گا میدان سے بھاگ کھڑا ہو گا۔ اس کا رخ افیق کی گھاٹی کی طرف ہو گا آگے اسرائیل ہے اسی کے شہلد میں پہنچ کر وہ پکڑا جائے گا۔ حضرت عیسیٰ اپنا نیزہ اس کے سینے میں اتار دیں گے وہ کراہ کر دم توڑ دے گا ابن مریم اب نیزہ نکال کر فضا میں بلند کریں گے تاکہ سب کو دجال کی موت کا یقین ہو جائے۔ اب یہودیوں میں بھگدڑ مچ جائے گی۔ وہ چن چن کر قتل کیے جائیں گے کوئی بچہ بھی زندہ نہیں بچے گا۔ یہ یہودیوں کی تاریخ کا آخری دن ہو گا۔ (۱)

---

(۱) یہ تفصیلات صحیح احادیث سے ماخوذ ہیں۔

غور و فکر کا مقام

قارئین کچھ سن رہے ہیں؟ یہاں چھوٹی سے چھوٹی تفصیل کو کتنے اہتمام سے بیان کیا جارہا ہے۔ اگر موصوف کا خیال حقیقت سے ذرا بھی قریب ہوتا تو دجال کی حیات و شخصیت سے متعلق یہاں صرف چند موٹی باتیں بیان کردی جاتیں اور شروع سے آخر تک اس کے ایک ایک حال و واقعہ کی تفصیل کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی لیکن رسول اللہ ﷺ نے تو ہمیں اس باب میں دجال کی نسل و رنگت، قد و قامت، آنکھ و ناک، پیشانی پر لکھی عبارت، سر کے بالوں کا انداز، چہرے کا ڈھال، جسم پر بالوں کی کثرت، پاؤں کا ٹیڑھا پن، چلتے وقت ان کی کیفیت، ظہور کی جگہ، دل و دماغ کی صلاحیت، ہاتھوں کی صفائی، دیو ہیکل سواری اور اس کی برق رفتاری جھوٹ و شعبدے بازی، استدراج کا مظاہرہ، خزانوں کے ڈھیر، دفینوں کا ظہور، جنت و دوزخ کی تخلیق بادلوں کی تسخیر، نہروں کی تابعداری، احیاء موتی، پیروکاروں کی تعیین، مخالفوں پر ستم حامیوں پہ عنائتیں، دنیا جہاں کی سیر، مکہ و مدینہ سے ناکام واپسی، بزرگ سے مناظرہ، ان کے قتل کی کیفیت، شام کی طرف کوچ، دمشق میں پڑاؤ، یہودیوں کی پشت پناہی، ابن مریم کو دیکھ کر حالت غیر، جنگ سے فرار، بھاگنے کا راستہ، جائے قتل، دنیا میں قیام کی مدت اور اس کے بعد یہودیوں کے قتل عام جیسے تمام حالات و واقعات کی ایک ایک تفصیل سے آگاہ کیا ہے اور اب اس کی زندگی کی کوئی کڑی بھی ہماری نظروں سے غائب نہیں ہے۔ مولانا مودودی بتائیں کہ دجال کی شخصیت کی چند اصولی علامات ہیں یا شروع سے آخر تک تمام زاویوں پر مشتمل ایک ایسی مربوط فلم جس میں اس کی زندگی کا کوئی ادنیٰ سا گوشہ بھی تصریح نبوت کی گرفت سے باہر نہ رہا ہے۔ ہر شخص

یہاں یہی کہنے پر مجبور ہو گا کہ یہ تو خالص جزئی تفصیلات ہیں اور انہیں کبھی بھی صرف مجمل واصولی علامات نہیں کہا جاسکتا۔ ان ٹھوس دلائل کی موجودگی میں ظاہر ہے اب ان کے دعوے کی کوئی حقیقت نہیں رہ جاتی اور اس باب میں موصوف کا موقف بالکل سطحی دکھائی پڑتا ہے۔

آخر میں یہ تصریح بھی ضروری ہے کہ مہدی کی جزئیات کو ثابت کرنے کے لیے ہم نے مسیح ودجال کی تفصیلات نقل کی ہیں وہ ایسی صحیح ترین روایات سے ماخوذ ہیں جن کے بیشتر حصے سے خود مولانا مودودی نے جگہ جگہ استدلال کیا ہے اس لیے یہاں اب کسی کو یہ کہنے کی بھی گنجائش نہیں ہے کہ ممکن ہے موصوف کے نزدیک دجال ومسیح کی بھی جزئی علامات ناقابل اعتبار ہوں وہ ان احادیث کے قائل ہیں لیکن مہدی کے باب میں انہوں نے اس کا مطلق خیال نہ کیا اور انفرادیت کا مظاہرہ کر کے بہت ہی غیر ذمہ دارانہ باتیں کہہ ڈالیں۔

دوسری تنقیح

مہدی کے سلسلے میں مولانا مودودی کی دوسری رائے یہ ہے کہ وہ خود اپنی حقیقت سے آگاہ ہوں گے نہ ہی معاصرین انہیں پہچانیں گے بلکہ ان کی موت کے بعد ہی یہ راز کھلے گا کہ فلاں بن فلاں ہی امام موعود تھے۔ یہ نظریہ کتنا صحیح اور کتنا غلط ہے۔ اس کے فیصلے کے لیے ہم ذیل میں کچھ احادیث پیش کرتے ہیں۔

پہلی حدیث

(۱) عن ابی الطفیل عن محمدبن الحنفیة قال کناعندعلی رضی اللہ عنہ فسألہ رجل عن المھدی فقال علی رضی اللہ عنہ

هيهات ثم عقد بيده سبعا فقال ذلك يخرج في آخر الزمان اذا قال الرجل الله الله قتل فيجمع الله تعالى له قوما قزع كقزع السحاب يؤلف الله قلوبهم لا يستوحشون الى احد ولا يفرحون باحد يدخل فيهم على عدة اصحاب بدرلم يسبقهم الا ولون ولا يدركهم الاخرون وعلى عدة اصحاب طالوت الذين جاوذوا معه النهر قال ابن الحنيفة اتريده قلت نعم قال انه يخرج من بين هذين الخشبين قلت لاجرم والله لاادیمهما حتى اموت فمات بها يعني بمكة حرسها الله۔

ابو الطفیل محمد بن الحنفیہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی مجلس میں بیٹھے تھے اتنے میں ایک شخص نے ان سے مہدی کی بابت کچھ دریافت کیا۔ حضرت علی نے ہاتھ سے اشارہ کیااور فرمایا مہدی کا ظہور بالکل اخیر زمانے میں ہوگا اور (اس وقت بے دینی کے غلبہ کی وجہ سے) اللہ کا نام لینے والے کو قتل کیا جائے گا (ظہور کے وقت) خداوند قدوس بادل کے ٹکڑوں کی طرح ایک جماعت کو اکٹھا کر کے ان کے گرد جمع کردیگا۔ وہ کسی سے خائف ہوں گے۔ نہ خوشی سے پھولیں گے۔ ان کی تعداد اصحاب بدر اور طالوت کے ہمراہ نہر عبور کرنے والوں کی طرح (۳۱۳) ہوگی۔ یہ اپنے زمانے کے سب سے افضل مسلمان ہوں گے۔

ابو الطفیل کہتے ہیں کہ محمد بن الحنفیہ نے مجمع سے پوچھا کیا تم اس جماعت میں شرکت کی خواہش رکھتے ہو میں نے کہا جی تو انہوں نے (کعبۃ اللہ کے) دو ستونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا خلیفہ مہدی ان کے بیچ سے ظاہر ہوں گے۔ یہ سن کر ابو الطفیل نے کہا کہ خدا کی قسم میں ان سے تاحیات جدا نہ ہوں گا۔ چنانچہ وہ مکے ہی میں رہے اور یہیں ان کی وفات ہوئی۔

یہ روایت مستدرک حاکم میں منقول ہے، صاحب کتاب اسے بخاری ومسلم کے درجہ کی حدیث قرار دیتے ہیں۔ حافظ ذہبی کو بھی اس خیال سے پورا اتفاق ہے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نے بھی اسے صحیح روایات میں شمار کیا ہے۔ اس لیے سند کے لحاظ سے اس میں کوئی کمزوری نہیں۔

یہاں صاف مذکور ہے کہ مہدی چھپے نہیں رہیں گے بلکہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان عین کعبۃ اللہ کے صحن میں ظاہر ہوں گے اور اس وقت دنیا کے افضل ترین مسلمان ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ یہ امور مولانا مودودی کے دعوے کے یکسر خلاف پڑتے ہیں۔

دوسری حدیث

(۲)عن ام سلمی رضی الله عنها زوج النبی صلی الله علیه وسلم قال یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اهل المدینة هاربا الی مکة فیا تیه ناس من اهل مکة فیخرجونه وهو کاره فیبا یعونه بین الرکن والمقام ویبعث الیه بعث من الشام فیخسف بهم بالبیداء بین مکة والمدینة فاذا رای الناس ذلك اتاه ابدال الشام وعصائب اهل العراق فیبا یعونه ثم ینشأ رجل من قریش اخواله کلب فیبعث الیهم بعثا فیظهر ون علیهم وذلك کلب والخیبة لمن لم یشهد غنیمة کلب فیقسم المال ویعمل فی الناس بسنةنبیه صلی الله علیه وسلم ویلقی الاسلام بجرانه الی الارض فیلبث سبع سنین ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خلیفہ کی موت پر اختلاف اٹھ کھڑا ہو گا تو ایک شخص (مہدی بار خلافت سے بچنے

کے لیے) مدینہ سے مکہ چلا جائے گا وہاں کچھ لوگ انہیں پہچان لیں گے اور قیام گاہ سے نکال کر حجر اسود و مقام ابراہیم کے درمیان ان کے ہاتھ پر باصرار بیعت کریں گے۔ (یہ خبر پھیلتے ہی) ان پر حملہ کرنے کے لیے شام سے ایک لشکر چلے گا جو مقام بیداء میں دھنسا دیا جائے گا پھر شام کے ابدال اور عراق کے اولیاء آکر مہدی سے بیعت کریں گے بعد ازاں ایک قریشی (سفیانی) جس کی ننھیال قبیلہ کلب میں ہوگی خلیفہ مہدی سے جنگ کرنے کے لیے لشکر لائے گا مہدی اسے بھاری شکست دیں گے یہی (جنگ) کلب ہے۔ آج وہ شخص محروم ہوگا جو کلب سے حاصل شدہ مال غنیمت میں شریک نہ ہو۔ اب خلیفہ مہدی خوب داد و دہش کریں گے اور لوگوں کو نبی ﷺ کے طریقے پر چلائیں گے۔ پوری دنیا میں اسلام کا غلبہ ہوگا مہدی سات یا نو سال زندہ رہیں گے پھر وفات ہوگی اور مسلمان جنازہ پڑھ کر انہیں دفن کریں گے۔

یہ روایت سنن ابی داؤد اور اوسط طبرانی میں آئی ہے۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی فرماتے ہیں کہ اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔ یہاں اہل مکہ کے علاوہ شامی ابدال، عراقی اولیاء، سفیانی اور تمام دنیا کے پہچاننے کا ذکر ہے۔ یہ سارے حقائق مولانا مودودی کی تردید کرتے ہیں۔

تیسری حدیث

(۳) فیجئ الیه الرجل فیقول یا مهدی اعطنی اعطنی قال فیحثی له في ثوبه ما استطاع ان یحمله.

حضور ﷺ نے فرمایا کہ (دور مہدی میں) ایک شخص امام کے پاس آئے گا اور کہے گا اے مہدی مجھے مال عطا کیجئے مجھے مال عطا کیجئے تو وہ اس کو اتنی دولت سے لاد دیں گے جتنی اس میں اٹھانے کی طاقت ہوگی۔

یہ ترمذی وطبرانی کی روایت ہے جو مکمل صراحت کرتی ہے کہ امام معاصرین کے درمیان مہدی کے نام سے مشہور ہوں گے اور وہ انہیں مہدی ہی کہہ کر خطاب کریں گے۔

چوتھی حدیث

(٤)عن رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا تزال طائفة من امتي يقاتلون عل الحق ظاهرين الى يوم القيمة قال فينزل عيسىٰ بن مريم عليه السلام فيقول اميرهم تعالى صل لنا فيقول لاان بعضكم على بعض امراء تكرمة الله هذه الامة.(مسلم)

میری امت میں ایک جماعت قیامت تک جہاد کرتی رہے گی آخر میں عیسیٰ ابن مریم آسمان سے اتریں گے توامیر المومنین (مہدی) ان سے درخواست کریں گے کہ آگے تشریف لاکر ہمیں نماز پڑھایئے وہ کہیں گے کہ خداداد عزت وفضیلت کی وجہ سے تم ہی ایک دوسرے کے امیر ہو(چنانچہ مہدی امامت کریں گے، حضرت عیسیٰ مقتدی ہوں گے)

نبی مرسل انہیں امام بنا کر خود مقتدی بنے!! اس سے بڑی دولت وفضیلت اس دنیا میں کوئی نہیں ہو سکتی اور یہ زمانۂ آخر میں صرف اسی شخص کا حصہ ہونی چاہیے جو صلاح وتقویٰ کے بلند مقام پر فائز ہو اور اس کی مجددیت وخلافت کی خبر خود رسول اللہ نے دی ہو۔حضرت عیسیٰ نے نماز میں ان کی اقتداء کر کے امام کی اسی مہدویت کا اعلان کیا ہے۔

پانچویں حدیث

(۵)حضرت ابوسعید خدری کی طویل روایت میں مروی ہے کہ مہدی کے دور میں منادی آواز لگائے گا کہ جسے مال ودولت کی ضرورت ہو وہ ہم سے آکر

لے لے استغناء کی وجہ سے کوئی آواز پر دھیان بھی نہ دے گا۔ بس ایک آدمی کھڑا ہوکر روپے پیسے کا سوال کرے گا مہدی اس سے کہیں گے خزانچی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو۔ **ان المهدی یا مرك ان تعطینی مالا** مہدی کا حکم ہے کہ آپ مجھے مال عنایت فرمائیں۔ چنانچہ وہ اسے مل جائے گا۔

یہ روایت ترمذی، مسند احمد، اور مسند ابو یعلیٰ میں آئی ہے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ نے اس کے رواۃ کی توثیق فرمائی ہے۔ یہاں امام اپنے کو خود مہدی کا لقب دے رہے ہیں۔ اگر وہ اپنی حقیقت سے آگاہ نہیں تو انہوں نے خود کو مہدی کیوں کہا، مولانا مودودی کے پاس اسکا کوئی جواب ہے؟

ان روایات کی روشنی میں ہمیں درج ذیل واقعات کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) اہل مکہ مہدی کو فوراً پہچان لیں گے۔

(۲) کعبۃ اللہ کے صحن میں ان کا علانیہ ظہور ہوگا۔

(۳) اوائل وہلہ میں ۳۱۳ مسلمانوں کی بیعت ہوگی۔

(۴) مہدویت کی تصدیق کے طور پر خسف وشکست جیسی نشانیاں ظاہر ہوں گی۔

(۵) عراقی ابدال اور شامی اولیاء بھی پہچان کر ان سے بیعت کریں گے۔

(۶) حضرت عیسیٰ کو ان کی امامت پر اصرار ہوگا۔

(۷) ظلم وستم اور تمام ادیان کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

(۸) پوری دنیا میں اسلامی حکومت قائم ہوگی۔

(۹) معاصرین انہیں اور وہ خود اپنے کو مہدی کہیں گے۔

قارئین ذرا غور فرمائیں کہ ان نبوی وضاحتوں کے بعد بھی کیا یہ کہنے کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ مہدی اپنی حقیقت سے خود آگاہ ہوں گے نہ ہی معاصرین ورفقاء انہیں پہچانیں گے۔ ہمارا خیال ہے کہ معمولی سے معمولی عقل رکھنے والا شخص بھی اس نظریئے کو تسلیم نہیں کر سکتا اور ان دلائل کی موجودگی میں وہ اسے پہلی فرصت میں ٹھکرا دے گا کیونکہ وہاں تو امام کی کرامات،

معجزانہ فتوحات اور سارے عالم میں انقلابات و کرشموں کی ایسی گونج سنائی دے رہی ہے جس سے انسان تو کیا بحر و بر اور شمس و قمر بھی اغماض نہیں برت سکتے اس لیے یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ انہیں مسلمان ہی نہیں دنیا کا چپہ چپہ پہچان لے گا۔

مولانا مودودی چاہے لاکھ انکار کریں لیکن یہ بہر حال حقیقت ہے کہ امام مہدی کی شخصیت کے خدو خال احادیث میں اتنے واضح ہیں اور ان کی ایک ایک چیز کو حضورؐ نے اتنے اہتمام و تفصیل سے بیان کیا ہے کہ مہدی کی شخصیت و کارناموں کا کوئی بھی پہلو اب پردۂ خفاء میں نہیں ہے ہمارے پاس نسل و خاندان، عادات و اخلاق، اور سیرت و کردار ہی نہیں ان کے نام وولدیت، مولد و وطن، شکل و صورت اور ظہور کی علامات تک تفصیل سے موجود ہیں اب اس چارٹ میں کوئی کمی ہے نہ مہدی اس سے الگ ہو سکتے ہیں اور بڑی بے چینی سے امت ان کی راہ بھی تک رہی ہے تو آخر اب وہ کون سی رکاوٹ ہے جو ہمارے اور ان کے درمیان بروقت حائل ہو گی اور تمام تر نبوی ہدایات کے باوجود وہ اپنے آپ کو اور ہم انہیں اخیر اخیر تک نہ پہچان سکیں گے؟۔

ائمہ اربعہ، اصحاب ستہ، مجددین و مصلحین، خلفاء و علماء اور تاریخ دعوت و عزیمت کے بلند کرداروں نے زندگی ہی میں اپنی لیاقت کا ایسا سکہ بیٹھا دیا کہ علماء نے ان کی سوانح لکھیں ملت کے جیالوں نے شہر سے کئی میل باہر نکل کر ان کا استقبال کیا اور ان کے روشن کارناموں کے سامنے امت کے تمام پاسبانوں کی جبینیں آج تک خم ہیں حالانکہ حضور نے شخصی طور پر ان کے ظہور کی بھی خبر نہ دی تھی اور مولانا مودودی کی اصطلاح میں وہ سب جزوی مجدد تھے تو امام مہدی جن کے ظہور کی بشارت خود رسول اللہ ﷺ نے دی صحابہ نے جن سے ملاقات کی تمنا کی اور جو موصوف

کے نزدیک مجدد کامل ہیں پوری دنیا میں شور و غلغلہ کے باوجود معاصرین ہی نہیں وہ خود اپنی حقیقت سے بے خبر ہوں گے؟ عقل کہتی ہے کہ یہ نظریہ غلط اور بالکل باطل ہے۔

یہ بالکل ایسی ہی بات ہے کہ ایک نباض ڈاکٹر پر پوری دنیا کے مریض ٹوٹ پڑ رہے ہیں اور اس کی تشخیص و تجویز میں جادو کا سا اثر ہے لیکن اس غریب کو خود یہ معلوم نہیں کہ وہ ایک بہترین معالج ہے اقامت سے پہلے تو ممکن ہے نمازیوں کو امام کا پتہ نہ ہو لیکن جب وہ منبر و مصلیٰ پر پہنچ گیا اور کسی اختلاف کے بغیر پورے عالم اسلام کی آناً فاناً اس کے پیچھے صفیں لگ گئیں تو کسی بھی فرد کو اب امام کی شخصیت سے متعلق شک و شبہ ہو سکتا ہے؟

پہلی غلطی

مولانا مودودی نے یہ غلطی دراصل دو وجہ سے کی ہے اس میں پہلی وجہ علامات مہدی کو غور سے نہ پڑھنا اور ان سے بڑی حد تک لاپرواہی برتنا ہے۔ انہیں پتہ نہیں کہاں سے یہ غلط فہمی ہو گئی کہ یہ تفصیلی علامات امام کے جسم و ساخت کو عام انسانوں سے کچھ مختلف قرار دیتی ہیں اور وہ ان کی رو سے ایک عجوبہ نظر آتے ہیں۔ حالانکہ تفصیلی احادیث میں ایسا دور دور تک کوئی اشارہ نہیں اور نہ ہی کسی معتبر عالم نے اس سلسلے میں آج تک کوئی ایسی بات لکھی ہے اس میں تو صرف علامات و حلیہ وغیرہ کی تفصیل ہے جس سے محض یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ نورانی شکل و صورت، حسن و وجاہت کا پیکر اور غیر معمولی محاسن پر مشتمل شخصیت کے حامل ہوں گے۔ ان سے یہ نتیجہ نکالنا بالکل غلط ہے کہ ان کی لمبائی و چوڑائی بھی عام انسانوں سے کچھ مختلف ہو گی اور وہ بالکل عجوبہ دکھائی پڑیں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر مولانا مودودی نے اس باب کو فرصت سے پڑھ کر اس میں ذرا بھی غور کیا ہوتا تو وہ یہ

بات ہرگز نہ کہتے۔

مجھے یہ بھی امید نہیں کہ اپنی جسمانی ساخت میں وہ عام انسانوں
سے کچھ بہت مختلف ہوگا کہ اس کی علامتوں سے اس کو تاڑ لیا جائے۔

(تجدید و احیاء دین)

یہی وہ غلط فہمی ہے جس نے پہلے انہیں علامات مہدی کے انکار پر ابھارا اور پھر انہوں نے یہ مضحکہ خیز رائے قائم کرلی کہ امام اپنی حقیقت سے خود آگاہ ہوں گے نہ ہی معاصرین امت انہیں پہچان سکیں گے۔

دوسری غلطی

اس ضمن میں ان کی دوسری بڑی غلطی ظہور و دعوے کے فرق کو ملحوظ نہ رکھنا ہے۔ وہ غلط فہمی سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ مسلمانوں کو ظہور کے وقت امام موصوف کی جانب سے مہدویت کے کسی بڑے دعوے کی توقع ہے چنانچہ کسی قسم کی تحقیق کے بغیر ہی وہ دعویٰ مہدی کی تردید میں ظہور مہدی کا بھی انکار کر گزرے حالانکہ یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ اگر انہوں نے غور سے علم عقائد کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہوتا تو ان کے ذہن پر سوار دعویٰ مہدویت کی یہ غلط فہمی گرد و غبار بن کر اڑ جاتی کیونکہ یہ ادعاء کا نہیں خروج و بروز کا مسئلہ ہے اور قرون اولیٰ سے آج تک سلف اسے ظہور مہدی کے نام سے یاد کرتے رہے ہیں اور ان چودہ صدیوں میں ایک بھی معتبر عالم ایسا نہیں گزرا جس نے ظہور و خروج سے آگے بڑھ دعویٰ مہدویت کی بات کہی ہو۔ چنانچہ آج بھی پوری امت احادیث رسول کے مطابق ان کے خود بخود ظاہر ہونے ہی کا عقیدہ رکھتی ہے۔ کسی قسم کے دعوے کا نہیں کیونکہ یہ تو خالص جھوٹے مہدیوں کا شعار ہے۔ اس لیے دعوے کی تردید دراصل ایسے فرضی عقیدے کی تردید ہے جس کا اہل سنت میں کوئی بھی

قائل نہیں۔ رہا ظہور و خروج تو وہ ایسا مسلم و اجماعی عقیدہ ہے جو ہماری تصریحات کے مطابق احادیث رسول، آثار صحابہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ مولانا مودودی لاکھ انکار کریں ان مستند مآخذ شریعت کی موجودگی میں ان کے بے بنیاد نظریات کو پر کاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں دی جاسکتی۔ اگر مودودی صاحب کو اپنے موقف پر اب بھی اصرار ہے تو نزول عیسیٰ کے بعد تو وہ یقیناً ختم ہو جانا چاہیے کیونکہ وہ وحی کا مہبط اور علم کا یقینی و قطعی ذریعہ ہیں۔ امام مہدی اور معاصرین امت کو وہ خود اصل حقیقت بتلادیں گے۔ اس لیے خواہ مخواہ مسئلہ کو الجھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

تیسری تنقیح

مولانا مودودی کا خیال ہے کہ امام مہدی کی فتوحات عزم و حزم، جنگی مہارت اور طاقت و وسائل کے بل پر ہوں گی ان میں کشف و کرامات اور روحانی برکت و تصرف کا کوئی دخل نہ ہوگا اگر اصول و اسباب سے آزاد ہو کر کوئی غیر معمولی واقعہ رونما ہو تو شریعت اسے درست قرار دیتی ہے وہ نبی کے ہاتھ پر معجزہ کہلائے گا لیکن اولیاء کے حق میں امت اسے کرامت قرار دیگی۔ اس مختصر تمہید کے بعد ہم چند احادیث نقل کرتے ہیں جو مولانا مودودی کے اس نظریہ کی تردید کرتی ہیں۔

(۱) حدثنا محمد بن المثنیٰ حدثنا معاذ بن ھشام حدثنی ابی عن قتادہ عن صالح ابی الخلیل عن صاحب له عن ام سلمة رضی الله عنھا زوج النبی صلی الله علیه وسلم قال یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اھل المدینة ھاربا الی مکة فیاتیه ناس من اھل مکة فیخرجونه وھو کارہ فیبا یعونه بین الرکن والمقام ویبعث الیه بعث من الشام فیخسف بھم

بالبيداء بين مكة والمدينة فاذا راى الناس ذلك اتاه ابدال الشام وعصائب اهل العراق فيبايعونه ثم ينشأ رجل من قريش اخواله كلب فيبعث اليهم بعثا فيظهرون عليهم وذلك كلب والخيبة لمن لم يشهد غنيمة كلب فيقسم المال ويعمل في الناس بسنة نبيه صلى الله عليه وسلم ويلقي الاسلام بجرانه الى الارض فيلبث سبع سنين ثم يتوفى ويصلي عليه المسلمون قال ابوداؤد وقال بعضهم عن هشام تسع سنين وقال بعضهم سبع سنين.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول خدا ﷺ کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ ایک خلیفہ کی وفات کے وقت (نئے خلیفہ کے انتخاب پر مدینہ کے مسلمانوں میں) اختلاف ہوگا ایک شخص (یعنی مہدی اس خیال سے کہیں لوگ مجھے خلیفہ نہ بنادیں) مدینہ سے مکہ چلے جائیں گے مکہ کے کچھ لوگ (جو انہیں بحیثیت مہدی پہچان لیں گے) ان کے پاس آئیں گے اور انہیں (مکان) سے باہر نکال کر حجر اسود و مقام ابراہیم کے درمیان ان سے بیعت خلافت کرلیں گے (جب ان کی خلافت کی خبر عام ہوگی) تو ملک شام سے ایک لشکر ان سے جنگ کے لیے روانہ ہوگا جو آپ تک پہنچنے سے قبل ہی مکہ و مدینہ کے درمیان بیداء (چٹیل میدان میں) زمین کے اندر دھنسا دیا جائے گا اس عبرت خیز ہلاکت کے بعد شام کے ابدال و عراق کے اولیاء آکر آپ سے بیعت خلافت کریں گے بعد ازاں ایک قریشی النسل شخص (یعنی سفیانی) جس کی ننھیال قبیلہ کلب میں ہوگی خلیفہ مہدی اور ان کے اعوان و انصار سے جنگ کے لیے ایک لشکر بھیجے گا یہ لوگ اس حملہ آور لشکر پر غالب ہوں گے یہی جنگ کلب ہے اور خسارہ ہے اس شخص کے واسطے جو کلب سے حاصل شدہ غنیمت میں شریک نہ ہو (اس فتح و کامرانی کے بعد) خلیفہ مہدی خوب داد و دہش کریں گے اور لوگوں کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی سنت پر چلائیں گے اور اسلام مکمل طور پر زمین میں مستحکم ہو جائے گا۔ یعنی دنیا میں پورے طور پر اسلام کا رواج و غلبہ ہو گا۔ بحالت خلافت مہدی دنیا میں سات سال اور دوسری روایت کے اعتبار سے نو سال رہ کر فوت ہو جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔

(سنن ابی داؤد)

(۲)عن ام سلمةؓ قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يبايع الرجل من امتي بين الركن والمقام كعدة اهل بدر فيأتيه عصب العراق وابدال الشام فياتيهم جيش من الشام حتى اذا كانوا بالبيداء خسف بهم ثم يسير اليه رجل من قريش اخواله كلب فيهزمهم الله قال وكان يقال ان الخائب يومئذ من خاب من غنيمة كلب.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے ایک شخص (مہدی) سے رکن حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اہل بدر کی تعداد کے مثل (یعنی ۳۱۳) افراد بیعت خلافت کریں گے۔ بعد ازاں اس خلیفہ کے پاس عراق کے اولیاء اور شام کے ابدال آئیں گے (بیعت خلافت کی خبر مشہور ہو جانے پر) اس خلیفہ سے جنگ کے لیے ایک لشکر شام سے روانہ ہو گا یہاں تک کہ یہ لشکر جب مکہ و مدینہ کے درمیان مقام بیداء میں پہنچے گا زمین کے اندر دھنسا دیا جائے گا اس کے بعد ایک قریشی النسل جس کی ننھیال کلب میں ہوگی (سفیانی) چڑھائی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بھی شکست دیگا آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت کہا جائے گا کہ آج کے دن وہ شخص خسارہ میں رہا جو کلب کی غنیمت سے محروم رہا۔

(مستدرک حاکم)

(۳) عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله

عليه وسلم يخرج رجل يقال لهٗ السفياني في عمق دمشق وعامة من يتبعه من كلب فيقتل حتى يبقر بطون النساء ويقتل الصبيان فتجتمع لهم قيس فيقتلها حتى لايمنع ذنب تلعة ويخرج رجل من اهل بيتي في الحرة فيبلغ السفياني فيبعث اليه جندا من جنده يهزمهم فيسير اليه السفياني بمن معه حتى اذا صار بيداء من الارض خسف بهم فلا ينجومنهم الا المخبر عنهم قال ابو عبدالله هٰذا حديث صحيح الاسناد على شرط الشيخين ولم يخرجاه ووافقه الذهبي رحمهما الله تعالى.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دمشق کے اطراف سے سفیانی نامی ایک شخص خروج کرے گا جس کے عام پیروکار قبیلہ کلب کے لوگ ہوں گے یہ جنگ کرے گا اس کے مقابلے کے لیے قبیلہ قیس کے لوگ جمع ہوں گے۔ سفیانی ان سے بھی جنگ کرے گا اور اس کثرت سے لوگوں کو قتل کرے گا کہ مقتولین سے کوئی وادی خالی نہیں رہے گی (اسی دوران) میرے اہل بیعت میں سے ایک شخص کا ظہور ہوگا (جو خلیفہ مہدی ہیں) سفیانی کو اس کی اطلاع پہنچے گی تو اپنا ایک لشکر ان سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کرے گا اس کا لشکر شکست کھا جائے گا تو خود سفیانی اپنے ہمراہیوں کو لیکر چلے گا یہاں تک کہ جب مقام بیداء مکہ و مدینہ کے درمیان واقع چٹیل میدان میں پہنچے گا۔ ان سب کو زمین میں دھنسادیا جائے گا بجز ایک مخبر کے کوئی نہ بچے گا۔ (مستدرک حاکم)

(٤) عن ابى الطفيل عن محمد بن الحنفية قال كنا عند على رضى الله عنه فسالهٗ رجل عن المهدى فقال علىؓ هيهات ثم عقد بيده سبعاً فقال ذلك يخرج في آخر الزمان اذاقال الرجل الله ،الله قتل فيجمع الله تعالى لهٗ قوما قزع كقزع السحاب

يولف الله قلوبهم لايستوحشون الى احدولايفرحون باحدٍ يدخل فيهم على عدة اصحاب بدرلم يسقبهم الاولون ولايدركهم الآخرون وعلى عدد اصحاب طالوت الذين جاوزوا معه النهر قال ابن الحنفية اتريده قلت نعم قال انه يخرج من بين هٰذين الخشبتين قلت لاجرم والله لاادیمهما. حتى اموت فمات بها يعني بمكة حرسها الله تعالى قال ابو عبد الله الحاكم هٰذا حديث صحيح على شرط الشيخين ووافقه الذهبي رحمه الله تعالى. (مستدرک حاکم)

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ محمد بن الحنفیہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص نے ان سے حضرت مہدی کے بارے میں پوچھا تو حضرت نے بر بنائے لطف فرمایا کہ دور ہو پھر ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ مہدی کا ظہور آخری زمانے میں ہوگا اور بے دینی کا اس قدر غلبہ ہوگا کہ اللہ کے نام لینے والے کو قتل کردیا جائے گا (ظہور مہدی) کے وقت اللہ تعالیٰ ایک جماعت کو ان کے پاس اکٹھا کردے گا۔ جس طرح بادل کے متفرق ٹکڑوں کو ایک جگہ اکٹھا کردیا جاتا ہے اور ان میں یگانگت اور الفت پیدا کردے گا یہ نہ تو کسی سے متوحش ہوں گے اور نہ ہی کسی کو دیکھ کر خوش ہوں گے (مطلب یہ ہے کہ ان کا باہمی ربط وضبط) سب کے ساتھ یکساں ہوگا۔ خلیفہ مہدی کے پاس اکٹھا ہونے والوں کی تعداد اصحاب بدر (غزوہ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام کی تعداد کے مطابق یعنی ۳۱۳) ہوگی۔ اس جماعت کو ایک ایسی خاص جزوی فضیلت حاصل ہوگی جو ان سے پہلے والوں کو حاصل ہوئی ہے نہ ہی بعد والوں کو حاصل ہوگی۔ نیز اس جماعت کی تعداد اصحاب طالوت کی تعداد کے برابر ہوگی۔ جنہوں نے طالوت کے ہمراہ

نہاروان کو پار کیا تھا۔ حضرت ابو الطفیل کہتے ہیں کہ محمد بن الحنفیہ نے مجمع سے پوچھا کہ تم اس جماعت میں شریک ہونے کا ارادہ اور خواہش رکھتے ہو؟ تو میں نے کہا ہاں۔ تو انہوں نے کعبہ شریف کے دو ستونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ خلیفہ مہدی کا ظہور ان کے درمیان میں ہوگا۔ اس پر حضرت ابو الطفیل ۔نے فرمایا کہ بخدا میں ان سے تاحیات جدا نہ ہوں گا۔ راوی حدیث کہتے ہیں حضرت ابو الطفیل کی وفات مکہ معظمہ ہی میں ہوئی۔

(۵) عن ابی سعید الخدریؓ مرفوعاً یخرج فی آخرامتی المهدی یسقیه الله الغیث ویخرج الارض نباتها ویعطی المال صحاحاً وتکثرالماشیة وتعظم الا مة یعیش سبعاً اوثمانیاً یعنی حججاً وقال ابوعبدالله هٰذاحدیث صحیح الاسناد ویخرجاه ووافقه الذهبی رحمه الله .

حضرت ابو سعید خدری ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری آخری امت میں مہدی پیدا ہوگا اللہ تعالیٰ اس پر خوب بارش برسائے گا اور زمین اپنی پیداوار باہر نکال دے گی اور وہ لوگوں کو مال یکساں طور پر دے گا اس کے زمانہ خلافت میں مویشیوں میں کثرت اور امت میں عظمت ہوگی وہ سات سال یا آٹھ سال زندہ رہے گا۔

(٦) عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال تملأ الارض جوراً وظلماًفیخرج رجل من عترتی فیملك سبعاً اوتسعاً فیملأ الارض عدلاً وقسطا کما ملئت جوراً وظلماً. قال ابو عبدالله هٰذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجه واخرجه الذهبی رحمه الله تعالی فی تلخیصه ثم سکت علیه. (مستدرک حاکم)

حضرت ابو سعید خدری ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا کہ (آخری زمانہ میں) زمین جور وظلم سے بھر جائے گی تو میری اولاد سے ایک شخص پیدا ہوگا سات سال یا نو سال خلافت کرے گا اور اپنے زمانہ خلافت میں زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح اس سے پہلے وہ جور وظلم سے بھر گئی ہوگی۔

(۷)وعن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال یکون فی امتی المهدی ان قصر سبع والاثمان والافتسع تنعم امتی فیها نعمة لم ینعموا مثلها یرسل السماء علیهم مدرارا ولایدخر الارض شیئاً من البنات والمال کدوس یقوم الرجل یقول یا مهدی اعطنی فیقول خذه رواه الطبرانی في الاوسط ورجالهٗ ثقات.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک مہدی ہوگا (اس کی مدت خلافت) اگر کم ہوئی تو سات ورنہ آٹھ یا نو سال ہوگی میری امت اس کے زمانہ میں اس قدر خوش حال ہوگی کہ اتنی خوشحالی اسے کبھی نہ ملی ہوگی آسمان سے حسب ضرورت موسلا دھار بارش ہوگی اور زمین اپنی تمام پیداوار کو اگادے گی ایک شخص کھڑا ہو کر مال کا سوال کرے گا تو مہدی کہیں گے (اپنی حسب خواہش) خزانہ میں جاکر خود لے لو۔

(۸)عن علی رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم المهدی منا اهل البیت یصلحه الله تعالی في لیلة. (ابن ماجہ مسند احمد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ومرفوعاً مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ مہدی میرے اہل بیت سے ہوگا اللہ تعالیٰ اسے ایک ہی رات میں صالح بنادے گا یعنی اپنی توفیق وہدایت سے ایک ہی رات میں ولایت کے اس بلند مقام پر پہنچادے گا جہاں وہ پہلے نہیں تھے۔

(۹) عن ابی هریرةؓ ان النبی صلی الله علیه وسلم قال سمعتم بمدینة جانب منها في البر وجانب منها في البحر قالوا نعم یا رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لاتقوم الساعة حتی یغزوها سبعون الفاً من بنی اسحاق فاذا جاءوها نزلوا فلم یقاتلوا بسلاح ولم یرموا بسهم قالوا لااله الاالله والله اکبر فیسقط احدجانبیها قال ثورلااعلمهٗ الاقال الذی في البحر ثم یقول الثانیة لااله الا الله والله اکبر فیسقط جانبها الاخر ثم یقول الثالثة لااله الا الله والله اکبر فیفرج لهم فید خلونها فیغنموا فبینما هم یقتسمون المغانم اذجاء هم الصریخ فقال ان الدجال قدخرج فیترکون کل شی ویرجعون۔ (صحیح مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس شہر کی بابت کچھ جانتے ہو جس کی ایک سمت خشکی میں اور دوسری سمت سمندر میں ہے۔ صحابہ نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئیگی جب تک بنو اسحاق کے ستر ہزار مسلمان اس پر چڑھائی نہ کریں۔ جب وہ اس شہر کے ساحل پر پہنچیں گے تو نہ ہتھیار اٹھائیں گے نہ کوئی تیر چلائیں گے۔ بس لا الہ الا اللہ۔ اللہ اکبر کا نعرہ لگائیں گے جس کی ہیبت سے شہر کی ایک فصیل زمین پر آرہے گی۔ ثور ابن یزید راوی کہتے ہیں کہ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ سمندری سمت کے بارے میں ہے اس کے بعد وہ دوبارہ نعرۂ تکبیر بلند کریں گے تو اس کی دوسری فصیل بھی گر جائے گی پھر جب تیسری مرتبہ یہ نعرہ بلند ہو گا تو خود بخود ان کا راستہ نکل آئے گا اور وہ شہر میں فاتحانہ داخل ہو کر آپس میں مال غنیمت تقسیم کرنے لگیں گے اچانک دجال کے خروج کی افواہ اڑے گی جسے سنتے ہی وہ تمام چیزوں کو چھوڑ چھاڑ کر تیزی سے واپس ہوں گے۔

عن ابی هریرةؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا

تقوم الساعة حتی تنزل الروم بالاعماق اوبدابق فيخرج اليهم جيش من المدينة من خيار اهل الارض يومئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلوا بيننا وبين الذين سبوا منا نقاتلهم فيقول المسلمون لا والله لا نخلی بینکم وبین اخواننا فيقاتلونهم فينهزم ثلث لا يتوب الله عليهم ابدا ويقتل ثلث هم افضل الشهداء عند الله ويفتتح الثلث لا يفتنون ابدا. (مسلم، ج:۲ کتاب الفتن)

حضور ﷺ نے فرمایا قیامت ہرگز نہیں آئے گی جب تک کہ رومی (عیسائی) اعماق اور دابق میں پڑاؤ نہ ڈالیں۔ انہیں سے مقابلہ کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے ایک لشکر چلے گا جو اس وقت روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمانوں سے افضل ہوگا۔ جب دونوں لشکر (ایک دوسرے کے خلاف) صف آرا ہو جائیں گے تو نصاری (مدنی لشکر سے) کہیں گے تم (خواہ مخواہ کیوں بیچ میں پڑتے ہو۔ بہتر ہے) ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ تاکہ ہم ان لوگوں سے نمٹ لیں جنہوں نے ہمارے بال بچے گرفتار کر لیے ہیں تو مسلمان کہیں گے نہیں۔ خدا کی قسم ہم تم کو اپنے بھائیوں پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس کے بعد رومی مسلمانوں پر حملہ کریں گے۔ مدنی لشکر کا ایک تہائی حصہ بھاگ نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں کبھی معاف نہیں فرمائے گا۔ ایک تہائی شہید ہو جائے گا جن کا شمار قیامت میں افضل ترین شہداء میں ہوگا۔ بقیہ تہائی لشکر فتحیاب ہوگا یہ فاتحین کبھی فتنے اور کسی بلا میں مبتلا نہ ہوں گے۔

عن ابی قبیل انه حدثه انه سمع عبدالله عمروبن العاص رضی الله عنهما يقول تذاكرنا فتح القسطنطينية والرومية فدعاعبدالله ابن عمر بصندوق ففتحه فقال کنا عند رسول الله صلی الله عليه وسلم نكتب فقال رجل ای المدينتين تفتح قبل با

رسول الله قال مدينة هرقل يريد مدينة القسطنطنية هذا حديث صحيح على شرط الشيخين مستدرك ، ج: ٤ ،ص: ٤٢٢ .

ابو قبیل کی روایت ہے کہ ہم عبد اللہ بن عمرو بن عاص کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان سے پوچھا گیا کہ دونوں میں پہلے کون سا شہر فتح ہوگا قسطنطنیہ یا روم؟ اس پر عبد اللہ بن عمرو نے ایک صندوق منگایا جس میں بہت سے خانے تھے۔ ایک خانے سے انہوں نے اپنا نوشتہ نکالا اور فرمایا کہ ہم بھی اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے آپ کے فرمودات لکھ رہے تھے کہ اتنے میں کسی نے پوچھا کہ دونوں میں سے پہلے کون سا شہر فتح ہوگا قسطنطنیہ یا روم؟ آپ نے فرمایا ہرقل کا شہر یعنی پہلے قسطنطنیہ فتح ہوگا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سيعوذ بهٰذاالبيت يعنى الكعبة قوم ليست لهم منعة ولا عدد ولا عدة يبعث اليهم جيش حتى اذا كانوا ببيداء من الارض خسف بهم .(مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کچھ لوگ بیت اللہ میں پناہ لیں گے۔ ان کے پاس قوت ہوگی نہ افرادی طاقت بلکہ ان تمام وسائل سے وہ تہی دست ہوں گے۔ ایک لشکر ان پر حملے کے لیے چلے گا لیکن وہ جیسے ہی بیداء میں پہنچیں گے دھنسا دیا جائیں گے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف انتم اذا نزل فيكم ابن مريم وامامكم منكم (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تمہارا (خوشی سے) کیا حال ہوگا جب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اور تمہارا امیر تم ہی میں سے ہوگا۔

فاذا نظر اليه الدجال ذاب كما يذوب الملح في الماء وينطلق هاربا ويقول عيسى ان لى فيك ضربة لن تستبقنى بها فيدركه عند باب اللدِّ الشرقى فيهزم الله اليهود(ابن ماجه)

فرمایا جب دجال حضرت عیسیٰ کو دیکھے گا تو وہ نمک کی طرح گھلنے لگے گا اور تیزی سے بھاگے گا۔ چنانچہ وہ لد کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے۔ اور خدا یہودیوں کو شکست دیدے گا۔

فیقتله حتی ان الشجروالحجر ینادی یا روح الله هذا الیهودی فلا یترك ممن کان یتبعه احدا الاقتله۔ (مسند احمد)

چنانچہ وہ اسے قتل کر دیں گے۔ یہاں تک کہ شجر و حجر چیخیں گے کہ اے روح اللہ یہ یہودی ہے۔ وہ دجال کے کسی بھی پیروکار کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

فیفنیهم الله ویظهرالمسلمون فیکسرون الصلیب ویقتلون الخنزیر ویضعون الجزیة. (مستدرک حاکم بسند صحیح)

اللہ تعالیٰ یہود کو فنا کر دے گا، مسلمانوں کی فتح ہو گی وہ صلیب توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے۔

وتملأ الارض من المسلم کما یملأ الاناء من الماء وتکون الکلمة واحدة فلا یعبد الا الله تعالی. (ابن ماجه)

زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی جیسا کہ برتن پانی سے بھر جاتا ہے۔ صرف اسلام ہی دنیا کا دین ہو گا اور اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے گی۔

تصرف وکرامات

امام مہدی کے روحانی تصرف اور کشف وکرامات سے متعلق یہ کل ۱۷ حدیثیں ہیں جو بخاری، مسلم، ابو داؤد، مستدرک حاکم، ترمذی، مصنف ابن ابی شیبہ اور مجمع الزوائد میں منقول ہیں۔ ان کے علاوہ ہمارے پاس اور بھی بہت ساری روایات کا ذخیرہ ہے لیکن اختصار و جامعیت کے پیش نظر ہم

صرف انہیں پر اکتفاء کرتے ہوئے مولانا مودودی سے پوچھتے ہیں کہ امام کا ایک ہی رات میں ولایت کے مقام پر فائز ہونا، کسی تعارف کے بغیر اہل مکہ کا پہچان لینا، ۳۱۳ کا آناً فاناً بیعت کرنا، مخالف لشکر کا بیداء میں دھنس جانا، نہتے مبایعین کا سفیانی کو بھاری شکست دینا، ان کی امامت پر شامی ابدال اور عراقی اولیاء کا ایک دم شرح صدر ہونا، کسی اپیل واشتہار کے بغیر بہی خواہان امت کا بیعت کے لیے دوڑ پڑنا، مہدویت پر کسی بھی قسم کا اختلاف نہ ہونا۔ انہیں بالاتفاق تمام دنیا کا امام تسلیم کرنا، مٹھی بھر مجاہدوں کو لے کر شام میں آٹھ لاکھ عیسائیوں کو پچھاڑ دینا۔ چند لمحوں میں یورپ واٹلی جیسے قلعوں کو ڈھا دینا، نعرۂ تکبیر سے قسطنطنیہ کی فصیلوں کا زمین بوس ہونا مجاہدین کا تمام بلاؤں سے محفوظ ہونا، اسرائیل میں گھس کر یہودیت کی جڑ مٹا دینا، پتھروں کا بولنا، درودیوار کا چیخنا، درختوں کا آواز لگانا، عیسائیت سمیت تمام مذاہب کا خاتمہ ہی کر دینا نو سال کی قلیل مدت میں پوری دنیا کو فتح کرنا، عالمی خلافت راشدہ قائم کرنا، آسمان کا بے پایاں برسنا، زمین کا تمام خزانے اگل دینا، مال ودولت کے ڈھیر لگ جانا، ظلم وستم کا قصہ پاک ہونا، عدل وانصاف سے دنیا کا پٹ جانا، لوگوں کا مستغنی ہونا اور کفر و تاریکی کو مٹا کر بیک وقت پوری دنیا کو مسلمان بنا دینا کیا روحانی تصرف اور کرامت نہیں ہے؟ کیا خالی جنگی مہارت اور عزم وحوصلوں کے بل پر دنیا میں ایسے کرشمے کبھی ظہور پذیر ہوئے ہیں؟ اس کا جواب۔ مولانا مودودی تو کیا پوری انسانی تاریخ نہیں دے سکتی لیکن حیرت ہے کہ ان سارے محیر العقول واقعات کے باوجود موصوف کس دھڑلے سے کرامت کا انکار کر رہے ہیں!! حالانکہ مہدی کی فتوحات میں تو اس سے آگے کی چیز عیسیٰ کا معجزہ بھی موجود ہے۔ حضرت عیسیٰ کو دیکھتے ہی دجال کی حالت غیر ہونا سانس کی ہوا لگنے سے کفار کا تڑپ تڑپ کر گرنا اور اس کا تاحد نگاہ پہنچنا اسی قبیل کی تو چیزیں

ہیں جو حالات و معمولات کے یکسر خلاف اور اسباب و وسائل سے بالاتر ہیں۔
یہ سب واقعات مہدی ہی کے ساتھ پیش آئے ہیں۔اس لیے مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ امام کی ساری فتوحات جنگی مہارت اور حربی آلات کے بل پر ہوں گی اور ان میں کشوف و کرامات کا کوئی دخل نہ ہوگا سراسر بے بنیاد دعویٰ ہے جسے کوئی بھی ذی علم پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں دے سکتا۔

آخری بات

مولانا مودودی صاحب کے افکار و خیالات کے تجزیے کے لیے ہم نے یہ تین تنقیحیں کی ہیں جن کی روشنی میں یہ حقائق واضح طور سے سامنے آتے ہیں کہ امام مہدی ایک معروف و معین شخص ہیں۔سیرت و شخصیت سے متعلق ان کی تمام تفصیلات حق ہیں۔اپنی حقیقت سے خود بھی آگاہ ہیں معاصرین بھی انہیں اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کے انقلاب و فتوحات میں اسباب و وسائل سے کہیں زیادہ برکت و کرامات کا دخل ہے۔
یہ ساری چیزیں ہمیں ایسی ہستی کا پتہ دیتی ہیں جو کتاب و سنت کی زندہ تصویر ہو، ہو بہو صحابہ کا عکس و پرتو ہو اور زندگی کے کسی گوشے میں بھی اس پر جدت کے چھینٹے نہ پڑے ہوں کیونکہ اسلاف کی ڈگر سے ہٹ کر تجدد کا مظاہرہ کوئی فخر کی بات نہیں کہ امام مہدی کو بھی جدید لیڈر بنایا جائے امت کا سارا کیس ان جدید لیڈروں ہی کا تو بگاڑا ہوا ہے جنہوں نے اسلام کا پوسٹ مارٹم کر کے خیر القرون سے ہمارے تمام تاریخی رشتوں کو توڑ ڈالا اور آج چند میٹھی یادوں کے علاوہ ہمارا دامن ہر چیز سے خالی ہے اس لیے مہدی کے روپ میں پھر کسی جدید لیڈر کا ہمیں کوئی انتظار نہیں کیونکہ ہم امام مالک کے اس بول پر سو فیصد یقین رکھتے ہیں کہ امت کے

آخری قافلہ کا عروج بھی اسی نہج پر ہوگا جسے پکڑ کر صحابہ کا گروہ اوج ثریا پر پہنچا تھا ظاہر ہے کہ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ امیر و مقتدیٰ سے لے کر مامور و مطیع تک سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوں اور جدت و تجدد کی آلائشوں نے اس چشمۂ صافی کو ذرا بھی گدلا نہ کیا ہو۔

اب رہا مسائل مہمہ، فکر و تدبر اور جنگی لیاقت و مہارت تو یہ بھی انبیاء و خلفاء کی طرح ان میں فطری اور خداداد ہوگی، کسی یونیورسٹی میں ٹریننگ نہیں کریں گے۔ صحابہ کی زندہ مثال ہمارے سامنے ہے جنہوں نے کسی مشق و ٹریننگ کے بغیر آن کی آن میں روم و ایران کی ان سپر طاقتوں کو توڑ ڈالا جو پوری دنیا میں اپنے جنگی علوم و فنون کا ہر ایک سے لوہا منوا چکی تھیں۔ یہ بلاشبہ انکی روحانی و کراماتی طاقت تھی کہ گلہ بانی سے جہاں بانی کے منصب پر فائز ہوئے ورنہ مادی قوت کے لحاظ سے ان کا قیصر و کسریٰ سے کوئی مقابلہ نہ تھا۔ تو جس طرح قرن اول میں ہمارے اسلاف نے اپنی قدامت سے تمام جدیدوں کو پچھاڑ دیا اسی طرح قرن آخر میں امام مہدی پوری ماڈرن دنیا کو زیر کرلیں گے اور اس کے لیے تھوڑی دیر کے لیے بھی انہیں جدید لیڈر بننا نہیں پڑے گا۔ اس لیے مولانا مودودی کا اب یہ کہنا۔

اس کی جدتوں کے خلاف مولوی اور صوفی صاحبان ہی سب سے پہلے شورش برپا کریں گے۔ (تجدید و احیاء دین)

ناقص ترین مطالعہ کی دلیل ہے کیونکہ امام مہدی خالص اتفاق و فتح کا عنوان ہیں اور برسہا برس کی شورش و تفرقے کو ختم کر کے امت میں اتحاد کی روح پھونکنے کے لیے ہی انہیں مبعوث کیا جارہا ہے اسی لیے ان کی ذات پر متفق ہونے کا ایسا حکیمانہ نظام بنایا گیا جس کے تحت امام کی خلافت سے اختلاف کرنے والے زندہ رہنے کے بھی حق سے محروم کردیئے گئے شامی لشکر کا بیداء میں دھنس جانا اور سفیانی فوج کا بالکلیہ استیصال اس سلسلے کی

زندہ مثالیں ہیں۔ اس لیے واقعہ یہ ہے کہ ان دو ناکام کوششوں کے علاوہ ان کے خلاف کوئی بھی تیسری شورش برپا نہ ہو گی اور وہ بالاتفاق پوری اسلامی دنیا کے خلیفہ وامیر تسلیم کیے جائیں گے ورنہ ان پر بھی اگر امت متفق نہیں ہوتی تو پھر ظہور مہدی سے کوئی فائدہ نہیں اور امام کی بعثت کا کوئی جواز نہیں رہ جاتا۔

مہدی کی بابت مولانا مودودی صاحب کے افکار وخیالات کا یہ طویل تجزیہ ثابت کرتا ہے کہ موصوف نے اس اہم اور بنیادی موضوع پر کتنی لاپرواہی کے ساتھ قلم چلایا ہے اور کسی تردد کے بغیر وہ کیسی کیسی عجیب باتیں کہہ گئے ہیں ہمیں صد فیصد یقین ہے کہ انہوں نے اس باب میں غور نہیں کیا اور دلائل سے کہیں زیادہ تصور مہدی کی بنیاد اپنے ذوق ومزاج پر رکھی ہے اسی لیے اس میں ایسی بہت ساری چیزیں در آئیں جن کی نصوص قدم قدم پر تردید کرتی ہیں اور عقل ونقل کی روشنی میں ان کی کوئی توجیہ نہیں کی جاسکتی۔

مبحث ششم

مولانا وحید الدین خاں اور امام مہدی

مہدی کی شخصیت پر شب خون مارنے والے چھٹے شخص وحید الدین خاں ہیں۔ یہ ۱۹۲۵ء میں ہندوستان کی مردم خیز سرزمین اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں ہوئی۔ لیکن ذہنی انتشار اور اپنی بے چین طبیعت کی وجہ سے وہ اس کی تکمیل نہ کر سکے اور کچھ عرصہ تک جدید افکار و نظریات اور دینی کتابوں کا آزاد مطالعہ کرتے رہے یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں مولانا مودودی کی فکر سے متاثر ہو کر انہوں نے جماعت اسلامی میں شمولیت اختیار کر لی اور تقریباً دس سال تک مسلسل اسی سے وابستہ رہے۔

۱۹۵۷ء میں جب کہ ان کی عمر ۳۲ سال تھی حالات میں یکایک تبدیلی واقع ہوئی اور ان کے مطالعہ قرآن نے قدیم فکر و خیالات کی دنیا کو زیر وزبر کر کے تصور دین کے سلسلے میں ان کے سامنے سوالات واشکالات کا ایک انبار لگا دیا۔ انہیں محسوس ہوا کہ مولانا مودودی نے دین کو سمجھنے میں غلطی کی ہے اور قرآن جماعت اسلامی کے نصب العین کی تائید نہیں کرتا۔ یہی وہ منزل تھی جہاں پہنچ کر وحید الدین خاں صاحب کے قدم ٹھٹھک گئے۔ اور ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے انہوں نے جماعت اسلامی کو الوداع کہا اور ۱۹۶۳ء میں اس کے خلاف "تعبیر کی غلطی" نامی ایک زوردار کتاب لکھ

ڈالی۔ جس میں اپنے حالات واختلافات کی روئیداد کے ساتھ ساتھ موصوف نے ان مقامات کی بھی واضح نشاندہی کی جہاں مولانا مودودی کا قلم لڑکھڑایا ہے اور وہ اسلاف کے جادے سے دور جا پڑے ہیں۔

وحید الدین خاں صاحب ایک اچھے قلمکار ہیں، ذہن رسا اور اخاذ ہے، مغربی تہذیب و تاریخ پر بھی اچھی نظر ہے۔ سادہ، سلیس اور دلنشیں پیرائے میں بات کہنے کا انہیں کافی سلیقہ ہے۔ چنانچہ جماعت اسلامی سے علیحدگی کے بعد وہ ہندستان کے مؤقر علمی جریدوں میں اپنی اسی صلاحیت کا اظہار کرتے رہے اور اس دوران ان کے قلم سے ایسی مفید کتابیں نکلیں جو مصنف کی نیک نامی کا ذریعہ بنیں اور علمی ودعوتی حلقوں میں ان کی خوب پذیرائی ہوئی۔

اگر وہ اپنی صلاحیتوں کو اسی میدان میں مرکوز رکھ کر عصری مطالعہ کی روشنی میں اسلام کا دفاع کرتے رہتے تو یقیناً ان کی ذات سے دین کو معتبہ فائدہ پہنچتا اور ایسا مفید لٹریچر وجود میں آتا جو مغربی تہذیب و فلسفے کی ناکامی کو ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام پر وارد ہونے والے دور حاضر کے تمام سوالات واشکالات کو بھی دور کرتا۔ لیکن افسوس کہ تصنیفی میدان میں تھوڑی کامیابی ملتے ہی انہیں اپنے بارے میں شدید غلط فہمی ہوئی اور نام ونمود کی خاطر وہ اسلاف کے کارواں سے بھٹک کر انفرادیت و گمراہی کی ڈگر پر چل نکلے۔

اپنے خیالات کی اشاعت کے لیے اکتوبر ۱۹۷۶ء میں انہوں نے دہلی سے ماہنامہ "الرسالہ" جاری کیا اور اسی دوران ان کا لیبیا کے صدر کرنل قذافی سے تعلق ہوا۔ اہل علم جانتے ہیں کہ لیبیائی صدر بھی عالم عرب کی ان شخصیات کے زمرے میں آتے ہیں جنہوں نے اسلامی تشخصات وامتیازات، دینی عقائد وعبادات اور دعوتی شخصیتوں کا خون کرکے سرزمین عرب کو الحاد وبددینی سے بھر بھر دیا ہے۔

چنانچہ تاریخ کا ایک عجوبہ تھا کہ ۱۹۶۳ء میں جس نے دین کو مجروح کرنے والوں کے خلاف پوری ایک دستاویز لکھ ڈالی تھی۔ ۱۹۷۷ میں یہی "مرد مجاہد" دین پر کلہاڑا چلانے والے کرنل قذافی کی شان میں نہ صرف قصیدے پڑھنے لگا بلکہ اس کی بدنام زمانہ تالیف "الکتاب الاخضر" کی بھی اردو ترجمانی کا بیڑہ لے کر اٹھا۔

انحراف کے جادے پر

اس بدترین جرأت کے بعد تو جیسے انہیں حس ہی نہ رہی۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا شگوفہ کھلاتے رہے اور ایک لمحہ کے لیے بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھا اپنے کو مجدد کہا۔ خدا کو دریافت کرنے کا دعوی کیا۔ سیکولر لوگوں کی طرح دین کو پرائیویٹ و انفرادی زندگی میں محدود کرنے کی بات کہی۔ اسلام کے مکمل نظام حیات ہونے کا صاف انکار کیا۔ فقہ کو ملی تفرقہ کی جڑ بتلایا۔ علوم تفسیر کو قرآن فہمی میں رکاوٹ قرار دیا۔ زمانے کے لحاظ سے ناسخ کو منسوخ اور منسوخ کو ناسخ بنانے کا شوشہ چھوڑا۔ مصلحت کی خاطر دین کے ہر رکن کو ڈھانے کی بات کہی۔ اسلامی حدود و تعزیرات کی مخالفت کی۔ سیکولرازم کو عین اسلام قرار دیا۔ دیگر مذاہب کے مقابلے میں اسلام کی اکملیت کو غلط ثابت کیا۔ تمام رسولوں میں حضور کی افضلیت کا انکار کیا۔ شاتم رسول سلمان رشدی کی حمایت کی۔ ملحدہ تسلیمہ نسرین کا بھرپور دفاع کیا۔ دینی تنظیموں کو مغلظات سنائیں، جہاد کو ہمیشہ فساد کہا، مجاہدین و شہداء کو دل بھر کے کوسا۔ ملی قومیت کا انکار کیا، شرعی حکومت کا خوب مذاق اڑایا۔ مسلم اتحاد کی ہر محاذ پر مخالفت کی۔ خلافت پر جم کر تالیاں پیٹیں۔ ہندوؤں کی قدم قدم پر تعریفیں کیں دشمنان اسلام کی شان میں خوب قصیدے پڑھے۔ مسلم پرسنل لا کی مخالفت

اور وندے ماترم کی حمایت کی، تمام فسادات کا ذمہ دار مسلمانوں کو قرار دیا۔ غیروں کی ادائیں انہیں ہمیشہ بھائیں اہل اسلام کو ہمیشہ نفرت کی نظر سے دیکھا الغرض مسلمانوں کے ہر قدم اور ہر احتجاج کو منفی اور تخریبی کہا اور کفار ومشرکین کی ہر زیادتی انہیں فطرت کا تقاضا دکھائی پڑی۔ اور اس ناخداترسی میں وہ اتنے آگے بڑھے کہ بابری مسجد کی شہادت پر عالم اسلام تو درد و غم سے دوہرا ہوا جارہا تھا لیکن یہ اس وقت بھی ملت کے زخموں پر نمک چھڑک کر غیروں کیساتھ تالیاں پیٹ رہے تھے۔

موصوف ذاتی طور سے کچھ بھی کرتے۔ ہمیں کوئی شکایت نہ ہوتی لیکن ان کے کیس کا دردناک پہلو یہ ہے کہ اپنی ہر الٹی بات کو سیدھا ثابت کرنے کے لیے انہوں نے نہ صرف قرآن وحدیث کا بڑا غلط استعمال کیا بلکہ حضرت حسینؓ، حضرت اسماء، امام ابو حنیفہ، امام مالک، احمد بن حنبل، امام شافعی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حضرت مجدد الف ثانی، اورنگ زیب، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ عبدالعزیز دہلوی، سید اسمٰعیل شہید، سید احمد شہید، مولانا قاسم نانوتوی، حاجی امداد اللہ، مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند مولانا محمود حسن، شیخ الاسلام مولانا مدنی علامہ اقبال اور مولانا ابوالحسن علی ندوی وغیرہ جیسے موقر ومخلص علماء پر بڑی جارحانہ اور تیز وتند تنقیدیں کیں اور جہاد وشہادت سے محبت کے جرم میں مصلحین ومجددین، علماء ومجتہدین اور مجاہدین وشہداء کی قبروں پر وہ گھن برسایا کہ دل خون کے آنسو رودیا۔

شرمناک واقعہ

قرآنی آیات واحادیث کی من مانی تشریح، ہمہ وقت غیروں کو خوش کرنے کی مذموم کوشش اور اسلاف کے خلاف ان کی منصوبہ بند تخریبی سرگرمیوں کے پیش نظر دین وملت کے بہی خواہوں کو اب ان کے متعلق بہت

کچھ شکوک و شبہات ہونے لگے ہیں گرچہ ہندو تنظیم و اداروں سے ان کے گہرے روابط بذات خود اس کی بہت بڑی دلیل ہیں۔ لیکن ان شکوک و شبہات کو اصل بنیاد وہ واقعہ فراہم کرتا ہے جو گذشتہ دنوں ہمارے سامنے آیا ہے۔ ہوا یہ کہ ایک ہندو مذہبی پروگرام میں شرکت کے لیے وحید الدین خاں تشریف لے گئے۔ جہاں گنگا کے ایک نو تعمیر شدہ گھاٹ کا افتتاح ہونا تھا۔ اس اجتماع میں موصوف کے ہاتھوں کیا کیا گل کھلے۔ ہندی اخبارات نے وہ تمام تصویریں شائع کی ہیں جن میں موصوف کہیں تو تلک دھاری ہندوؤں کے ساتھ ہیں۔ کہیں ایک نیم عریاں خاتون سے گنگا جلی لے رہے ہیں اور کہیں سادھوؤں کے جھرمٹ میں بیٹھے ہیں۔

وحید الدین خاں صاحب کا کیس دراصل انتہا پسندی اور ردعمل کا کیس ہے وہ سلف اور مسلمانوں کی مخالفت کرتے کرتے اس منزل پر آپہنچے ہیں کہ انہیں اچھے اور برے کی بھی تمیز نہیں رہی ہے اور وہ اب اسلام ہی کی مخالفت کرنے لگے ہیں۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ پورے عالم اسلام کو جذباتیت و سطحیت کا طعنہ دینے والے "سنجیدہ" و "تعمیری مفکر" ایسے ہو گئے کہ مسجد مدرسہ کے بجائے اب وہ گنگا گھاٹ کا افتتاح کر رہے ہیں!!

امام مہدیؑ دین کی سرخ روئی کا ایک روشن عنوان ہیں۔ ان کی ذات سے جہاد و شہادت اور کفر کی پسپائی کی ایک شاندار تاریخ جڑی ہے۔ وحید الدین خاں صاحب کو کیونکہ ان "نامعقول" باتوں سے چڑ ہے اور وہ ان چیزوں کو قرآن و حدیث سے بھی کھرچ ڈالنا چاہتے ہیں اس لیے مہدی پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> مہدی کے معنی ہیں ہدایت یاب۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی کے لیے ضروری نہیں کہ وہ کوئی بڑا سیاسی یا قومی کارنامہ کرے جس کو لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ مہدی کی اصل صرف یہ ہے کہ ایک ایسے

زمانہ میں جب کہ اسلام کی حقیقت گم ہو چکی ہو گی وہ اسلام کی معرفت حاصل کرے گا۔ گویا مہدی اصل ہدایت کو پانے والا ہو گا نہ کہ ہدایت کا خارجی نظام قائم کرنے والا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی شخص کا مہدی ہونا یہ اللہ کے علم کی بات ہے۔ اس کا یقینی علم نہ خود مہدی کو ہو گا اور نہ اس کے معاصر لوگوں کو۔ کیونکہ ہدایت یاب کون ہے۔ اس کا تعلق تمام تر علم الہٰی سے ہے۔ (سفر نامہ اسپین، ص:۱۵)

خاں صاحب کے تفردات

مندرجہ بالا اقتباس سے مہدی کی بابت ہمیں خاں صاحب کے چار نظریوں کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) کسی زمانے میں اسلام کی حقیقت گم ہو جائے گی۔

(۲) دنیا میں ہدایت یاب کا پتہ لگانا نا ممکن ہے۔

(۳) اپنے مہدی ہونے کا انہیں کوئی علم ہو گا اور نہ ہی معاصرین مسلمان انہیں پہچانیں گے۔

(۴) امام مہدی خود تو حق پر ہوں گے لیکن دوسروں کو راست پر لانے کی وہ کوئی ادنیٰ کوشش بھی نہیں کریں گے۔

پہلی تنقیح

ختم نبوت اور تکمیل دین کے بعد دنیا کی سب سے آخری شریعت کے بارے میں خداوند قدوس نے اعلان فرمایا کہ یہ دین ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی قیامت تک اس کی حفاظت کریں گے۔

"انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون"

اس کی حفاظت کا یہ مطلب نہیں کہ دین محمدی صرف کتابوں میں

محفوظ رہے اور دنیا میں اس کا کوئی عملی نمونہ موجود نہ ہو بلکہ یہ خدائی فیصلہ بتاتا ہے کہ گردش زمانہ کی تیز و تند آندھیوں کے باوجود ہر دور میں بڑا گروہ امت میں ایسا ضرور موجود ہوگا جو شریعت کے ہر ہر جز پر عمل پیرا اور سر تاپا دین کا مجسم پیکر ہوگا۔

لاتزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق

لايضرهم من خذلهم حتى ياتي امر الله

اگر درازئی زمانہ کی وجہ سے دین پر گرد و غبار جمنے لگے اور آگے چل کر شریعت کے مستور ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس خطرے سے نمٹنے کے لیے ہر صدی میں مجددین کے گروہ کو کھڑا کیا جائے گا جو تمام گرد و غبار کو جھاڑ کر دین کو روشن و مجلی کر دے گا۔

ان الله يبعث لهٰذه الامة على راس.

كل مائة سنة من يجدد لها امر دينها.

یہ گروہ براہ راست کتاب و سنت سے استفادہ کریگا اس کا تصور دین سلف کے مطابق ہوگا وہ غالیوں کی تحریفات کا پردہ چاک کرے گا، حق ناآشناؤں کی تاویلوں کو رد کر دیگا اور جاہلوں کی یاوہ گوئیوں کا قلع و قمع کر کے دین کو اسکے حقیقی روپ میں پیش کرے گا۔ حفاظت باری کے تحت طائفہ منصورہ اور مجددین کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور لوگ اسی طرح دین کی حقیقت سے آشنا ہوتے رہیں گے اب وحید الدین خاں صاحب بتائیں۔

دین کی حقیقت کون سے دور میں گم ہو گی؟

کیا اس وقت حفاظت الٰہی کو اٹھا لیا جائے گا؟

کیا یہ حفاظت دائمی نہیں عارضی تھی؟

کیا کبھی دنیا سے مجددین بالکل ناپید ہو جائیں گے؟

کیا ادیان سابقہ کی طرح اسلام بھی محرف ہو جائے گا؟

کیا اس دور میں قرآن و حدیث کو اٹھا لیا جائے گا؟
آخر ان تمام انتظامات کے باوجود دین کی حقیقت کیسے گم ہو جائے گی
اور اس صورت میں امم سابقہ کی بنسبت ہمارا کیا امتیاز رہ جاتا ہے وحید
الدین خاں صاحب قیامت تک اس کا جواب نہیں دے سکتے۔

دوسری تنقیح

یہیں سے دوسری گتھی بھی حل ہو جاتی ہے کہ جب یہ دین حق ہے
اور اس کی حفاظت کی خاطر امت کا ایک بڑا طبقہ جہاد و تجدید کرتا رہے گا تو
اب اس سے وابستہ لوگوں کے ہدایت یاب ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے؟
کیا دین اسلام کے حلقہ میں داخل ہو کر بھی کوئی شخص ہدایت یاب نہیں ہوتا؟
اگر کلمہ پڑھ کر بھی گمراہ ٹھہرا تو اسلام دین حق کیسے ہوگا؟
دین حق سے وابستہ حق پر کیوں نہیں ہوگا؟
کیا طائفہ منصورہ بھی ہدایت یاب نہیں ہے؟
کیا تاریخ کے تمام مجددین بھی حق پر نہیں تھے؟
اگر ہدایت یاب ہونے کا علم دنیا میں ممکن نہیں تو پھر آپ اپنے خیالات
کی دعوت اتنے وثوق سے کیوں دیتے ہیں حالانکہ آپ کے ہدایت یاب
ہونے کی بھی آپ کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیا بذریعہ وحی آپ
کے مشن کی تصویب کر دی گئی ہے؟ لعنت ہے اس شخص پر جو اللہ کی مقدس
کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی مبارک تعلیمات کے بعد بھی ہدایت کے
بارے میں متردد ہو۔

تیسری تنقیح

مہدی صرف ایک ہدایت یاب شخص کا نام ہے۔ خاں صاحب نے یہاں

احادیث رسول، آثار صحابہ اور چودہ صدیوں کے تمام علماء امت کی تصریحات کو یکسر نظرانداز کر کے محض لفظ و لغت کی منطق سے مہدی کا پوسٹ مارٹم کرنا چاہا ہے۔ حالانکہ اس حقیقت سے کوئی عام مسلمان بھی بے خبر نہیں ہو سکتا کہ شرعی اصطلاحوں میں صرف منقول و متواتر مفہوم کا اعتبار ہے لفظ و لغت کا ہرگز نہیں۔ اسی لیے دین کے ہر عنوان اور ہر اصطلاح کی پشت پر قرآنی آیات، احادیث رسول، فقہی تصریحات اور تعامل امت کی ایسی روشن دنیا موجود ہے جو از اول تا آخر ہر مفہوم کی تعیین کر کے کسی بھی ناخدا ترس شخص کے لیے دراندازی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں چھوڑتی۔ ورنہ آج "صلوٰۃ" کے معنی درود و دعا بیان کر کے لوگ قیام و رکوع، قرأت و سجدہ اور نماز کے تمام فرائض و واجبات کا انکار کرتے۔

مہدی بھی شریعت کی ایسی ہی اصطلاح اور دین کا ایسا ہی عنوان ہے جس کا مفہوم احادیث رسول، آثار صحابہ اور اسلاف امت کے موقف کی رو سے روز اول ہی سے طے اور متعین ہے۔ اس لیے اب اس کا اجماعی مفہوم چھوڑ کر محض لغوی معنی کا سہارا لینا سراسر گمراہی اور پوری امت کے خلاف ایک چیلنج ہے ہم خاں صاحب کے اس نظریئے کے تجزیہ کے لیے یہاں چند مقدمات قائم کرتے ہیں۔

پہلا مقدمہ

دنیا کے اگلے پچھلے کسی بھی شخص کو جاننے و پہچاننے کے لیے اس کے حسب و نسب، نسل و خاندان، نام و ولدیت، شکل و صورت اور عادت و اخلاق سے متعلق صرف بنیادی معلومات درکار ہیں اور ان تفصیلات کی موجودگی میں اس کا پہچاننا آسان ہی نہیں بالکل یقینی اور بدیہی ہے۔ چنانچہ حدیث میں حضور ﷺ نے امام مہدی کا بہت ہی جامع اور مفصل تعارف کرایا ہے ذیل

میں اس کی کچھ جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں۔

اجلي الجبهة اقنى الانف (ابوداؤد، بیہقی)

پیشانی روشن اور ناک بلند ستواں، بیچ میں ہلکا سا ابھار اور قدرے آگے جھکی ہوگی۔

اشم الانف اقنى اجلى (مستدرک حاکم)

ناک بلند و ستواں اور چہرہ روشن ہوگا۔

يشبهه في الخلق (ابوداؤد)

عادات واخلاق میں حضرت حسن کی طرح ہوں گے۔

يواطي اسمه اسمي واسم ابيه اسم ابي (ترمذی، ابوداؤد، مستدرک)

نام محمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا۔

ابشركم بالمهدى (ترمذی، مسند احمد)

لقب مہدی ہوگا

رجل من قريش (صحيح مسلم)

قریشی ہوں گے۔

المهدى منا اهل البيت

المهدى من عترتي

المهدى مني

اہل بیت سے ہوں گے۔

هو من ولد فاطمة (مستدرك ۔ابو داؤد)

فاطمی ہوں گے

سيخرج من صلبه (ابو داؤد)

حسنی ہوں گے۔

مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوں گے۔

رجل من أهل المدينة (ابو داؤد)

بے حد متقی و پرہیز گار ہوں گے۔

امامهم رجل صالح (ابن ماجه)

ایک ہی رات میں ولایت کے منصب تک پہنچ جائیں گے۔

يصلحه الله تعالى في ليلة (مصنف ابن ابی شیبه)

رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان ان کی بیعت کی جائے گی۔

يبايع بين الركن والمقام (مستدرك حاكم)

غور کیجئے کہ مہدی کی شخصیت کے خدوخال احادیث میں کتنے واضح ہیں اور ان کی ایک ایک چیز کو حضور ﷺ نے کتنے اہتمام سے بیان کیا ہے!! حتی کہ نسل و خاندان حسب ونسب اور عادات واخلاق ہی نہیں بلکہ ہمیں ان کے نام وولدیت، آبائی وطن، شکل وصورت اور بیعت کی جگہ تک کا علم ہوگیا۔ اب اس چارٹ میں کوئی کمی ہے نہ مہدی اس سے الگ ہوسکتے ہیں پھر امت بھی ان کی راہ تک رہی ہے تو ان سب چیزوں کے باوجود آخر اب وہ کونسی رکاوٹ ہے جو ہمارے اور انکے درمیان بروقت حائل ہوگی اور حضور ﷺ کی تمام تر تفصیلات کے باوجود ہم انہیں کبھی نہ پہچان سکیں گے؟

دوسرا مقدمہ

تاریخ کے سیکڑوں ائمہ اور مجددین اپنے کارناموں کا سکہ جما کر دنیا میں اپنے ان مٹ نقوش چھوڑ گئے اور ہم آج تک ان کو یاد کرتے ہیں حالانکہ حضور ﷺ نے شخصی طور پر ان کے ظہور و کارناموں کی کوئی خبر نہ دی تھی لیکن امام مہدی جن کی شخصیت کی پوری تفصیل بیان کر کے خود نبی آخر الزماں نے ان کے ظہور کی خوشخبری دی، جن کی زیارت کی صحابہ و تابعین نے تمنا کی اور تاریخ دعوت و عزیمت کے تمام بلند کردار علماء ان سے ملاقات کی حسرت لیے دنیا سے تشریف لے گئے وہ کیا اتنے بے بس

وگمنام ہو سکتے ہیں کہ خاموشی سے آئیں اور اسلام کی "معرفت" حاصل کر کے چپکے سے مر جائیں؟ نہ انہیں اپنی کچھ خبر ہو اور نہ ہی امت ان سے کچھ فائدہ اٹھا سکے۔ عقل کہتی ہے کہ یہ نظریہ غلط اور بالکل باطل ہے۔

تیسرا مقدمہ

اگر مہدی صرف ایک خاموش، گوشہ نشین اور گمنام شخص کا نام ہے اور دنیا کے منظر نامہ پر ان کا کوئی اجتماعی اور ملی کردار نہیں تو سیرت و شخصیت کے لمبے چوڑے جغرافیہ کے ساتھ حضور علیہ السلام نے ان کا تذکرہ کیوں کیا ہے؟ خاں صاحب اس کی وجہ بیان کریں۔

چوتھا مقدمہ

امام مہدی جب اتنے گمنام اور غیر معروف ہوں گے کہ اللہ کے علاوہ انہیں کوئی بھی نہ جان سکے گا تو خاں صاحب اب یہ ثابت کریں کہ وہ اب تک دنیا میں پیدا نہیں ہوئے اور ان کا زمانہ مستقبل ہی میں ہو گا۔

پانچواں مقدمہ

قرن اوّل سے علماء اس عنوان کو "ظہور مہدی" کا نام دیتے رہے ہیں جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب امام کے ظاہر و مشہور ہونے کے قائل ہیں چھپے رہنے کے نہیں کیا اس مسئلہ میں پوری امت نے غلطی کی ہے۔

چھٹا مقدمہ

اگر اسلام کی گم شدہ حقیقت کی معرفت کا نام ہی "مہدویت" ہے تو اس کے سب سے بہتر مصداق آپ خود ہیں کیونکہ آپ نے سفر نامہ اسپین

ص: ۱۳ امیں اسلام کو دوبارہ دریافت کرنے کا دعویٰ کیا ہے اب کیا اپنے کو آپ امام مہدی کہیں گے ؟

ان مقدمات کی روشنی میں کیا اس نظریہ کی کوئی اہمیت رہ جاتی ہے کہ امام مہدی کو اپنی کچھ خبر ہو گی اور نہ ہی امت انہیں پہچانے گی یہ یقیناً سطحیت اور سراسر کم علمی کا نتیجہ ہے کیونکہ مہدی احادیث رسول، آثار صحابہ اور علماء کی تشریحات کے مطابق اپنے زمانے کی ایک ایسی روشن حقیقت ہوں گے کہ دوست ہی نہیں ان کا دشمن "سفیانی" بھی پہچان لے گا۔ اور ان کے مہدویت کے شور سے پوری دنیا گونج اٹھے گی اس ضمن میں قارئین کے لیے مبحث پنجم کی دوسری تنقیح کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔

چوتھی تنقیح

وحید الدین خاں صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ اسلام کی اصل حقیقت کو پاکر بھی امام مہدی دوسروں کو اس سے روشناس کرانے کی کوششیں کریں گے نہ ہی ان کے ہاتھوں کوئی اسلامی نظام برپا ہو گا۔

یہاں بھی انہوں نے احادیث رسول، آثار صحابہ اور اسلاف امت کے عقائد وارشادات کو یکسر فراموش کر کے تصور مہدی میں محض اپنی فکر و خیالات کو داخل کرنے کی ناروا کوشش کی ہے اور امام مہدی کے حیات و کارناموں کو وہ بڑی خوبصورتی سے قلم زد کر گئے ہیں۔ ہم اس نظریئے کی تردید کے لیے پھر صحیح و مستند احادیث کی بساط بچھاتے ہیں تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ متقدمین و متاخرین علماء کو سطحیت کا طعنہ دینے والے "مفکر" خود کتنے سطحی اور کم علم ہیں۔

مہدی ایک نظر میں

امام مہدی مدینہ سے مکہ کا رخ کریں گے جہاں لوگ انہیں فوراً

پہچان لیں گے کعبۃ اللہ میں ان کا ظہور ہو گا۔ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان یہ لوگ ان کے ہاتھ پر زبردستی بیعت کریں گے۔ خداوند قدوس بادل کے ٹکڑوں کی طرح دینداروں و مخلص مسلمانوں کو آنا فانا ان کے گرد جمع کر دے گا۔ ان کی تعداد طالوت کے سپاہیوں اور بدری صحابہ کی طرح تین سو تیرہ ہو گی۔ وہ دین کے جاں نثار اور اس وقت دنیا کے افضل ترین مسلمان ہوں گے۔ ظہور و بیعت کی خبر مشہور ہوتے ہی مہدی سے لڑنے کے لیے شام سے ایک لشکر چلے گا لیکن مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے ہی وہ مقام بیداء میں دھنسا دیا جائے گا۔ پھر سفیانی خود حملہ کرے گا لیکن مہدی کے ہاتھوں اسے بھاری شکست ہو گی۔ اس کی عورتوں کو باندی بنا کر دمشق کے راستے پر فروخت کیا جائے گا۔ مال غنیمت بھی بہت ہو گا۔ خلیفہ مہدی خوب داد و دہش کریں گے اس کرامت کو دیکھ کر شام کے ابدال اور عراقیوں کے جتھے ان کے خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوں گے۔ بعد ازیں شام کا رخ کریں گے جسے سیلاب نے زیروزبر کر رکھا ہو گا۔ ان کے لشکر کے تین جھنڈے ہوں گے۔ کورڈ ور ڈامت امت ہو گا۔ عیسائیوں کا لشکر سات بادشاہوں کی فوج پر مشتمل ہو گا۔ وہ سب مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ مہدی چاروں طرف فوجیں روانہ کریں گے۔ ان کے ہاتھوں قسطنطنیہ اور روم (اٹلی) بھی فتح ہو گا۔ مجاہدین برصغیر تک گھسے چلے آئیں گے۔ ہندوستان کے بادشاہوں کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ سارا عرب مہدی کے قبضہ میں ہو گا۔ وہ لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلائیں گے مدتوں بعد خلافت راشدہ قائم ہو گی۔ دین پر شباب آئے گا۔ ظلم و ستم مٹیں گے۔ دنیا عدل وانصاف سے لبریز ہو گی۔ آسمان خوب برسے گا زمین اپنے خزانے اگل دے گی۔ مال غنیمت کا ڈھیر ہو گا۔ مہدی لپ بھر بھر کر دولت تقسیم

کریں گے کوئی خزانہ کی طرف نظر بھی نہ اٹھائے گا۔

اس طرح باطل کی کمر توڑ کر وہ اسلامی حکومت کے استحکام اور توسیع میں مصروف ہوں گے کہ دجال کے خروج کی خبر پھیلے گی۔ مہدی تصدیق کے لیے دس سواروں کا دستہ بھیجیں گے۔ خبر جھوٹی نکلے گی لیکن کچھ ہی دنوں میں وہ شام و عراق کی وسطی گھاٹیوں سے نکلے گا۔ شیطانی طاقتیں اس کے ساتھ ہوں گی۔ جن کے بل پر وہ دنیا میں فساد مچائے گا۔ مہدی اس کے لڑنے کے لیے دمشق کا رخ کریں گے۔ یہاں مسلمانوں کے ایک لشکر سے اس کی مڈبھیڑ ہوگی۔ سب مسلمان شہید ہو جائیں گے۔ امام مہدی اس کے خلاف زبردست تیاری کر کے جامع مسجد دمشق میں مسلمانوں کو فجر کی نماز پڑھانے کے لیے جیسے ہی مصلیٰ کی طرف چلیں گے عین اسی وقت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ ان کے اصرار پر مہدی ہی امامت کریں گے نماز سے فراغت کے بعد مسیح مسجد کا ایک دروازہ کھلوائیں گے اس کے پیچھے دجال ہوگا۔ مہدی کی فوج حضرت عیسیٰ کی معیت میں دجال سے جہاد کرے گی۔ انہیں کے ہاتھوں مقام لد میں اس کا قتل ہوگا۔ یہودی میدان سے شکست خوردہ بھاگیں گے۔ آج انہیں کہیں پناہ نہ ملے گی۔ شجر و حجر بھی ان کا پتہ دیں گے۔ مسیح کی نگاہوں اور سانس کی ہوا سے وہ تڑپ تڑپ کر گریں گے۔ مسلمانوں کے ہاتھوں ان کا قتل عام ہوگا۔ مہدی و مسیح صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ موقوف ہو جائے گا اسلام کا غلغلہ بلند ہوگا۔ تمام مذاہب بے دست وپا ہو کر دم توڑ دیں گے اور پوری دنیا مسلمان ہو جائے گی۔

فیصلہ کیجئے

یہ صحیح احادیث کی روشنی میں امام مہدی کے کارناموں کی ایک

جھلک ہے اب ہر عقلمند آدمی خود یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ سادہ لوح، غیر موثر اور گمنام شخص ہوں گے یا رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق تجدید وخلافت کے منصب پر فائز ہو کر آناً فاناً دنیا کا نقشہ بدل دیں گے۔ ظہور وبیعت، جہاد وخلافت، طوفانی پیش قدمی، فتوحات ونصرت، منکرات کا قلع وقمع، سنتوں کا احیاء ظلم کا استیصال، عدل وانصاف کی فراوانی، مال غنیمت کے ڈھیر، انوار وبرکات کی بارش شعائر کفر کا انہدام، چہار دانگ عالم میں دندناتے مجاہدین، کفر کے اڈوں پر چڑھائی، سرکش بادشاہوں کی گرفتاری، باطل کی پسپائی، دین کی بلندی، یہود ونصاریٰ کا قتل عام، دجال سے زبردست معرکہ آرائی۔ ہر جگہ دم توڑتے مذاہب اور دنیا کے چپہ چپہ پر لہراتے اسلامی جھنڈے یہ سب مہدی سے وابستہ حدیث رسول کے وہ روشن باب ہیں جو وحید الدین خاں صاحب کے تصور مہدی کے شیش محل کو ہلا کر آناً فاناً اسے زمین بوس کر ڈالتے ہیں۔

اس مقام پر سنجیدہ ذہنوں میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ مستند احادیث، آثار صحابہ وتابعین اور اسلاف امت کے متفقہ موقف کے باوجود آخر وحید الدین خاں صاحب نے مہدی کے سلسلے میں ایسی غیر ذمہ دارانہ باتیں کیوں کہہ ڈالی؟ کیا وہ حضور ﷺ کے ان ارشادات سے ناواقف ہیں؟ یا اب وہ حدیث کے بھی منکر ہو چلے ہیں؟ ہماری سمجھ میں تو ایک ہی بات آتی ہے کہ نہ وہ اتنے جاہل ہیں اور نہ ہی اصطلاحی منکر حدیث بلکہ درحقیقت انہیں احیاء اسلام اور ابطال باطل کی ہر کوشش سے بے حد چڑھ ہو گئی ہے اور اسی "سنگین جرم" میں ملوث ماضی وحال کی تمام اسلامی شخصیات وتحریکوں کو وہ بری طرح کوستے رہے ہیں۔ امام مہدی بھی اسی سلسلے کی ایک روشن وکامیاب کڑی ہیں اس لیے حسب عادت وحید الدین خاں صاحب نے ان کے رخ کو پھیرنے اور اس منقول ومتواتر تصور میں تحریف کرنے کی ناروا

کوشش کی ہے جو ہر زمانے میں مسلّم اور شک و شبہ سے بالاتر رہا ہے۔
اس طرح کی جرأت موصوف کے لیے کوئی نیا واقعہ نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی قرآن و حدیث اور اجماع امت سے اختلاف کر کے وہ بہت سے مسائل میں اپنی انفرادیت کا مظاہرہ کر چکے ہیں۔ اس لیے عقل و نقل کی رو سے ان کا تصور مہدی غلط اور بالکل باطل ہے اور وہ کسی مقام پر احادیث رسول، تشریحات سلف اور اہل سنت والجماعت کے عقائد سے میل نہیں کھاتا۔

باب دوم

انکارِ مہدی

دلائل کا تعاقب

فصل اوّل

امام مہدی

قرن اوّل سے پندرہویں صدی تک

تصورات مہدی اور ان کے تنقیح و تجزیے سے متعلق کتاب کا یہ پہلا باب مکمل ہوا۔ اس میں ہم نے حضرات شیعہ، قادیانی گروہ، مہدوی فرقہ، مولانا وحید الدین خاں، مولانا شمس نوید عثمانی اور مولانا سید ابوالا علی مودودی کے تصورات مہدی پر بحث کر کے ان کی بنیادی غلطیوں کو اجاگر کیا ہے اور ماخذ شریعت کی روشنی میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ پہلے تین طبقوں نے تو امام کو تجدید و خلافت سے اٹھا کر نبوت والوہیت تک پہنچا دیا ہے جب کہ آخری تین حضرات نے احادیث و روایات کا بغور مطالعہ نہیں کیا اور اس مسئلے کو دلائل سے کہیں زیادہ اپنے ذوق و مزاج سے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔

اب دوسرے باب میں ہم ان لوگوں کے موقف کا جائزہ لینا چاہتے ہیں جو قائلین کی ضد میں مہدی کے وجود ہی کے منکر ہو چلے ہیں۔ ان کے دلائل کیا ہیں؟ اور کس بنیاد پر وہ اتنی جرأت کر رہے ہیں؟ اس کا تجزیہ کرنے کے بعد ہم قرون اولیٰ سے آج تک پیدا ہونے والے ہر صدی کے

عبقری علماء کے اقوال وارشادات نقل کریں گے پھر اخیر میں مورخ ابن خلدون کا موقف بھی زیر بحث آئے گا، اور ہم اس حقیقت کو پوری طرح اجاگر کریں گے کہ ظہور مہدی کا مسئلہ اجماعی ہے اور اسکا انکار کرنے والے اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک بھی معقول دلیل پیش نہیں کر سکتے۔

بخاری ومسلم مہدی کے تذکرہ سے خالی ہیں؟

مہدویت پر منکرین سب سے پہلا اشکال یہ کھڑا کرتے ہیں کہ امام مہدی سے متعلق کوئی بھی روایت بخاری مسلم میں موجود نہیں ہے اگر ان کا ظہور برحق ہے تو حدیث کی یہ دونوں معتبر اور معتمد کتابیں ان کے تذکرے سے خالی کیوں ہیں اور ان دونوں اماموں نے مہدی سے متعلق احادیث کو کیوں قبول نہیں کیا؟ یہ سوال بادی النظر میں بڑا وقیع اور وزنی معلوم ہوتا ہے لیکن اسے اگر تنقیح و تجزیہ کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو وہ بالکل بودہ ثابت ہوگا کیونکہ روایت کا صحیح ہونا صرف بخاری مسلم پر موقوف نہیں بلکہ اس کا مدار تمام تر اسناد پر ہے صحیحین کے رواۃ نہایت ثقہ اور مضبوط ہیں اور ان کی سندوں میں شمہ برابر بھی جھول نہیں ہے اس لیے قرون اولیٰ سے آج تک پوری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ کتاب اللہ کے بعد روئے زمین پر صحیحین سے زیادہ معتبر و معتمد کوئی کتاب موجود نہیں ہے اگر کوئی جری و بے باک آج ان پر تنقید کرتا ہے تو حکیم الاسلام امام الہمام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک وہ بدعتی اور اہل حق کے جادہ سے منحرف ہے صحیحین کا یہ مقام ہر دور میں مسلم رہا اور کسی حدیث کا ان میں موجود ہونا صحت کی، ضمانت سمجھا گیا لیکن صحت وضعف کی یہ شرط اور معیار کسی نے نہیں بنایا کہ جو روایات بخاری مسلم سے خارج ہیں وہ صحیح نہیں ہیں کیونکہ صحیح و معتبر روایات کی ایک بڑی تعداد ان سے باہر بھی ملتی ہے جیسا کہ خود امام بخاری نے تصریح کی ہے

کہ میں نے اس کتاب میں جتنی صحیح روایات نقل کی ہیں ان سے زیادہ چھوڑ دی ہیں (۱) اور ان کی تعداد صرف ۴۰۰۰ ہے یہی تصریح امام مسلم بھی کرتے ہیں کہ میں نے صرف صحیح کی تخریج کی ہے اور جن روایات کو چھوڑ دیا ہے میں انہیں کمزور نہیں کہتا (۲) اس لیے انہوں نے بھی بے شمار صحاح میں سے صرف ۳۰۰۰ ہی (۳) روایات نقل کی ہیں اس طرح ان دونوں کی مجموعی احادیث کی تعداد صرف ۷۰۰۰ تک پہنچتی ہے ظاہر ہے کہ اب بخاری مسلم کے نقطۂ نظر سے بھی معتبر روایات کا منتخب حصہ ہی صحیحین میں موجود ہے اور ان کی خاصی تعداد دوسری کتابوں میں بھی پھیلی ہے اسی لیے بعد کے علماء نے استدراکات لکھے اور سیکڑوں احادیث کے بارے میں یہ فیصلہ کیا کہ یہ سب بخاری و مسلم کی شرائط پر پوری اترتی ہیں لیکن انہوں نے اختصار کے پیش نظر انہیں اپنی کتابوں میں درج نہیں کیا یہ وہ حقیقت ہے جو ہر دور میں مسلم رہی ہے اس لیے اب کسی حدیث کو اب یہ کہہ کر رد کرنا کہ وہ صحیحین میں مروی نہیں ہے غلط اور سراسر کم علمی ہے کیونکہ اس صورت میں ہمیں بہت سے ان معمولات کا بھی انکار کرنا پڑے گا جن پر امت بالاتفاق عمل پیرا ہے لیکن بخاری، مسلم میں ان کا کہیں پتہ نہیں اس لمبی فہرست میں سے زیادہ نہیں ہم صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں اور وہ عیدین کی تکبیریں ہیں ان کی تعداد کتنی ہے؟ بخاری مسلم ہی کی رٹ لگانے والے اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔

دوسرے یہ بات ہی سرے سے غلط ہے کہ ان دونوں جلیل القدر اماموں نے مہدی کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہر وہ شخص جس نے صحیحین کو حرز جان بنایا ہے وہ اسے کبھی تسلیم نہیں کر سکتا کیونکہ دونوں کتابوں میں مہدی کی روایات ملتی ہیں پہلے صحیح بخاری کی حدیث ملاحظہ ہو۔

---

(۱) شروط الائمۃ الخمسۃ، ص: ۴۱۔

(۲) شرح مقدمہ مسلم نووی، ج: ۱، ص: ۱۶۔ (۳) بحذف تکرار۔

صحیح بخاری میں مہدی کی حدیث

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
كيف انتم اذا نزل فيكم ابن مريم وامامكم منكم.

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہو گا جب ابن مریم تم میں نازل ہونگے اور امام تمہاراہی ایک فرد ہو گا۔

یہ حدیث صحیح بخاری کے علاوہ صحیح مسلم میں بھی موجود ہے اس میں تصریح ہے کہ نزول عیسیٰ کے وقت مسلمانوں کا امام انہیں میں سے ہو گا صحیح مسلم، مسند احمد، سنن ابی داؤد، ابن ماجہ، مستدرک حاکم اور طبرانی وغیرہ کی دوسری صحیح رواتیوں میں یہ بھی وضاحت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نماز فجر کے موقع پر مشرقی دمشق کی مسجد کے سفید منارے پر اس وقت نازل ہوں گے جب کہ اقامت کہی جا چکی ہو گی اور مسلمانوں کا امام مصلیٰ پر پہنچ چکا ہو گا وہ پلٹ کر ابن مریم سے امامت کی درخواست کرے گا لیکن وہ اسے قبول نہیں کریں گے اور باصرار امام کو آگے بڑھا کر یہ نماز اس کی اقتداء میں ادا کریں گے بخاری کی روایت میں صرف نزول عیسیٰ اور ایام المسلمین کا ذکر تھا دوسری احادیث نے وقت نزول، جگہ اور امام کی بھی تعیین کر دی کہ وہ عیسیٰ نہیں کوئی دوسرا ہو گا یہ کون خوش نصیب ہے کہ جسے نبی کی امامت کا شرف مل رہا ہے ابن ماجہ، حاکم، ابن خزیمہ اور مسند ابن ابی اسامہ کی صحیح تر روایات امام کی شخصیت سے پردہ اٹھا کر اس گرہ کو بھی کھول دیتی ہیں ہم اس ضمن کی صرف دو روایات پر اکتفاء کرتے ہیں۔

١ – عن الحارث ابن ابی اسامة حدثنا اسمعيل بن عبدالكريم حدثنا ابراهيم ابن عقيل عن ابيه عن وهب بن منبة عن جابر

رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ينزل عيسى بن مريم عليه السلام فيقول أمير هم المهدى تعالَ صلى لنا الحديث.

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم جب آسمان سے اتریں گے تو مسلمانوں کا امیر مہدی ان سے عرض کرے گا کہ آگے تشریف لاکر ہمیں نماز پڑھایئے۔

یہ حدیث "المنار المنیف" میں علامہ ابن القیم نے مسند ابن ابی اسامہ کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد کہا ہے هذا إسناد جيدٌ روایت کی سند عمدہ ہے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ نے بھی اس رائے کی توثیق کی ہے اور حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۲- عن ابى امامة (فى حديث طويل) خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم واما مهم المهدى رجل صالح فبينما امامهم قد تقدم يصلى بهم الصبح اذنزل عليهم عيسى ابن مريم الصبح فرجع ذلك الإمام ينكص يمشى القهقرى ليتقدم عيسى فيضع عيسى يده بين كتفيه ثم يقول له تقدم فانها لك اقيمت فيصلى بهم امامهم. (ابن ماجه، حاكم، ابن خزيمة)

ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (امت کے آخری دور اور دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے) فرمایا کہ اس وقت عربوں کی تعداد کم ہوگی ان میں زیادہ تر ملک شام میں ہوں گے اور ان کے امیر و امام نیک و متقی شخص مہدی ہوں گے وہ ایک دن صبح کی نماز کی امامت کے لیے جب آگے بڑھیں گے تو ٹھیک اسی وقت حضرت عیسیٰ آسمان سے اتر آئیں گے مہدی ٹھٹھک کر الٹے پاؤں واپس ہوں گے تاکہ عیسیٰ (امامت کے لیے) آگے بڑھیں لیکن عیسیٰ مہدی کے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر

فرمائیں گے کہ آپ ہی آگے بڑھیے کیونکہ اقامت آپ ہی کے لیے کہی گئی ہے چنانچہ مہدی مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے۔

بخاری کی روایت میں صرف امام کا ذکر تھا صحیح مسلم، مسند احمد، سنن ابی داؤد، ابن ماجہ، مستدرک حاکم، طبرانی وغیرہ کی احادیث میں مقام نزول، نماز اور تکبیر تحریمہ سے پہلے پیش آنے والے حالات کی بھی تفصیل ملی اب مسند ابی اسامہ، ابن ماجہ، حاکم اور ابن خزیمہ کی مذکورہ دونوں صحیح روایتیں واقعہ کی مزید ایک گرہ اور کھولتی ہیں اور یہاں رسول اللہ ﷺ نے پوری وضاحت فرمائی کہ وہ امام کوئی اور نہیں، مہدی ہوں گے۔ حدیث کی تفسیر حدیثوں سے۔ یہ علوم حدیث کا ایک مقبول و مسلم اصول رہا ہے اور محدثین نے شرح روایات کے باب میں اسے تمام مآخذ پر فوقیت دی ہے۔ اس لیے اس نبوی وضاحت کے پیش نظر علماء نے صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث کا مصداق امام مہدی کو ہی قرار دیا اور اس موقف پر قرون اولی ہی میں امت کا اتفاق ہو گیا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں تحریر فرمایا ہے۔

قال ابو الحسين الخسعمي الآبرى في مناقب الشافعي تواترت الاخبار بان المهدى من هذه الامة وإن عيسى عليه السلام يصلي خلفه.

امام ابوالحسین آبری مناقب الشافعی میں لکھتے ہیں کہ حدیثیں اس سلسلہ میں متواتر ہیں کہ امام مہدی امت مسلمہ کے ایک فرد ہوں گے اور حضرت عیسیٰ پہلی نماز انہیں کی اقتداء میں پڑھیں گے۔

ان مضبوط شہادتوں سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ صحیح بخاری میں یہ عنوان مذکور ہے اور امام سے مراد وہاں مہدی ہی ہیں اس لیے اب اس قسم کے اعتراضات واشکالات کرنے کا کوئی جواز ہی نہیں رہ

جاتا۔ یہ صحیح بخاری کی روایت تھی مہدی کی بابت اب صحیح مسلم کی احادیث سنئے۔

صحیح مسلم میں مہدی کا تذکرہ

امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ اور ابو سعید خدری کے حوالے سے پانچ سندوں سے نقل کی ہے الفاظ و معانی کم و بیش یکساں ہیں اس لیے بطور نمونہ ہم صرف تین حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من خلفاء كم خليفة يحثو المال حثيا ولا يعده عددا.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے خلفاء میں ایک خلیفہ ایسا بھی ہوگا جو مال کو بے پایاں تقسیم کرے گا اور اس کا شمار نہ کرے گا۔

عمر بن عبدالعزیز بھی ایسے ہی خلیفہ تھے کیا یہاں انہیں کا تذکرہ ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ سوال ابو نضرہ اور ابو العلاء سے کیا تو انہوں نے کہا نہیں یہ دوسرے خلیفہ (مہدی) ہیں۔

قلت لابی نضرة وابی العلاء اتریان انه عمر بن عبدالعزیز فقالا لا.

۲۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يكون في آخر امتی خليفة يحثی المال حثيا ولا يعده عدا قال قلت لابی نضرة وابی العلاء اتريان انه عمر بن عبدالعزيز فقالا لا.

تیسری روایت میں آخر امتی کے بجائے آخر الزماں کے الفاظ آئے ہیں۔

۳۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يكون في آخر الزمان خليفة يقسم المال ولا يعده.

۴۔ عن يسير بن جابر قال هاجت ريح حمراء بالكوفة فجاء رجل ليس له هجيرىٰ الا يا عبدالله بن مسعود جاء ت الساعة

قال فقعد وكان متكئاً فقال ان الساعة لاتقوم حتى لايقسم ميراث ولا يفرح بغنيمة ثم قال بيده هكذا اونحاها نحو الشام فقال عدو يجمعون لاهل الشام ويجمع لهم اهل الاسلام قلت الروم تعنى قال نعم قال ويكون عند ذاكم القتال ردة شديدة فيشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع إلا غالبة فيقتتلون حتى يحجز بينهم الليل فيفئ هؤلاء وهؤلاء كل غير غالب وتفنى الشرطة ثم يشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع إلاغالبة فيقتتلون حتى يحجز بينهم الليل فيفئ هؤلاء وهؤلاء كل غيرغالب وتفنى الشرطة ثم يشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فيقتتلون حتى يمسوا فيفئ هؤلاء و هؤلاء كل غير غالب وتفنى الشرطة فاذا كان يوم الرابع نهد اليهم بقية اهل الإسلام فيجعل الله الدائرة عليهم فيقتتلون مقتلة اما قال لايرى مثلها وإما قال لم يرمثلهاحتى ان الطائرة ليمر بجنباتهم فما يخلفهم حتى يخرميتاً فيتعادّ بنوالاب كانوا مائة فلا يجدونهٗ بقى منهم الا الرجل الواحد فباى غنيمة يفرح اواى ميراث يقاسم فبيناهم كذلك اذسمعوا بباس هو اكبر من ذلك فجاء هم الصريخ ان الدجال قد خلفهم في ذراريهم فير فضون ما في ايديهم ويقبلون فيبعثون عشرفوارس طليعة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنى لا اعرف اسماء هم واسماء ابائهم والوان خيولهم خير فوارس على ظهرالارض يومئذ اومن خير فوارس على ظهرالارض يومئذ.

یسیر ابن جابر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کوفہ میں سرخ آندھی آئی تو ایک شخص جس کا تکیہ کلام تھا کہ اے عبداللہ ابن مسعودؓ قیامت آگئی وہ آیا

پھر یہی کہنے لگا ابن مسعود ٹیک لگائے ہوئے تھے وہ سیدھے بیٹھ گئے اور کہا قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ ترکہ نہ بٹے گا اور مال غنیمت پا کر (مسلمانوں کو) کوئی خوشی نہ ہو گی پھر ملک شام کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور کہا دشمن (نصاریٰ) مسلمانوں سے جنگ کے لیے وہاں جمع ہوں گے اور مسلمان بھی ان سے لڑنے کے لیے آ پہنچیں گے (راوی کہتے ہیں) میں نے پوچھا دشمن سے آپ کی مراد نصاریٰ ہیں انہوں نے کہا جی پھر فرمایا اس وقت زوردار لڑائی شروع ہو گی مسلمان ایک لشکر کو آگے بھیجیں گے وہ یہ عزم کر کے آگے بڑھے گا کہ یا تو مر جائیں گے یا فتح یاب ہوں گے پھر دونوں جنگ کریں گے یہاں تک کہ دن چھپ کر رات آ جائے گی اور دونوں فوجیں اپنی اپنی قیام گاہوں میں لوٹ آئیں گی ان میں سے کسی کو فتح نہ ہو گی اور مسلمانوں کا پورا لشکر شہید ہو جائے گا دوسرے دن پھر لشکر موت کی قسم کھا کر آگے بڑھے گا کہ بغیر فتح کے نہیں لوٹیں گے دونوں میں پھر جنگ ہو گی یہاں تک کہ رات آ جائے گی اور دونوں اپنی قیامگاہوں کی طرف لوٹ جائیں گے اب بھی کسی کو فتح نہ ہو گی اور مسلمانوں کا یہ لشکر بھی تقریباً سب شہید ہو جائے گا تیسرے دن مسلمانوں کا لشکر شہادت یا فتح کی قسم کھا کر آگے بڑھے گا لڑائی شام تک جاری رہے گی سورج ڈوبتے ہی دونوں طرف کی فوجیں واپس ہوں گی اب بھی کسی کو فتح نہ ہو گی اور مسلمانوں کا یہ تیسرا لشکر بھی تقریباً سب شہید ہو جائے گا جب چوتھا دن آئے گا تو تمام مسلمان ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نصاریٰ کو زبردست شکست دے گا اور دونوں میں ایسی جنگ ہو گی کہ جس کی نظیر ماضی میں نہ ملے گی یا مستقبل ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر رہے گا حتیٰ کہ ایک پرندہ ان کی لاشوں پر پرواز کرے گا وہ مردہ ہو کر گر جائے گا لیکن یہ لاشیں ختم نہ ہوں گی اور جب ایک دادا کی

اولاد کی مردم شماری ہوگی تو ۹۹ فیصد آدمی مارے جا چکے ہوں گے اور ان میں صرف ایک زندہ بچا ہوگا ایسی حالت میں (مسلمان) غنیمت سے کیوں کر خوش ہو سکتے ہیں اور ان کا ترکہ کیسے تقسیم ہو سکتا ہے۔

۵-- عن ام المؤمنين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال سيعوذ بهذا البيت يعني الكعبة قوم ليست لهم منعة ولا عدد ولا عدة يبعث اليهم جيش حتى اذا كانوا ببيداء من الأرض خسف بهم فقال عبدالله بن صفوان ام والله ماهو بهذا الجيش.

حضرت ام المؤمنین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب کچھ لوگ بیت اللہ میں پناہ لیں گے وہ قوت و شوکت اور افراد و وسائل سے تہی دست ہوں گے ان سے لڑنے کے لیے (شام سے) ایک لشکر چلے گا وہ بیداء میں پہنچتے ہی دھنسا دیا جائے گا۔

٦- عن عائشة قالت عبث رسول الله صلى الله عليه وسلم في منامه فقلنا يا رسول الله صنعت شيئاً في منامك لاتكن تفعله فقال العجب ان ناسامن امتي يؤمون البيت برجل من قريش قدلجأبالبيت حتى اذا كانوا بالبيداء خسف بهم فقلنا يا رسول الله ان الطريق قد يجمع الناس قال نعم فيهم مستبصر والمجبور وابن السبيل يهلكون مهلكاً واحداً ويصدرون مصادر شتى يبعثهم الله على نياتهم.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نیند کی حالت میں اچانک رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک میں حرکت ہوئی ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول آج نیند میں آپ سے ایسا کام ہوا ہے جو اس سے پہلے کبھی مشاہدے میں نہیں آیا آپ نے فرمایا عجیب بات ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ کعبۃ اللہ میں پناہ لینے والے ایک قریشی پر حملہ کا ارادہ

لے کر چلیں گے لیکن جب وہ مقام بیداء میں پہنچیں گے تو سب دھنسا دیئے جائیں گے ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ ان میں تو بہت سے راہ گیر بھی ہو سکتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں کچھ تو جنگ ہی کا ارادہ لے کر چلیں گے اور کچھ راہ گیر اور مجبور بھی ہوں گے اس وقت تو سب اکٹھے دھنسا دیئے جائیں گے لیکن قیامت میں ان کا حشر ان کی نیتوں کے مطابق ہی ہو گا۔

۷۔ عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لاتقوم الساعة حتى تنزل الروم بالاعماق اوبدابق فيخرج اليهم جيش من المدينة من خياراهل الارض يؤمئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلوبيننا وبين الذين سبومنانقاتلهم فيقول المسلمون لاوالله لا نخلى بينكم وبين اخواننا فيقاتلونهم فينهزم ثلث لايتوب الله عليهم ابداً ويقتل ثلث هم افضل الشهداء عند الله ويفتح ثلث لايفتنون فيفتحون قسطنطنية فبينا هم يقتسمون الغنائم قد علقوا سيوفهم بالزيتون اذ صاح فيهم الشيطان ان المسيح قد خلفكم في اهليكم فيخرجون وذلك باطل فاذا جاؤا الشام خرج فبيناهم يعدون للقتال يسوون الصفوف اذا قيمت الصلوٰة فينزل عيسىٰ بن مريم صلى الله عليه وسلم فامهم فاذا راه عدوالله ذاب كما يذوب الملح في الماء فلوتركهٗ لأنذاب حتى يهلك ولكن يقتله الله بيدهٖ فيريهم دمه في حربتهٖ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت ہرگز نہیں آئے گی جب تک کہ رومی (عیسائی) اعماق اور دابق میں پڑاؤ نہ ڈالیں۔ انہیں سے مقابلہ کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے ایک لشکر چلے گا جو اس وقت روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمانوں سے افضل ہو گا جب دونوں لشکر (ایک دوسرے کے خلاف) صف آراء ہو جائیں

گے تو نصاری (مدنی لشکر سے) کہیں گے تم (خواہ مخواہ کیوں بیچ میں پڑتے ہو بہتر ہے) ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ تاکہ ہم ان لوگوں سے نمٹ لیں جنہوں نے ہمارے بال بچے گرفتار کر لیے ہیں تو مسلمان کہیں گے نہیں خدا کی قسم ہم تم کو اپنے بھائیوں پر حملہ کرنیکی اجازت نہیں دیں گے اس کے بعد رومی مسلمانوں پر حملہ کریں گے مدنی لشکر کا ایک تہائی حصہ بھاگ نکلے گا اللہ تعالی انہیں کبھی معاف نہیں فرمائے گا ایک تہائی شہید ہو جائے گا جن کا شمار قیامت میں افضل ترین شہداء میں ہو گا بقیہ تہائی لشکر فتح یاب ہو گا یہ فاتحین کبھی کسی فتنے اور بلا میں مبتلا نہ ہوں گے۔ پھر وہ قسطنطنیہ فتح کریں گے اور یہیں اپنی تلواروں کو زیتون کے درختوں سے لٹکا کر مال غنیمت تقسیم کرنے میں مصروف ہوں گے کہ اچانک شیطان چیخے گا کہ دجال تمہارے اہل وعیال میں گھس آیا تو وہ وہاں سے نکل پڑیں گے حالانکہ یہ خبر جھوٹی ہو گی پھر جب وہ شام سے پہنچیں گے تو وہ حقیقتاً نکل آئے گا یہ لوگ اس سے لڑنے کی تیاریاں کریں گے ایک دن (فجر کے وقت) وہ صفوں کو سیدھی کر رہے ہوں گے۔ اقامت کہی جا چکی ہو گی کہ اچانک عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور ان لوگوں کی امامت وقیادت کریں گے جب اللہ کا دشمن انہیں دیکھے گا تو اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے حتی کہ اگر اس کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے تو وہ گھل گھل کر مر جائے گا لیکن اللہ تعالی ابن مریم کے ہاتھوں اسے قتل کرائے گا اور وہ وہاں پر موجود تمام لوگوں کو اپنا نیزہ دکھائیں گے جو دجال کے خون میں آلودہ ہو گا۔

مہدی کی بابت صحیح مسلم میں یہ ۷؍ روایتیں منقول ہیں منکرین یہاں فوراً یہ کہیں گے کہ ان میں لفظ مہدی کی تصریح نہیں لیکن تعصب اور ہٹ دھرمی سے آزاد ہو کر مذکورہ احادیث میں اگر غور کیا جائے تو غیر جانبدار ضمیر بے ساختہ پکار اٹھے گا کہ یہ صرف اور صرف امام مہدی ہی کا تذکرہ ہے

ان کے علاوہ یہاں پر کسی دوسرے شخص کے احتمال کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں کیونکہ ان احادیث میں ایسے خلیفہ کاذکر ہے جو بیت اللہ میں بالکل اخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا اس کے ساتھی تہی دست ہوں گے اس پر حملہ کرنے کا ارادہ لے کر چلنے والا لشکر بیداء میں دھنس جائے گا پھر وہ مدینہ روانہ ہوگا اور وہاں سے ایک لشکر شام پر حملہ کرے گا جہاں رومی صلیبی ڈیرا ڈالے ہوں گے تین دن کی مسلسل معرکہ آرائی کے بعد وہ چوتھے دن مجاہدوں کی مٹھی بھر تعداد کے ذریعہ عیسائیوں کو بھاری شکست دے گا پھر مزید نصرانیت کے مختلف مراکز کو زیر کرنے کے بعد وہ بالآخر قسطنطنیہ کو بھی فتح کرے گا یہیں دجال کے خروج کی افواہ پھیلے گی وہ دس سواروں کا ہراوّل دستہ آگے روانہ کرکے خود شام کی طرف تیزی سے پیش قدمی کرے گا تا آنکہ دجال واقعتہً نکل آئے گا دمشق پہنچنے کے بعد خلیفہ کی جہادی تیاریوں میں مزید شدت آجائے گی یہیں عین نماز فجر کے موقعہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوگے دجال کے خلاف جہاد چھیڑ دیا جائے گا وہ مسیح کو دیکھتے ہی نمک کی طرح پگھلنے لگے گا ابن مریم اسے قتل کرکے سب کو اپنا خون آلود نیزہ دکھائیں گے پھر افلاس مٹ جائے گا اور یہ خلیفہ مال ودولت کو عام کردیں گے۔

یہ مجمل اور مختصر واقعات ہیں سنن ابی داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد، مستدرک حاکم، مسند ابویعلی موصلی، بزار، طبرانی اور سنن دارقطنی کی دیگر روایتوں میں تصریح ہے کہ بیت اللہ میں قیام، شامی لشکر کا خسف، شام پر حملہ، قسطنطنیہ کی فتح، حضرت عیسیٰ کی امامت اور مال دولت کو عام کرنے والے خلیفہ ہی حضرت امام مہدی ہیں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مہدی کی تصریح وعدم تصریح والی دونوں قسم کی ان روایات کو ملا کر دیکھا جائے تو اسناد کے اتحاد، الفاظ کی مماثلت،

واقعات کی یکسانیت اور مفہوم و معانی کے گہرے ربط کی وجہ سے دونوں قسم کی روایتیں زبان حال سے بے ساختہ یہ کہتی نظر آئیں گی۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگر تو دیگری(۱)

کیونکہ دونوں میں الفاظ و اسناد اور حالات و واقعات کی بے پناہ قربت ہے اس لیے محدثین و شارحین حدیث نے بھی یہاں کوئی شک نہیں کیا اور ان تمام احادیث کا مصداق امام مہدی ہی کو قرار دیا اس لیے اب کسی جری و بے باک کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ مہدی کی روایتیں بخاری و مسلم میں نظر نہیں آتیں اور یہ کتابیں ان کے تذکرے سے خالی ہیں صحیحین میں امام سے متعلق سات آٹھ روایتیں موجود ہیں لیکن انہیں دیکھنے کے لیے علم و بصیرت چاہیے

روایات مہدی ضعیف ہیں؟

دوسرا اشکال منکرین یہ پیش کرتے ہیں کہ مہدی کی تمام روایات ضعیف ہیں اور اس باب میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے یہ نظریہ کتنا حقیقت پر مبنی ہے اس کے تجزیہ کے لیے ہم یہاں تین مقدمات قائم کرتے ہیں۔

پہلا مقدمہ

یہ خیال سرے سے غلط ہے کہ مہدی کی کوئی روایت صحیح نہیں امام ابن خلدون جو منکرین کے ماوا و ملجا ہیں نے "مقدمہ" میں اس باب کی ہر روایت کو مجروح کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور انہوں نے اس سلسلے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ہے لیکن چھ روایتیں ایسی ملیں جہاں پر مورخ کے تمام

(۱) ترجمہ: میں تیرے اندر حلول کر جاؤں تو میرے اندر مکمل مل جائے میں تیرا جسم ہو جاؤں تو میری جان ہو جا تاکہ کوئی دوسرا شخص یہ نہ کہہ سکے کہ میں دوسرا ہوں اور تو دوسرا۔

ہتھیار کند ثابت ہوئے اورانہیں اعتراف کرنا پڑا کہ چند روایتیں نقد و جرح سے خالی ہیں وهي كما رأيت لم يخلص منها من النقد الا القليل والاقل منه۔ چھ تو بڑی تعداد ہے۔ اگر یہاں صحیح حدیث صرف ایک ہوتی تو بھی مسئلہ مہدی شکوک وشبہات سے بالاتر ٹھہرتا کیونکہ روایت کو صحیح ماننے کا مطلب ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت درست تسلیم کر رہے ہیں اور ہمیں پورا یقین وانشراح ہے کہ یہ الفاظ آپ کی زبان مبارک پہ جاری ہوئے ہیں ظاہر ہے نبی کا کسی چیز کی خبر دینا صرف ایک مرتبہ کافی ہے اور اس پر یقین کے لیے کئی کئی مرتبہ نبوی تصریح کا مطالبہ علم حدیث میں آج تک سننے میں نہیں آیا اس لیے مہدی کی چند روایتوں کو صحیح ماننے کے بعد ان کے ظہور کو تسلیم کرنے کے لیے مزید احادیث کا مطالبہ افسوس ناک غلطی ہے۔ یہ ابن خلدون کا الزامی جواب ہے ورنہ اس باب میں صحیح روایات کی اتنی بڑی تعداد ہے جو رواۃ واسناد کی کثرت کی بدولت سلف و خلف کے نزدیک حد تواتر تک پہنچتی ہے چنانچہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے مدینہ منورہ کے کتب خانے سے تلاش کر کے اس موضوع کی جن صحیح احادیث کو جمع کیا ہے ان کی تعداد ۳۷ ہے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مدظلہ استاذ حدیث دار العلوم دیوبند نے ان میں ۹ر حدیثوں کا اور اضافہ کیا ہے اس طرح اب ان کی تعداد ۴۶ تک پہنچ گئی ہے اس عاجز و خطاکار بندہ نے بھی کتاب کے پانچویں باب "امام مہدی۔ ظہور سے وفات تک" میں صحیح احادیث کے استقصاء کی کوشش کی ہے اور ہر اس روایت کو جمع کر دیا ہے جو کسی نہ کسی صورت میں محدثین کے نزدیک مہدی ہی سے متعلق ہے۔ اب ہماری ان روایتوں کی تعداد ۷۵ سے تجاوز کر گئی ہے کیا صحیح حدیثوں کے اتنے بڑے مجموعے کے بعد اس اعتراض میں کوئی وزن رہ

جاتا ہے کہ مہدی کی کوئی روایت صحیح نہیں؟ یقیناً یہاں منکرین کے فہم وادراک نے خطاء کی ہے۔

دوسرا مقدمہ

حضرات محدثین نے تصریح کی ہے کہ کسی بھی حدیث کے ضعف کا ازالہ اسناد اور طرق کی کثرت سے ہو جاتا ہے اور پھر وہ معتمد اور قابل استدلال ٹھہرتی ہے یہ علم حدیث کا ایسا مسلم اصول ہے جس پر علماء میں کبھی اختلاف نہیں ہوا اور تعدد طرق کی بناء پر وہ مسلسل چودہ صدیوں تک ایسی احادیث کو قابل اعتماد قرار دیتے رہے ایسے ضعف کے ازالہ کے لیے محض چند سندیں کافی ہیں لیکن امام مہدی سے متعلق روایات کی اسناد و طرق کی اتنی کثرت و بھرمار ہے کہ وہ بلاشبہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں اور ان کا یہ بھاری مجموعہ تمام ضعف و نقائص ہی کو رفع نہیں کرتا بلکہ ظہور مہدی کی بابت ہمیں اعتماد و یقین سے سرشار کر دیتا ہے اور اس سلسلہ میں اب کوئی ادنی ساشبہ بھی ہمارے قریب نہیں پھٹکنے پاتا۔

تیسرا مقدمہ

فقہاو مجتہدین نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی مسئلہ پر پوری امت کا اجماع ہو جائے اور اس میں اختلاف بھی منقول نہ ہو تو اب مضبوط دلائل بھی اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے یہ عام اجماع کا حکم ہے خیر القرون کا اجماع تو نص صریح کی حیثیت رکھتا ہے امام مہدی کی یہی صورت حال ہے ان کے ظہور پر متاخرین ہی نہیں متقدمین بھی متفق ہیں چنانچہ چوتھی صدی ہجری کے معروف عالم امام ابوالحسین آبری اپنی کتاب مناقب الشافعی میں تحریر فرماتے ہیں۔

وقد تواتر الاخبار واستفاضت بكثرة رواتها عن المصطفى صلى الله عليه وسلم في المهدى وانه من اهل بيتہ وانه يملك سبع سنين ويملاء الارض عدلاً وأن عيسى عليه الصلوٰة والسلام يخرج فيسا عده على قتل الدجال وانه يؤم هٰذه الامة وعيسیٰ خلفه في طول من قصته وامره.

(تهذيب التهذيب، ج:۹،ص:۱۲٦)

حضورﷺ سے امام مہدی سے متعلق جو روایتیں منقول ہیں وہ اپنے راویوں کی کثرت کیوجہ سے حد تواتر اور عمومی شہرت کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں یعنی وہ اہل بیت میں سے ہوں گے سات سال تک دنیا میں حکومت کریں گے اپنے عدل وانصاف سے دنیا کو معمور کردیں گے۔ اور جب عیسیٰ آسمان سے نازل ہوں گے تو مہدی قتل دجال میں ان کی مساعدت اور نصرت کریں گے اور مہدی ہی کی امامت میں عیسیٰ ایک نماز ادا کریں گے وغیرہ، طویل واقعات انکے سلسلے میں احادیث میں بیان ہوئے ہیں۔

امام آبری کے یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ احادیث مہدی خیر القرون سے ہی متواتر تسلیم کی جاتی رہی ہیں اور شروع میں آٹھ صدیوں تک ان کا کسی سے انکار منقول نہیں یہ اجماع کی ایک روشن و مضبوط دلیل ہے اس لیے بعض روایات کا ضعف اب اس موقف پر اثر انداز نہیں ہو سکتا کیونکہ اجماع کے خلاف ضعیف راوی تو کجا ثقہ کی شہادت بھی قبول نہیں کی جاتی اور سلف و متقدمین کے اعتقاد کے بعد وہ نقائص قابل التفات نہیں ٹھہرتے جو اسناد وطرق میں بعد میں پیدا ہوئے ہیں اس لیے تواتر واجماع کے بعد ان نقائص میں دلچسپی لینا اپنی علمیت کا اظہار اور اکابر امت کو چیلنج کرنا ہے اہل حق اس کی کبھی اجازت نہیں دے سکتے۔

مہدی ایک شیعی تخیل

اس ضمن میں تیسرا شبہ منکرین یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مسئلہ مہدی سراسر ایک شیعی تخیل ہے۔ اہل بیت کا خاندان، فاطمی نسبت، حسنی وحسینی نسل، پرشکوہ امامت اور مزید آگے بڑھ کر رافضیوں کے نزدیک امام مہدیؑ کا قرآن کریم، توریت وانجیل، زبور وصحائف، مصحف فاطمہ، عصاء موسیٰ، قمیص آدم انگشتریٔ سلیمان اور انبیاء کے تمام معجزات و تبرکات کو لے کر "سر من رای" غار میں جا چھپنا اور قرب قیامت میں ظاہر ہو کر سنیوں سے اگلے پچھلے تمام بدلے چکانا۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں جن میں قدم قدم پر شیعیت ٹپکتی ہے۔ اس لیے اسے کبھی قبول نہیں کیا جاسکتا۔ گذشتہ دہائیوں میں پاکستان میں جب محمود عباسی کا فتنہ اٹھا تو اس نے مسلمانوں میں ایسے طبقہ کو جنم دیا جو شیعیت کی ضد میں "ناصبیت" کی حدوں کو چھونے لگا اور اس سے متعلق وہاں آج کچھ بیباک و جری نہ صرف اپنے ناصبی ہونے پر فخر کر رہے ہیں بلکہ رافضیت کے نام پر وہ اہل بیت کے تمام فضائل کو بھی قرآن وحدیث سے کھرچ ڈالنا چاہتے ہیں مسئلہ مہدی سے شیعوں نے غیر معمولی دلچسپی لی ہے اس لیے انہیں اس تصور میں شیعیت کے داغ نظر آئے اور ردعمل میں پاگل ہو کر وہ انکار مہدی کا آج سب سے بڑا محاذ کھولے ہوئے ہیں لیکن یہ لوگ اگر عقل وخرد سے بالکل محروم نہیں ہوئے ہیں تو انہیں سوچنا چاہیے کہ کسی دینی مسئلہ کے انکار کی بنیاد کیا دلائل کے بجائے محض جوش اور اندھی مخالفت پر رکھی جاسکتی ہے؟ یقیناً یہ ذہن کی بیماری ہے کیونکہ شیعوں کی خرافات سے گھبرا کر اگر آج مہدی کا انکار کیا جاتا ہے تو اس سے پہلے ہمیں پورے دین کا انکار کرنا پڑے گا کیونکہ اگر یہ خطرناک تصور درست نہیں ہوسکتا تو وہ دین بھی برحق نہیں ہوسکتا ہے جو انسانی معاشرے پر اپنے گہرے اور

دیرپا اثرات نہ چھوڑ سکا بلکہ نبی کی آنکھ بند ہوتے ہی چار کو چھوڑ کر سارے صحابہ مرتد ہوگئے۔ خلافت کو غصب کرنے میں سب نے ابو بکرؓ و عمرؓ کا ساتھ دیا، قرآن مجید سر تاپا محرف ہے، ائمہ اہل بیت نے بطور تقیہ حق کو چھپا کر اسے ہمیشہ معاصرین سے مخفی رکھا اور کتاب سنت اور تمام علوم نبوت کو دنیا سے چھپا کر اب امام غائب ایک غار میں لیے بیٹھے ہیں نعوذ باللہ دین اسلام کا یہ شیعی تصور ہے جو ان کے مہدی کے تصور سے کہیں زیادہ خطرناک اور گمراہ کن ہے منکرین بتائیں کہ یہاں وہ پوری سنجیدگی کے ساتھ تجزیہ کر کے اصل حقیقت کو تسلیم کریں گے یا شیعوں کی مخالفت کے جنون میں مہدی کی طرح پورے دین ہی کو باطل قرار دے کر الحاد و بے دینی کے گڑھوں میں پناہ لیں گے؟ ہر شخص یہی کہے گا کہ پہلا راستہ جادہ و منزل کی ضمانت دیتا ہے جب کہ دوسرے طریقے کے خوگر اہل حق نہیں ہمیشہ اہل باطل رہے ہیں اس لیے یہاں منکرین بھی ارتداد صحابہ، غصب خلافت، تحریف قرآن اور غار کے واقعات کو یقیناً شیعی افسانے قرار دیں گے اور جھوٹ و بہتان بازی کے ان ہزار طوماروں کے باوجود اسلام کی حقانیت سے متعلق انہیں کوئی غلط فہمی نہیں ہوگی حالانکہ رد عمل کا مزاج سرے سے اس دین کے انکار ہی کا متقاضی تھا۔ تو جس طرح دین کی صداقت کے سلسلہ میں انہوں نے شیعی خرافات کے ایک بہت بڑے جنگل کو نظر انداز کر دیا اور ان کے اسلام و ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا اسی طرح مہدی کے باب میں وہ چند جھاڑ جھنکاڑ سے صرف نظر کیوں نہیں کر سکتے اور رافضیت کی ضد میں اصل مسئلہ کے انکار ہی پر کیوں تلے ہیں؟ شیعوں کی یہ کرم فرمائیاں صرف اسی مسئلہ میں نہیں ہیں بلکہ عقائد سے عبادات تک انہوں نے دین کے ہر باب میں ایسی ہی لن ترانیاں کی ہیں تو کیا ان خزف ریزوں پہ جھلا کر آپ موتیوں کو بھی ٹھکرا دیں گے؟ یہ

ایسی خطرناک روش ہے جو خود پنداری کے زعم میں بالآخر آپ کے دامن ایمان کو تار تار کرڈالے گی اس لیے سنجید گی کا تقاضا ہے کہ اس سطحی موقف پر بالکل اصرار نہ کیا جائے کیونکہ مسئلہ مہدی اگر کوئی شیعی تخیل ہوتا تو صحابہ، تابعین اور تبع تابعین قرون اولیٰ ہی میں اس تواتر و کثرت سے اس کے قائل نہ ہوتے اور امام بخاری، امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، احمد بن حنبل، حاکم، ابو یعلی موصلی، بزار، طبرانی، ابو الحسین آبری، دار قطنی، ابن عدی، ابو بکر ابن العربی، حسن ابن علی حنبلی، امام نووی، امام ابن تیمیہ، حافظ ذہبی، ابن قیم، ابن کثیر، ابن حجر عسقلانی، بدر الدین عینی، علامہ سیوطی، امام قرطبی، شیخ عبد الحق دہلوی، مجدد الف ثانی، محمد برزنجی مدنی، علامہ سفارینی، علامہ شوکانی، ملا علی قاری، شیخ علی متقی، علامہ ابن طاہر پٹنی، نواب قطب الدین دہلوی، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، مولانا رشید احمد گنگوہی، علامہ محمد جعفر کتانی، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ادریس کاندھلوی وغیرہ جیسے راسخ العلم امام و مقتدی اور موقر و بھاری بھر کم شخصیتیں ظہور مہدی کی کبھی قائل نہ ہوتیں۔

عقل تسلیم نہیں کرتی

چوتھا اعتراض منکرین یہ کرتے ہیں کہ مہدی کو عقل کسی صورت تسلیم نہیں کرتی آخر ایک شخص محض سات آٹھ سال کے عرصہ میں تمام ملکوں کو فتح کر کے اتنی بڑی حکومت کیسے قائم کرسکتا ہے جس کی گرفت سے دنیا کا کوئی خطہ باہر نہ ہو اور تمام ملل وادیان آناً فاناً حلقہ بگوشہ اسلام ہو جائیں !! ہزاروں افراد مل کر ایک چھوٹا سا انقلاب نہیں لا پاتے تو یہ شخص تن تنہا ایسا عالمگیر انقلاب کیسے برپا کردے گا اور وہ بھی محض چند سالوں کے اندر!! ہم عقل کے ان پرستاروں سے یہاں صرف دو باتیں کہنا چاہتے ہیں پہلی یہ

کہ جب اس باب میں روایات صحیح ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے یقیناً ان کے ظہور کی خبر دی ہے تو ایک مسلمان کے لیے بس اتنی بات کافی ہے اور اب مزید کچھ سوچنے سمجھنے کی گنجائش باقی ہی نہیں رہ جاتی کیونکہ کسی کی نبوت کی تصدیق کر کے اس پر ایمان لانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ ہم عقل سے دست بردار ہو کر اپنا دل ودماغ پوری طرح نبی کے حوالے کر دیں اور ہر ہر قدم پر بس اسی کی پیروی کریں اگر ذہن فرمان رسالت کے خلاف سوچے تو اسے انکش ماریں اور آنکھ کان ناک جیسے قاصر و کوتاہ حواس کو شریعت کے مقابلے میں ہر گز کوئی اہمیت نہ دیں ایمان اسی مضبوط اعتقاد کا نام ہے اور ہر کلمہ گو سے وہ نبی کی بابت ایسی ہی گہری عقیدت کا مطالبہ کرتا ہے اس لیے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی ہر بات کی تصدیق کرنی ہے اور اس میں کسی امتی کو عقل لڑانے کا اب کوئی حق نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پوری دنیا میں انقلاب بپا کر کے عالمی حکومت قائم کر دینا آخر آج کونسی ناممکن بات ہے یہ اعتراض ایک صدی پیشتر کیا جاتا تو زندگی کے ٹھہراؤ کی وجہ سے عقل پرستوں کے لیے اس پر یقین مشکل تھا۔ لیکن آج جبکہ فاصلے سمٹ گئے ہیں اور جدید ایجادات کی بدولت دنیا اب ایک خاندان کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اس اعتراض کی کوئی گنجائش بھی باقی نہیں رہ جاتی کیونکہ اب ذرائع ابلاغ، راڈار سسٹم، توپ و ٹینک، راکٹ لانچر، فراٹے بھرتے میزائل کرۂ ارضی کو جہنم بنا دینے والے بم اور چیل کی طرح جھپٹتے ہوئے طیاروں کی بدولت انقلاب آناً فاناً آتا ہے اور صدیوں کا فاصلہ وہ لمحوں میں طے کر لیتا ہے اس لیے کسی بھی تیز رفتار انقلاب پر اب حیرت کا کوئی موقعہ نہیں جب ہٹلر ولینن ایک دنیا کو زیر وزبر کر سکتے ہیں، مغربی طاقتیں تمام ملکوں کو اپنی تہذیب اور اپنا نظام رائج کرنے پر مجبور کر سکتی ہیں اور امریکہ بحر و بر پر اپنا تسلط قائم کرنے کے بعد جب چاند و مریخ پر بھی اپنے

جھنڈے گاڑ سکتا ہے تو ان کرشموں کو دیکھنے کے بعد اب آخر ایسے شخص کا ظہور ہی کیوں ناممکن ہے جو ان ساری طاقتوں کو فنا کر کے اللہ کی زمین پر رسول اللہ ﷺ کی خلافت قائم کرے گا یہ تیز رفتار جدید وسائل ہمارے نزدیک ظہور مہدی ہی کی تیاری ہیں تاکہ آناً فاناً وہ ان کے ذریعہ پوری دنیا پر قبضہ کرلیں ظاہر ہے اس رواں دواں دور میں نو سال تو بہت ہیں زندگی کی حیرت انگیز تیزی کو دیکھتے ہوئے خالص مادی نقطۂ نظر سے بھی اس کے لیے صرف دو سال کافی ہے اس لیے عقل کی روشنی میں بھی منکرین کے اعتراض میں کوئی وزن نہیں اور وہ صرف غلو اور ردعمل کا نتیجہ ہے۔

مہدی ایک سہانہ خواب

اس ضمن میں پانچواں اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ تمام مذاہب میں ایک مرد کامل کی آمد کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔ مہدی کا ظہور بھی اسی قبیل کی چیز ہے اس لیے وہ صحیح نہیں کیونکہ ایسی خوش خبریاں سہانے خواب دکھا کر مسلمانوں کے جذبات کو سرد اور قویٰ کو سست کر دیتی ہیں۔ دوسرے مذاہب کا کیا عقیدہ ہے اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہم تو منکرین سے صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ موہوم اندیشوں کی بنیاد پر کسی منصوص تصور کو رد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ آج ظہور مہدی کی بابت یہ اندیشہ کیا جاتا ہے تو کل کو کچھ لوگ فتنہ و فساد اور آثار قیامت کی روایات کے سلسلے میں بھی یہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ مایوسی پیدا کر کے داعیوں کے حوصلوں اور ولولوں کو توڑ ڈالتی ہیں۔ مہدی کے باب میں قویٰ کی سستی کی شکایت کرنے والے کیا مایوسی کے اندیشوں کو درست تسلیم کر کے یہاں کتاب الفتن کی تمام احادیث کو ٹھکرا دیں گے؟ اس طرح تو شریعت کو ہر روز ایک نئے اندیشے کا سامنا ہو گا اور پورا دین اندیشوں ہی کی نذر ہو جائے گا اس لیے صحیح بات یہ ہے کہ اس باب

میں صریح نصوص موجود ہیں تو اب ہماری کوتاہ عقلوں کے ہزار اندیشے بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور اعتبار بہر حال احادیث اور اجماع امت ہی کا کیا جائے گا پھر ہمیں یہی تسلیم نہیں کہ ظہور مہدی سے قوی سست پڑ جاتے ہیں یہ بالکل الٹی منطق ہے ایک ذرا سی امید انسان کی رگوں میں گرم خون دوڑا دیتی ہے تو روشن مستقبل کے یقین سے وہ سست کیسے پڑ جائے گا۔ اس صورت میں تو اسے عرق ریزی کر کے زمین و آسمان ایک کر دینے چاہییں۔ چنانچہ دور حاضر خود اس کی بہت بڑی دلیل ہے کہ تمام تر شکستوں کے باوجود مسلمان آج بھی دین کی راہ میں ایسی قربانیاں دے رہے ہیں کہ انہیں دیکھ کر بلاشبہ صحابہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ یہ نتیجہ ہے اس یقین کا کہ مستقبل بہر حال ان کا ہے اور کفر کے جھنڈوں کو آج نہیں تو کل گرنا ہے اس لیے اس اندیشے کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ جاتی کہ ظہور مہدی سے قوی سست پڑ جاتے ہیں۔ یہ سستی کا نہیں چستی کا اور ناامیدی کا نہیں حوصلوں کا عنوان ہے۔

یہ ہیں وہ اشکالات جنہیں انکار مہدی کے ذیل میں آج کل خوب اچھالا جا رہا ہے لیکن ہماری ان تنقیحات سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ ان اعتراضات کی نوعیت کیا ہے اور ان میں کتنی سطحیت اور کوتاہ نظری پائی جاتی ہے اس لیے گذشتہ صدیوں میں ایسی مہمل باتیں ہمیں کان لگا کر بھی سنائی نہیں دیتیں اور شروع سے آخر تک مہدی کے ظہور کی سب ہی صراحت کرتے چلے آ رہے ہیں اور کسی بھی عبقری عالم سے ان کا انکار منقول نہیں اس کی دلیل میں ہم عہد رسالت سے پندرہویں صدی تک وارد ہونے والی ان شہادتوں کو پیش کرتے ہیں جو قدم قدم پر تواتر اور اجماع کا ماحول پیدا کر کے منکرین کے قدموں کی زمین کھینچ لیتی ہیں۔

پچھتّر احادیث

مہدی کی بابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ساری احادیث منقول ہیں۔ ان میں بلاشبہ کچھ ضعیف اور موضوع ہیں لیکن اس باب میں ہمیں صحیح روایات بھی اس کثرت سے ملتی ہیں کہ ان کی تعداد بہر صورت ۷۵ سے زائد ہے۔ یہ تواتر کی ایک روشن و مضبوط دلیل ہے اور اسی بنیاد پر ہر صدی میں ظہور مہدی پر علماء کا اجماع رہا ہے۔

صحابہ کی گواہی

رسول اللہ ﷺ کے بعد دین میں دوسری اہم ترین حیثیت صحابہ کرام کو حاصل ہے۔ ان کی پوری جماعت میں انکار تو کسی فرد سے منقول نہیں ہاں ظہور و خروج کی روایات نقل کرنے والوں کی تعداد چوبیس تک پہنچتی ہے اور ان میں ہمیں عثمان غنی، علی مرتضی، عبد الرحمن بن عوف، عمار بن یاسر، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمرو، عبد اللہ بن عباس، ام المومنین حضرت ام سلمی، ابو ہریرہ، عبد اللہ بن عمر، ام المومنین ام حبیبہ، انس بن مالک، عمران بن حصین، حذیفہ بن یمان، ابو سعید خدری، ابو الطفیل، جابر بن عبد اللہ، طلحہ بن عبید اللہ، عوف بن مالک، جابر بن ماجد صدفی، ثوبان مولی رسول اللہ، ام المومنین عائشہ صدیقہ، ابو امامہ باہلی اور عثمان بن ابی العاص جیسے جلیل القدر صحابہ کے نام ملتے ہیں۔

خیر القرون کا جم غفیر

صحابہ کے بعد شریعت میں یک گونہ حجت کی حیثیت تابعین، تبع تابعین اور خیر القرون کی شخصیات کو حاصل ہے۔ ان تینوں طبقوں میں

انکار مہدی کا کوئی تذکرہ نہیں جبکہ ان کے ظہور کی احادیث بیان کرنے والوں کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہے ہم بطور مثال چند نام پیش کرتے ہیں عاصم ابن بہدلہ، ابن حبیش اسدی، سفیان ثوری، سفیان ابن عیینہ، ابو نضرہ، جریری عبداللہ بن عمر، زید بن ابی امیہ، عبدالملک عامری، یوسف بن مالک، عبداللہ بن صفوان، عبیداللہ ابن قبطیہ، حارث ابن ابی ربیعہ، قاسم بن الفضل، محمد ابن زیاد، اسماعیل ابن ابراہیم، فطر، قاسم بن ابی بزہ، زیاد ابن بیان علی ابن نفیل سعید ابن المسیب عمران قطان، قتادہ، معاذ ابن ہشام، صالح ابی خلیل، عبدالصمد ہمام، عمر بن عاصم، عمر ابن ابی قیس، مجاہد، اسماعیل ابن عبدالکریم، ابراہیم ابن عقیل، وہب ابن منبہ، ابن لہیعہ، عبدالقدوس، ابو رومان، عیاش ابن عباس، ارطاۃ، رشدین، خالد ابن ابی عمران، خنس ابن عبداللہ، صدقہ ابن خالد، علی ابن رباح، عبداللہ ابن المبارک، ابن طاؤس، ابن ثور، عبدالرزاق، معمر، ابان ابن ولید، سعید ابن جبیر، مکحول، عروہ ابن زبیر، ابو صالح، ابو فراش، یزید ابن سندی، ولید ابن مسلم، زہری، یحییٰ ابن سلمیٰ، منہال ابن خلیفہ، محمد ابن سیرین، ابو زرعہ، زریر، عمر ابن علی، ضرار ابن عمرو، اسحاق ابن یحییٰ تیمی، مغیرہ ابن عبدالرحمٰن، محمد ابن بشر، عیاض ابن عبداللہ، محمد ابن یزید، عنبسہ القرشی، عمرو ابن شعیب، عبدالملک ابن سلیمان، عطاء ابن زہیر، ایوب، سعید ابن زید، عبدالوہاب ابن حسین، محمد ابن ثابت، عمرو ابن قیس، یحییٰ ابن ابی عمر، صفوان ابن عمر، عبداللہ ابن بشر، جعفر ابن سیار، عبداللہ ابن شریک، اسمٰعیل ابن رافع، ابراہیم ابن میسرہ، محمد ابن مسلم سلیمان ابن عیسیٰ، اعمش، عطیہ، عبدالجبار ازدی، حارث ابن نبہان، یحییٰ ابن طلحہ تیمی یحییٰ ابن الیمان، ضمرہ، معتمر ابن سلیمان، عثمان ابن کثیر، ابو یوسف المقدسی، عبدالوہاب ثقفی حکیم ابن نافع، فیصل ابن عیاض، ابو معاویہ، یحییٰ ابن سعید، قاسم ابن مالک

مزنی، عمرو ابن دینار، عبید ابن اسباط، عبد الجبار ابن العلی، محمد ابن حاتم، ولید بن صالح، قتیبہ ابن سعید، ابو بکر ابن ابی شیبہ، اسحاق ابن ابراہیم، عبد العزیز ابن رفیع، یونس ابن محمد، زہیر، علی ابن حجر، مسدد، عمر ابن عبید، محمد ابن علی، ابو بکر ابن عیاش، احمد ابن ابراہیم، عبید اللہ ابن موسیٰ، عثمان ابن ابی شیبہ، فضل ابن دکین، عبد اللہ جعفر، حسن ابن عمر، سہل ابن تمام، محمد ابن المثنی، ہارون ابن عبد اللہ، ہارون ابن المغیرہ، عمر ابن سعد، عبد اللہ ابن نمیر، یزید ابن ہارون، ابن ابی ذئب، حارث ابن ابی اسامہ، عبد اللہ ابن مروان، لیث ابن سعد، محمد ابن عبد اللہ، ابو یوسف، ولید ابن مسلم۔

یہ صرف ڈیڑھ سو افراد پر مشتمل ایک مختصر فہرست ہے ان کے علاوہ اس ضمن میں ہم پچاسوں نام اور درج کر سکتے ہیں لیکن ہمارا مقصد یہاں استقصاء نہیں بلکہ صرف شہادت پیش کرنا ہے اور اس کے لیے یہی حضرات بہت کافی ہیں خصوصاً سفیان ثوری، قتادہ، سعید بن المسیب، سفیان ابن عینیہ، محمد ابن الحنفیہ، وکیع، عبد اللہ ابن المبارک، سعید بن جبیر، مکحول، محمد بن سیرین، عروۃ ابن زبیر، زہری، اعمش، عاصم، ابو زرعہ یحییٰ بن سعید اور یزید بن ہارون وغیرہ تو اس سلسلے میں قول فیصل کا درجہ رکھتے ہیں۔ مہدی کے ماننے والوں کا اتنا بڑا مجمع اور خیر القرون کی بڑی بڑی شخصیات کا ان کے وجود و ظہور کو روایت کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس دور میں یہ مسئلہ مشہور و مسلم تھا اور اس میں امت کے کسی فرد کو اختلاف نہ تھا۔

تیسری صدی ہجری

تیسری صدی ہجری علم حدیث کے عروج کی صدی ہے۔ اس دور میں وہ نابغۂ روزگار محدثین پیدا ہوئے جنہوں نے دانہ دانہ ڈھونڈ کر ایک طرف حدیث کے بکھرے ہوئے ذخیرے کو جمع کیا اور دوسری جانب صحت و صداقت کی

کسوٹی پر پرکھ کر اسے سلیقے سے ابواب وفصول میں مرتب کر دیا۔ یہ امت پر ان پاکبازوں کا اتنا بڑا احسان ہے کہ جس سے وہ قیامت تک سبک دوش نہیں ہوسکتی۔ ان حضرات میں امام احمد ابن حنبل، امام ابوبکر بن شیبہ، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام نسائی(۱) امام ابو بکر بزار، امام ابن ابی اسامہ، اور امام ابو یعلی موصلی نے اپنی اپنی کتابوں میں مہدی کی احادیث نقل کی ہیں یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ وہ سب امام کے ظہور کے قائل تھے ورنہ یہ علم کے پہاڑ مہدی کی احادیث کبھی روایت نہ کرتے۔

چوتھی صدی ہجری

تیسری صدی کی طرح چوتھی صدی ہجری میں بھی تدوین حدیث کا زور رہا اور حضرات محدثین نے حدیث کے مجموعوں میں بیش بہا اضافے کئے ان میں سر فہرست ابو عبداللہ حاکم ہیں جنہوں نے چار جلدوں پر مشتمل حدیث کی ایک ضخیم کتاب المستدرک لکھی اور اس میں ان تمام روایتوں کو جمع کر دیا جو ان کے نزدیک شیخین کی شرائط پر پوری اترتی ہیں لیکن بخاری مسلم نے صحیحین میں ان کی تخریج نہیں کی ہے احادیث کی تصحیح کے سلسلے میں حاکم کے فیصلے کس حد تک معیاری ہیں اور علماء ان کی آراء کو کتنی اہمیت دیتے ہیں؟ اس سے قطع نظر یہ حقیقت ہے کہ یہ کتاب علم حدیث کا شاہکار اور مصنف کے تبحر علمی کا مظہر ہے امام موصوف نے بھی مستدرک میں مہدی سے متعلق ایسی کافی روایتیں نقل کی ہیں جن کے متعلق ان کا کہنا ہے کہ یہ احادیث بخاری ومسلم کے شرائط پر پوری اترتی ہیں ان روایتوں کے متعلق حافظ ذہبی نے بھی حاکم کے قول کی تصدیق کی ہے۔

---

(۱) سنن کبریٰ میں تخریج کی ہے۔

دوسرے بلند پایہ محدث حافظ ابن عدی ہیں یہ علوم حدیث کے ماہر اور اسماء الرجال میں امامت کے منصب پر فائز تھے انہوں نے بھی اپنی مشہور کتاب "الکامل" میں امام مہدی سے متعلق روایتیں نقل کی ہیں۔ تیسرے جلیل القدر عالم امام دار قطنی ہیں وہ وسعت نظری، حفظ واتقان اور نقد و تبصرے میں ایک منفرد شخصیت کے حامل تھے انہوں نے اپنی کتاب السنن اور "افراد" میں احادیث مہدی نقل کی ہیں اس طرح ابن حبان، طبرانی، خطابی اور ابن مندہ بھی مہدی کی روایتیں اپنی کتابوں میں لائے ہیں جو اس باب میں خود ان کے عقیدے کی مظہر ہیں۔

چوتھی ہی صدی ہجری کے معروف محدث امام ابوالحسین محمد ابن الحسین الآبری السنجری اپنی کتاب "مناقب الشافعی" میں تحریر فرماتے ہیں:

وقدتواترت الاخبار واستفاضت بکثرۃ رواتھا عن المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم فی المھدی وانہ من اھل بیتہ وانہ یملك سبع سنین ویملاء الارض عدلاً وان عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یخرج فیساعدہ علی قتل الدجال وانہ یؤم ھٰذہ الامۃ وعیسیٰ خلفہ فی طول من قصتہ وامرہ (تھذیب التھذیب، ج: ۹ ص: ۱۲٦ . فی ضمن ترجمة محمد بن خالد الجندی المؤذن)

امام مہدی سے متعلق مروی روایتیں اپنے راویوں کی کثرت کی بناء پر تواتر اور شہرت عام کے درجہ میں پہنچ گئی ہیں کہ وہ بیت رسول سے ہوں گے۔ سات سال تک دنیا میں حکومت کریں گے۔ اپنے عدل وانصاف سے دنیا کو معمور کردیں گے۔ اور جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونگے تو مہدی قتل دجال میں ان کی مساعدت اور نصرت کریں گے اور اس امت میں مہدی ہی کی امامت میں عیسیٰ علیہ السلام (ایک) نماز ادا کریں گے وغیرہ طویل واقعات ان کے سلسلے میں احادیث میں بیان ہوئے ہیں۔

چوتھی صدی ہجری ہی کے دوسرے بڑے عالم شیخ حسن بن علی نے "عقیدۃ البربہاری" میں بھی اس عقیدے کی صراحت کی ہے۔ جسے ابن ابویعلی نے طبقات الحنابلہ میں بھی نقل کیا ہے۔

پانچویں صدی ہجری

پانچویں صدی ہجری کے بلند مرتبہ عالم ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی ہیں۔ انہوں نے حدیث کی بنیادی کتابوں سے اخذ کر کے "المصابیح" نامی مجموعہ مرتب کیا ہے جو اب خطیب تبریزی کے اضافہ کے بعد "مشکوٰۃ المصابیح" کے لباس میں موجود ہے۔ بلند مقام مؤلف کی بدولت یہ کتاب گذشتہ نو صدیوں سے مدارس کے نصاب کا اہم ترین جزبنی ہوئی ہے اور علماء حدیث اس پر ہر زمانے میں اعتماد کرتے رہے ہیں۔ اس کے باب اشراط الساعۃ کے تحت مصنف نے مہدی کی ۷ روایات ذکر کی ہیں اور انکار کا کوئی ہلکا سا جزیہ بھی پیش نہیں کیا۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ دیگر علماء کے ساتھ وہ بھی ظہور مہدی کے پوری طرح قائل ہیں اور اس کی بابت ان کے ذہن میں اشکال و تردد کا ہلکا سا شائبہ بھی موجود نہیں ہے۔

ان کے علاوہ ابونعیم اصفہانی نے "حلیہ" اور "کتاب المہدی" میں بیہقی نے "دلائل النبوۃ" اور البعث والنشور میں، خطیب نے "تلخیص المتشابہ" اور المتفق والمفترق میں مہدی کی روایات نقل کی ہیں جو اس کی واضح دلیل ہیں کہ یہ لوگ بھی مہدی پر ایمان رکھتے ہیں۔

ابوبکر ابن العربی

پانچویں اور چھٹی صدی کے مشہور عالم شیخ ابو بکر ابن العربی مالکی نے شرح ترمذی میں و امامکم منکم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

یخرج والامام من المسلمین من قریش علی ماوجب واطرد ویاتی تمامه وقیل یعنی المهدی الذی روی ابو عیسی وغیرہ.

(شرح ترمذی :جز :۹ ص:۷۶)

یعنی مسلمانوں میں قبیلہ قریش سے امام ظاہر ہوں گے جیسا کہ مشہور و معروف طور پر ثابت ہے اور تفصیل آگے آئے گی اور کہا گیا ہے کہ وہ مہدی ہیں جن کی روایات ترمذی وغیرہ نے نقل کی ہیں۔

اس عبارت کے بعد امام ابن العربی نے مہدی سے متعلق مزید چھ روایتیں اور نقل کی ہیں یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس مسئلہ پر وہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور ظہور مہدی پر انہیں کوئی اشکال نہیں۔

امام نووی

ساتویں صدی کی قد آور شخصیت علامہ نووی ہیں۔ وہ بلاشبہ وسیع العلم صاحب نظر اور بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں۔ علم حدیث کی ہر بزم میں انہوں نے بہت ہی گہرے اثرات اور دیرپا نقوش چھوڑے ہیں اور ان کی کتابیں آج تک محدثین کا مرجع و مآخذ شمار ہوتی ہیں۔ وہ مہدی کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المهدی من هداه الله الحق وغلبت علیه الاسمیة منه مهدی آخر الزمان

(حاشیہ ابن ماجہ، ص:۳۰۹)

مہدی یعنی جس کو اللہ نے ہدایت دی لیکن بطور نام اس کا اطلاق امام مہدی پر ہوتا ہے جو اخیر زمانے میں ہوں گے۔

علامہ زرکشی

آٹھویں صدی کے معروف مصنف محمد بن ابراہیم زرکشی ہیں انہوں نے بھی مہدی کے خروج کی تصریح کی ہے فرماتے ہیں:

قال الزركشي: اى الذى فى زمن عيسى عليه السلام ويصلي معه ويقتلان الدجال ويفتح القسطنطنيه ويملك العرب والعجم ويملأ الأرض عدلا وقسطا ويولد بالمدينة وتكون بيعته بين الركن والمقام كرها عليه ويقاتل السفياني ويلجأ إليه ملوك الهند مغلغلين إلى غير ذلك. حاشيه ابن ماجه، جلد ثاني، ص: ۳۰۹.

وہ (مہدی) عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوں گے۔ ان کے ساتھ نماز پڑھیں گے اور دونوں دجال کو قتل کریں گے (مہدی) قسطنطنیہ کو فتح کریں گے، عرب وعجم کے مالک ہوں گے دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے ان کی بیعت رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان (بیت اللہ میں) ہو گی وہ اس پر راضی نہ ہوں گے۔ سفیانی سے جہاد کریں گے اور ہندوستان کے حکمراں پابند سلاسل ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ساتویں اور آٹھویں صدی کے ہی نہیں پوری تاریخ کے ایک روشن عنوان ہیں انہوں نے شیعوں کے رد میں منہاج السنۃ نامی عظیم کتاب لکھی ہے جس میں رافضیت کی انہوں نے واقعی رگ رگ توڑ دی ہے اگر مہدی کوئی شیعی عنوان ہوتا تو ابن تیمیہ اس کی ضرور تردید کرتے لیکن پوری کتاب پڑھ جایئے وہ کہیں رد عمل کا شکار نہیں ہوتے اور ظہور مہدی کی بابت وہ بھی یہی لکھتے ہیں:

ان الاحاديث التى يحتج بها على خروج المهدى احاديث صحيحة رواها ابو دائود والترمذى واحمد وغيرهم،(۱)

---

(۱) منہاج السنۃ النبویۃ، ج: ۴، ص: ۲۱۱۔

جن احادیث سے ظہور مہدی پر استدلال کیا جاتا ہے وہ سب صحیح ہیں ابوداؤد۔ ترمذی اور احمد وغیرہ نے ان کی تخریج کی ہے۔

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

فالمهدی الذی اخبربه النبی صلی الله علیه وسلم اسمه محمد بن عبدالله لا محمد بن الحسن وقدروی عن علی رضی الله عنه انه قال من ولد الحسن بن علی لامن ولد الحسین بن علی واحادیث المهدی معروفة رواها الامام احمد و ابوداؤد والترمذی وغیرهم ،(۱)

حضور ﷺ نے جس مہدی کی خبر دی ہے اس کا نام محمد ابن عبداللہ ہے محمد ابن الحسن نہیں حضرت علی سے مروی ہے کہ وہ حسن ابن علی کی اولاد سے ہوں گے حسین ابن علی کی نسل سے نہیں اور مہدی کی احادیث تو مشہور ومعروف ہیں امام احمد ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے انہیں نقل کیا ہے۔

ابن القیم

آٹھویں صدی کے نامور عالم حافظ ابن القیم نے مسند ابن ابی اسامہ کے حوالے سے اپنی کتاب "المنار المنیف" میں درج ذیل حدیث نقل کی ہے۔

عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ینزل عیسیٰ ابن مریم علیه السلام فیقول امیرهم المهدی تعال صل لنا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب عیسیٰ نازل ہوں گے تو مسلمانوں کے امیر امام مہدی ان سے عرض کریں گے

(۱) منہاج السنۃ النبویہ، ج: ۴، ص: ۲۱۳۔

کہ آگے تشریف لاکر ہمیں نماز پڑھایئے۔

روایت کی سند کے بارے میں حافظ ابن القیم کہتے ہیں "ھذا اسناد جید" سند عمدہ ہے یہ تصویب خود اس بات کی دلیل ہے کہ ظہور مہدی کو ابن القیم بھی برحق مانتے ہیں اور انہیں اس تصور میں کہیں بھی شیعی جراثیم پلتے نظر نہیں آتے چنانچہ ایک جگہ صراحت کرتے ہیں۔

انہ رجل من اھل بیت النبیؐ من ولدالحسن ابن علی یخرج فی اخر الزمان وقد امتلأت الارض جوراً وظلما فیملأھا قسطا وعدلا واکثر الحدیث علی ھذا تدل۔

(عقد الدرر فی اخبار المنتظر، ص:۲۴)

وہ اہل بیت اور حضرت حسن کی نسل سے ہوں گے ان کا ظہور آخری زمانے میں اس وقت ہوگا جب کہ زمین ظلم وستم سے بھر جائے گی تو وہ اسے عدل وانصاف سے پاٹ دیں گے۔ اکثر احادیث اسی مفہوم پر دلالت کرتی ہیں۔

حافظ ذہبی

اسی عہد کی تیسری شخصیت حافظ ذہبی کی ہے جو بلاشبہ حدیث کے امام مسلم ہیں اور محدثین نے ہر دور میں احادیث ورجال کی بابت ان کی رایوں کو قول فیصل کا درجہ دیا ہے انہوں نے حاکم کی درج کردہ روایات مہدی کی جابجا تصدیق کی ہے اور اپنی کتاب مختصر منہاج السنۃ میں بھی اس موضوع کو ثابت کیا ہے۔

علامہ طیبی

ساتویں اور آٹھویں صدی کے مشہور محدث علامہ طیبی ظہور مہدی کے مسئلے کو مؤکد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

الأحاديث عنه صلى الله عليه وسلم فى التنصيص على خروج المهدى من عترته من ولد فاطمة ثابتة أصح.

(حاشیہ ابی داؤد)

مہدی سے متعلق حضور ﷺ سے جو احادیث منقول ہیں کہ وہ اہل بیت اور فاطمی نسل سے ہوں گے وہ ثابت اور صحیح ترین روایتیں ہیں۔

حافظ ابن کثیر

آٹھویں صدی ہجری میں سب سے قد آور شخصیت حافظ ابن کثیر دمشقی کی ہے وہ مفسر، محدث، فقیہ، مؤرخ، اور محقق و مؤلف سب ہی کچھ ہیں اپنی معروف و مقبول کتاب "البدایه والنهایه" جلد ششم باب فی ترتیب الاخبار بالغیوب المستقبلة بعدهٗ صلى الله عليه وسلم میں بارہ خلفاء راشدین پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والمهدى المبشر بوجوده فى اخر الزمان منهم ايضا بالنص على كونه من اهل البيت واسمهٗ محمدبن عبدالله وليس باالمنتظر فى سرداب سامرا فان ذلك ليس بموجود بالكلية وانما ينتظره الجهلة من الروافض.

اور مہدی جن کے وجود کی آخری زمانہ میں بشارت دی گئی ہے وہ بھی انہیں بارہ خلفاء میں سے ہیں وہ اہل بیت سے ہوں گے ان کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا یہ وہ نہیں ہیں جو سرداب سامرہ میں چھپے بیٹھے ہیں بلکہ یہ دھوکہ ہے جن کا جاہل روافض انتظار کر رہے ہیں۔

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں:

والظاهر أن منهم المهدى المبشر به فى الاحاديث الواردة بذكره وليس هذا بالمنتظر الذى تتوهم الرافضة وجودهٗ ثم

ظهورهٗ فی سرادب "سامرا" فان ذلك لیس لهٗ حقیقة ولا جود بالکلیة بل هو من هوس العقول السخیفة وتوهم الخیالات الضعیفة.

(تفسیر ابن کثیر، ج:۲، ص:۳۵)

ظاہر ہے کہ مہدی بھی انہیں بارہ خلفاء میں سے ہیں جن کی متعدد احادیث میں بشارت دی گئی ہے خاص وضاحت کے ساتھ یہاں وہ مہدی منتظر مراد نہیں جن کا رافضیوں کو وہم ہوا ہے کہ وہ سرداب سامرہ میں بیٹھے ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ وہ کوتاہ عقلوں کا جنون اور کمزور خیالات کا وہم ہے۔

ابن حجر عسقلانی

آٹھویں اور نویں صدی ہجری کے بلند پایہ عالم حافظ ابن حجر عسقلانی ہیں۔ وہ بلاشبہ اسلام کا ایک زندہ معجزہ اور دنیا میں اللہ کی ایک روشن نشانی تھے۔ ظہور مہدی پر ان کا بھی ایمان ہے چنانچہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "فتح الباری" کتاب الفتن باب ماجاء فی خروج النار کے ضمن میں لکھتے ہیں:

فھٰذا ان کان المرادفیه الکنز الذی فی حدیث الباب دلّ علی انه یقع عند ظھور المھدیٰ وذلك قبل نزول عیسیٰ وقبل خروج النار جزما.

اگر یہاں خزانے سے وہی خزانہ مراد ہے جو حدیث باب میں مذکور ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعات ظہور مہدی کے وقت رونما ہوں گے جو نزول عیسیٰ اور خروج نار سے یقیناً پہلے ہوگا۔

امام سیوطی

نویں صدی ہجری کے دوسرے کثیر التالیف محدث امام جلال الدین

سیوطی ہیں۔ وہ نہ صرف ظہور مہدی کے قائل ہیں بلکہ اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے انہوں نے "الوردی فی اخبار المہدی" نامی رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے جو اس موضوع پر ایک ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے اپنی مشہور کتاب "تاریخ الخلفاء" میں "اثنا عشر خلیفہ" کے تحت وہ اپنی رائے پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قلت وعلى هذا فقد وجد من الاثنى عشرخليفة الخلفاء الاربعة والحسن ومعاوية وابن الزبير وعمربن عبدالعزيز هؤلاء ثمانية ويحتمل ان يضم اليهم المهتدى من العباسين لانه فيهم كعمر بن عبدالعزيز في بنى امية وكذلك الظاهر لما اوتيه من العدل وبقى الاثنان المنتظر ان احدهما المهدى لانه من آل بيت محمد صلى الله عليه وسلم (ص۱۳)

میرا خیال ہے کہ ان بارہ خلفاء میں خلفاء اربعہ، حضرت حسن، معاویہ، ابن زبیر اور عمر بن عبدالعزیز شامل ہیں۔ یہ آٹھ ہوئے نویں عباسی خلیفہ مہتدی بھی ہوسکتے ہیں کیونکہ وہ عباسیوں میں ایسے ہی ہیں جیسا کہ بنوامیہ میں عمر بن عبدالعزیز۔ اس طرح عدل کے پیش نظر خلیفہ ظاہر کو بھی اس میں شمار کیا جاسکتا ہے اب صرف دو کا انتظار ہے جن میں ایک امام مہدی ہیں جو اہل بیت کے خاندان سے ہوں گے۔

شیخ عبدالحق دہلوی

دسویں اور گیارہویں صدی ہجری میں ہندوستان کی ایک موقر شخصیت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں جنہوں نے یہاں علوم حدیث کی نشرواشاعت میں بنیادی کردار ادا کیا ہے اور درس و تدریس پر آج تک ان کے اثرات قائم ہیں وہ اپنی کتاب اللمعات میں مہدی کی بابت تحریر فرماتے ہیں۔

قد تظاهرت الاحادیث البالغه حد التواتر معنی فی کون المهدی من اهل البیت من ولد فاطمة

(حاشیة ترمذی جلد ثانی: ص ٤٦.)

احادیث اس سلسلے میں معناً تواتر تک پہنچتی ہیں کہ مہدی اہل بیت سے اور حضرت فاطمہ کی اولاد سے ہوں گے۔

ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

سلمہ گفت شنیدم رسول اللہ ﷺ کہ می گفت مہدی از عترت بنسبت از اولاد فاطمہ۔عترت بکسر نسل مرد گروہ ولی و خویشاں و نزدیک وے از انہا کہ گذشتہ ان و آنانکہ بیانید فی الصراح عترت خویشاں و نزدیکاں مرد و در نہایہ گفتہ عترت مرد خویشاں ولی و خویشاں آنحضرت اولاد عبدالمطلب را گویند و بعضے گفتہ اند نزدیکاں از اہل بیت یعنی اولاد وے و بعضے گویند قریش ہمہ عترت اند و مشہور آنست کہ عترت آنہا کہ حرام است برایشاں زکوٰۃ و آنہا اولاد ہاشم اند و برہمہ اقوال قول وے من اولاد فاطمہ تقییدست تا معلوم گردد کہ مہدی خصوصاً از اولاد فاطمہ است۔

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہدی میرے خاندان یعنی فاطمہ کی نسل سے ہوگا عترت میں نسل و جماعت، ولی و ہمنوا اور وہ قریبی رشتہ دار داخل ہیں جو دنیا سے گزر گئے یا اس کی نسل میں آئندہ پیدا ہوں گے جیسا کہ صراح میں تصریح ہے اور نہایہ میں لکھا ہے کہ اس سے اہل بیت نبوی اور اولاد عبدالمطلب مراد ہیں بعض لوگوں نے تمام قریش کو عترت قرار دیا ہے لیکن مشہور قول یہی ہے کہ عترت میں وہی لوگ داخل ہیں جن کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں اور یہ بنی ہاشم ہیں اس لیے عترت کے بعد اولاد فاطمہ کی قید یہ بتاتی ہے کہ مہدی حضرت فاطمہ ہی کی اولاد سے ہوں گے۔

دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کی شہرۂ آفاق شخصیت شیخ احمد بن عبد الاحد فاروقی ہیں جن کے علم و فضل اور عظیم تجدیدی کارناموں کا اعتراف کر کے امت نے انہیں مجدد الف ثانی کا لقب دیا ہے ظہور مہدی کے وہ بھی قائل ہیں چنانچہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

مختصر یہ کہ حضرت مہدی کے ظہور کا وقت قریب ہے آغاز صدی تک جوان کے ظہور کا وقت ہے دیکھو کتنے مقدمات و مبادی ظہور میں آتے ہیں۔ (دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب، ص:٦٨)

ملا علی قاری

دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کے مشہور محدث و شارح مشکوٰۃ المصابیح شیخ علی بن سلطان ملا علی قاری نے اپنی شاہکار تصنیف "مرقاۃ المفاتیح" میں بڑی تقطیع کے کئی صفحوں میں احادیث مہدی پر مفصل روشنی ڈالی ہے یہ خود اس بات کی روشن دلیل ہے کہ وہ بھی ظہور مہدی کے قائل ہیں چنانچہ ایک جگہ صراحت سے لکھتے ہیں۔

ان المهدى من اولاد الحسن ويكون له انتساب من جهة الام الى الحسين جمعا بين الادلة وبه يبطل قول الشيعه ان المهدى هو محمد بن الحسن العسكرى القائم المنتظر فانه حسيني بالاتفاق لايقال لعل عليا رضى الله عنه ارادبه غير المهدى فانا نقول يبطله قصة يملأ الارض عدلا اذلايعرف فى السادات الحسينية ولاالحسنية من ملأ الارض عدلا الامائبت فى حق المهدى الموعود.

(مرقاة المفاتيح باب اشراط الساعة فصل سوم)

مہدی حضرت حسن کی اولاد سے ہوں گے اور ماں کی جانب سے ان

کی نسبت حسینی ہو گی، یہ تمام روایات کی تطبیقی صورت ہے اور اسی سے شیعوں کا وہ قول باطل ہو جاتا ہے کہ مہدی محمد بن الحسین عسکری ہیں جو قائم و منتظر ہیں وہ بالاتفاق حسینی ہیں، یہاں یہ توجیہ نہ کی جائے کہ شاید حضرت علی نے ان سے مہدی کے علاوہ کسی کو مراد لیا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک زمین کو عدل وانصاف سے بھر دینے کا واقعہ اس کی تردید کرتا ہے پھر حسینی اور حسنی سادات میں ایسا کوئی پیدا نہیں ہوا جس نے دنیا کو عدل سے بھر دیا ہو یہ چیز صرف مہدی موعود کے بارے میں ثابت ہے۔

شیخ برزنجی

گیارہویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم شیخ محمد البرزنجی المدنی اپنی مشہور کتاب الاشاعۃ لاشراط الساعۃ میں لکھتے ہیں۔

وقد علمت ان احادیث المهدی وخروجه اخر الزمان وانه من عترة رسول الله صلی الله علیه وسلم من ولد فاطمة رضی الله عنها بلغت حدالتواتر المعنوی فلا معنی لانکارها. (ص ۱۱۲)

امام مہدی، آخری زمانے میں ان کا ظہور اور آنحضرت ﷺ کی نسل اور حضرت فاطمہ کی اولاد سے ان کے تعلق کی روایتیں تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اس لیے اب انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

علامہ سفارینی

بارہویں صدی کے نامور متکلم اور جلیل القدر محدث علامہ سفارینی لوائح الانوار البہیہ میں رقم طراز ہیں۔

قد کثرت الاقوال فی المهدی حتی قیل لامهدی الا عیسیٰ والصواب الــذی علیــه اهــل الحق ان المهــدی غیر عیسیٰ

وانــه يخــرج قبل نــزول عيسى عليــه السلام وقــد كثرت بخــروجــه الــروايات حتى بلغت حــدالتــواتــر المعنــوى وشاع ذلك بين علماء السنة حتى عدمن معتــقــد اتــهم

(لوائح الانوار البهيه، ج:۲، ص: ۷۹-۸۰)

حضرت مہدی کے بارے میں بہت سارے اقوال ہیں حتی کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہی مہدی ہیں اور صحیح بات جس پر اہل حق ہیں یہ ہے کہ مہدی کی شخصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے الگ ہے ان کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے پہلے ہوگا ظہور مہدی سے متعلق روایات اتنی زیادہ ہیں کہ تواتر معنوی کی حد کو پہنچ گئی ہیں اور علماء اہل سنت کے درمیان اس درجہ عام اور شائع ہوگئی ہیں کہ ظہور مہدی کو ماننا اہل سنت والجماعت کے عقائد میں شمار ہوتا ہے۔

(پھر چند روایات کی طرف اشارہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

وقــد روى عمن ذكــر من الصحابــة وغير ماذكر منهم رضى الله عنهم بــروايات متعــددة وعن التــابعين من بعــدهم ما يفيد مجموعه العلم القطعى فالايمان بخروج المهدى واجب كما هو مقرر عند اهل العلم ومدون فى عقائد اهل السنة والجماعة

(ایضا، ج:۲، ص: ۸۰)

اوپر مذکور حضرات صحابہ اور ان کے علاوہ دیگر اصحاب رسول اللہ ﷺ سے اور ان کے بعد تابعین سے اتنی روایتیں مروی ہیں کہ ان سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا ظہور مہدی پر ایمان لانا واجب ہے نیز یہ مسئلہ اہل علم کے نزدیک ثابت شدہ ہے اور اہل سنت والجماعت کے عقائد میں مدون ومرتب ہے۔

علامہ قسطلانی

اسی صدی کی دوسری معروف شخصیت علامہ قسطلانی ہیں انہوں نے ارشاد الساری نامی صحیح بخاری کی شرح لکھی ہے جو اختصار و جامعیت میں اپنا ایک مقام رکھتی ہے۔ موصوف اس کی کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم میں تحریر فرماتے ہیں۔

وصحح المولی سعد الدین تفتازانی أنه یؤمهم ویقتدی به المهدی لانه أفضل منه فإمامته أولی.

شیخ سعد الدین تفتازانی نے اس بات کو راجح قرار دیا کہ "نزول کے بعد" حضرت عیسیٰ مسلمانوں کی امامت کریں گے اور مہدی ان کے مقتدی ہوں گے کیونکہ ابن مریم مہدی سے افضل ہیں اس لیے انہیں کی امامت اولیٰ ہے۔

علامہ قسطلانی کی یہ رائے کیا وزن رکھتی ہے؟ اس سے فی الحال ہمیں کوئی سروکار نہیں ہمیں تو صرف یہ دکھانا ہے کہ ظہور مہدی کے قسطلانی بھی قائل ہیں اور اس تصور میں انہیں کہیں بھی شیعی جراثیم نظر نہیں آئے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

تیرہویں صدی کے سب سے عالی مقام محدث حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہیں ان کے نزدیک مہدی کا کیا مقام ہے؟ الکوکب الدری، ج:۲، ص:۵۶-۵۷ پر ہمیں ان کے یہ الفاظ ملتے ہیں۔

ان النبی صلی الله علیه وسلم لما کان اخبرهم بخیریة القرن الذی هو فیه ثم بخیریة من بعدهم وهکذا الی ثان وثالث علموا بوقوع الاحداث بعد ذلك فخافوا ان یاتیهم الساعة بغتة وهم لا یشعرون فکان ذلك شفقة منهم علی امة نبیهم محمد

صلی الله علیه وسلم وحسرة علی حالهم ان یفاجنهم الموت فی حال غفلتهم و اشتغالهم بمالا ینفعهم فی غدهم فدفعه النبی صلی الله علیه وسلم با ظهار ظهور المهدی اذذاك فیزکیهم ویعلمهم ویطهرهم عن دلنس البدعات ویکملهم فلا یهلك الامة باسرها غافلة عن ربها لاهیة فی زهرة الدنیا وحبهاویمکن ان یقال فی الجواب انهم لما علموا ان کل یوم شرمن الامس فکان مقتضی ذلك ان یضل الاخرون شر ضلالة لما رووا عن النبی صلی الله علیه وسلم قوله ثم یفشوالکذب الخ و کذالك ماررووا فی الروایات الاخر من احوال هذه الامة الذین لم یاتوا بعدفخافوا علی اخوانهم المسلمین مابالهم فی هاتیك الضلالات ومن ذا الذی ینبههم عن سنة الغفلات مع وفور الشرارات وتزایدالجهالات علی مر الشهور والسنوات فسلاهم النبی صلی الله علیه وسلم بان بین حال المهدی الذی هو آخر مجددی هذه الامة وبذلك علم حال ما یقدمه من الزمان دلالة فان ظهور الهداة فی ذلك الزمان الذی هو غایة فی الضلال والغوایة وظهور الفتن وفشوالجهالة دال علی ان مادة الخیر کانت باقیة بعد لم تنقطع وعروق تعلیم الدین وافشاء السنن متصلة لم ترتفع (۱)

رسول اللہ ﷺ نے جب صحابہ کو اول ثانی ثالث تینوں قرنوں کی خیر وسلامتی سے آگاہ کیا تو وہ فوراً سمجھ گئے کہ حوادث و فتنے ان کے بعد ہی وقوع پذیر ہوں گے۔ چنانچہ انہیں اندیشہ ہوا کہ شاید قیامت ایک دم آجائے گی اور مسلمانوں کو پتہ بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ انہیں اپنے نبی کی امت

(۱) الکوکب الدری، ج:۲، ص:۵۶-۵۷۔

سے حد درجہ تعلق تھا اس لیے انہیں افسوس ہونے لگا کہ اگر موت اس حال میں آئی کہ وہ دنیاداری میں مشغول ہوں تو ہمارے ان بھائیوں کا کیا بنے گا رسول اللہ ﷺ نے ظہور مہدی کی خوش خبری سنا کر ان کے اسی اندیشے کو زائل کیا ہے کہ اس وقت امت کی تعلیم و تزکیہ اور بدعات و خرافات سے اس کو پاک و صاف کرنے کے لیے مہدی کھڑے ہوں گے اور یہ امت خدا سے غافل اور دنیاداری میں ڈوب کر ختم نہیں ہوگی۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جب صحابہ کو معلوم ہوا کہ ہر آنے والا دن گذشتہ سے بدتر ہوگا اور مختلف روایتوں یفشو الکذب وغیرہ کی رو سے امت آئندہ بدترین گمراہی میں مبتلا ہوگی تو انہیں اپنے مسلمان بھائیوں کے بارے میں ڈر لگا کہ کہیں وہ ان گمراہیوں میں مبتلا نہ ہو جائیں اور اس صورت میں جبکہ گردش زمانہ شر و فساد کا طوفان اٹھادے گی کون انہیں غفلت کی نیند سے بیدار کرے گا رسول اللہ ﷺ نے مہدی کے احوال بیان کر کے انہیں تسلی دی جو اس امت کے آخری مجدد ہیں اور اسی سے ان کے دور کا حال بطور دلیل جانا جاسکتا ہے کیونکہ گمراہی، کجی کے حد درجہ ترقی کرنے، فتنوں کے ظاہر ہونے اور جہالت کے پھیل جانے کے باوجود اس زمانہ میں بھی ہادیوں کا ظہور اس بات کی واضح دلیل ہے کہ خیر کا عنصر ابھی بھی موجود ہے اور دینی تعلیم و سنت کی اشاعت جاری و ساری ہیں وہ کبھی نہیں رکیں۔

نواب صدیق حسن بھوپالی

اسی صدی کے مشہور محدث نواب صدیق حسن خاں بھوپالی ہیں انہوں نے اپنی کتاب "الاذاعة لما کان ویکون بین یدی الساعة" میں مہدی کی بابت حد تواتر کی صراحت کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

والأحاديث الواردة فی المهدی علی اختلاف روایاتها کثیرة جدا تبلغ حد التواتر وهی فی السنن وغیرها من دواوین الإسلام من المعاجم والمسانید۔

امام مہدی سے متعلق احادیث مختلف روایتوں کے ساتھ بہت زیادہ ہیں جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں یہ حدیثیں سنن کے علاوہ معاجم، مسانید وغیرہ اسلامی دفتروں میں موجود ہیں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۷۰ پر لکھتے ہیں:

اقول لاشك ان المهدی یخرج فی آخر الزمان من غیر تعیین لشهر وعام لما تواتر من الاخبار فی الباب واتفق علیه جمهور الامة خلفا عن سلف الامن لا یعتد بخلافه۔

میں کہتا ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ آخری زمانہ میں ماہ و سال کی تعیین کے بغیر امام مہدی کا ظہور ہوگا کیونکہ اس باب میں احادیث متواتر ہیں اور سلف سے خلف تک جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے البتہ بعض ایسے لوگوں نے اسمیں اختلاف کیا ہے جن کے اختلاف کا اہل علم کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں ہے۔

علامہ شوکانی

اسی عہد کی دوسری معروف شخصیت علامہ شوکانی کی ہے انہوں نے مہدی و مسیح کی بابت تواتر کو ثابت کرنے کے لیے اس موضوع پر "التوضیح فی تواتر ما جاء فی المهدی المنتظر والمسیح" نامی ایک وقیع رسالہ لکھا ہے اس میں مسئلہ مہدی پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والاحادیث الواردة فی المهدی التی امکن الوقوف علیها خمسون حدیثا فیها الصحیح والحسن والضعیف المنجبر وهی

متواترة بلاشك اى متواتر تواترا معنويا.

اور مہدی کی وہ احادیث جو معروف ہیں پچاس ہیں ان میں صحیح و حسن بھی ہیں اور ایسی ضعیف بھی ہیں جن کے ضعف کا اسانید و طرق سے ازالہ ہو جاتا ہے تو وہ بلاشبہ متواتر ہیں اور یہ تواتر معنوی ہے۔

علامہ کشمیریؒ

چودھویں صدی کی سب سے مؤثر شخصیت علامہ انور شاہ کشمیریؒ ہیں، وہ اپنی علمی وسعت، حافظہ کی قوت، متون کے استحضار، اعلیٰ درجہ کی ذہانت اور گہرائی و گیرائی میں بلاشبہ اتنے بلند مقام پر فائز تھے کہ اہل نظر کے بقول انہیں دیکھ کر پہلی صدیوں کے علماء کی یاد تازہ ہوتی تھی، علم حدیث ان کا خصوصی موضوع ہے اور اس میدان میں انہیں واقعی مجتہدانہ بصیرت حاصل ہے، اگر مہدی کوئی شیعی تخیل ہوتا تو متاخرین علماء کا یہ امام ان کے ظہور کا کبھی قائل نہ ہوتا لیکن اسلاف کی طرح خروج مہدی پر ان کا بھی ایمان ہے، چنانچہ بخاری کی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

والراجع عندی لفظ البخاری ای وامامکم منکم بالجملة الاسمية والمراد منه الامام المهدى لما عند ابن ماجة، ص: ۳۰۸ باسناد قوی .

میرے نزدیک بخاری کے الفاظ "امامکم منکم" جملہ اسمیہ کی ترکیب میں ہیں اور ان سے مراد امام مہدی کی شخصیت ہے جیسا کہ ابن ماجہ کے صفحہ ۳۰۸ پر یہ روایت مضبوط سند سے آئی ہے۔

اس ضمن کی ایک روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فهذا صریح فی ان مصداق الامام فی الاحادیث هو الامام المهدی دون عیسیٰ علیه السلام .

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ احادیث میں امام کا مصداق امام مہدی ہیں عیسیٰ علیہ السلام نہیں۔

فالامام فی اول صلاة بعد نزول المسیح علیه السلام یکون هو المهدی علیه السلام لانها اقیمت له ثم بعدها یصلی بهم المسیح علیه السلام .

(کتاب بدء الخلق ص: ٤٧ فیض الباری، ج ٤)

نزول عیسیٰ کے بعد پہلی نماز کے امام تو مہدی ہوں گے کیونکہ اقامت انہی کے لیے کہی گئی ہے لیکن اس کے بعد مسلمانوں کی امامت عیسیٰ علیہ السلام ہی فرمائیں گے۔

اسی طرح حکیم الامت حضرت تھانوی، شیخ الاسلام مولانا مدنی اور محدث و مفسر حضرت مولانا ادریس کاندھلوی علیہم الرحمۃ نے بھی ظہور مہدی کو پوری قوت سے ثابت کیا ہے۔

علی صابونی مکی

پندرہویں صدی میں شاہد کے طور پر ہم شیخ محمد علی صابونی کو پیش کرتے ہیں، موصوف حجاز مقدس کے ایک جلیل القدر عالم اور جامعہ ام القری مکہ مکرمہ کے استاذ ہیں۔ وسیع علمی موضوعات پر ان کے قلم سے متعدد کتابیں نکل چکی ہیں، آپ نے ۱۹۷۹ء میں حرم شریف میں پیش آنے والے سانحہ سے متاثر ہو کر اس موضوع پر "المهدی واشراط الساعة" نامی رسالہ لکھا اس میں مہدی کے ظہور کی صراحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فالمهدی الذی یعتقد به اهل السنة والجماعة هو المهدی المؤید من عند الله بالآیات الباهرات کما ایدالله رسله بالمعجزات الطاهرات ویجب ان نفرق بین المهدی المؤید وبین

المهدی المزیف. فالمهدی انما یظھر فی اخرالزمان، قرب قیام الساعة، عند اشتداد الفتن، وکثرة الظلم والجور، وابتعاد الناس عن ھدایة اللہ، وقلة الخیر فی الارض، فیرسله اللہ تعالی رسولا وانما ھادیا ومرشداومصلحا، یصلح به البلاد والعباد ویقیم به صرح الدین، ویعلی به منارالحق، فھواحد المصلحین الکبار فی اخرالزمان لامخرب ومھدم، وقدوردانه یشبه الرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی الافعال والاخلاق لافی الصورة والشکل.

تو مہدی جن کا اہل سنت والجماعت اعتقاد رکھتے ہیں وہ شخصیت ہیں جنہیں خداوند قدوس ظاہر وباہر کرامات و نشانیوں سے نوازے گا جیسا کہ انبیاء کو پاکیزہ معجزے عطا کئے گئے، اور ضروری ہے کہ ہم حقیقی مہدی اور جھوٹے مہدی کے درمیان فرق کریں امام مہدی قیامت کے قریب آخری زمانے میں اس وقت ظاہر ہوں گے جب کہ فتنے زور پکڑ چکے ہوں گے، ظلم وستم کی کثرت ہو جائے گی لوگ ہدایت سے دور جا پڑیں گے، زمین کی پیداوار گھٹ جائے گی، تو اس وقت باری تعالی مہدی کو ہادی و مرشد اور مصلح بنا کر مبعوث فرمائیں گے ان کے ذریعہ خدا تعالی ملک وملت کی اصلاح ، دین کے قلعے کی تعمیر اور حق کا جھنڈا بلند فرمائیں گے وہ اخیر زمانے میں عظیم ترین مصلح ہوں گے، فتنہ و تخریب سے ان کا کوئی واسطہ نہ ہوگا، روایت میں آتا ہے کہ وہ افعال واخلاق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے صورت وشکل میں نہیں۔

جامع الاصول کے حاشیہ تاج کے مصنف مہدی کے بارے میں حضور ﷺ کی حدیث نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

اشتھربین العلماء سلفا وخلفا انه فی آخرالزمان، لابدمن ظھور رجل من اھل البیت یسمی "المھدی" یستولی علی

الممالك الاسلاميه ويتبعه المسلمون ويعدل بينهم، ويؤيدالدين، وبعده يظهرالدجال،وينزل عيسى بن مريم عليه السلام فيعاون مع المهدى على قتله وقدروى احاديث المهدى جماعة من خيارالصحابه واخرجها اكابر المحدثين كابى داؤدوالترمذى وابن ماجه والطبرانى والبزار والامام احمد والحاكم رضى الله عنهم اجمعين.

سلف وخلف علماء میں یہ مشہور ہے کہ مہدی آخری زمانے میں ہوں گے تو یقیناً اہل بیت میں سے مہدی نامی ایک شخص ظاہر ہوگا جو تمام عالم اسلام پر قابض ہو جائے گا مسلمان اسکی پیروی کریں گے اور وہ ان کے درمیان عدل وانصاف قائم کر کے دین کو تقویت پہنچائے گا اس کے بعد دجال نکلے گا پھر عیسیٰ نازل ہوں گے اور مہدی کے تعاون سے اسے قتل کریں گے مہدی کی احادیث کو جلیل القدر صحابہ کرام کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے اور ابو داؤد، ترمذی ابن ماجہ، طبرانی، بزار، احمد اور حاکم رضی اللہ عنہم جیسے اکابر محدثین نے بھی ان کی تخریج کی ہے۔

ناصر الدین البانی

دور حاضر کے شیخ ناصرالدین البانی کو عرب حلقوں میں ایک مقام حاصل ہے موصوف نے "سلسلة الاحاديث الصحيحة" نامی ایک کتاب تحریر فرمائی ہے جس میں صحیح احادیث کے استقصاء کی کوشش کی گئی ہے اس میں موصوف نے خروج المهدى حقيقة عند العلماء کا پہلے ایک زوردار عنوان قائم کیا پھر اس ضمن کی چند احادیث پر صحت کی مہر لگانے کے بعد لکھتے ہیں:

ان النبى صلى الله عليه وسلم بشر المسلمين برجل من

اهل بيته ووصفه بصفات بارزة اهمها انه يحكم بالاسلام وينشر العدل بين الانام فهو فى الحقيقة من المجدد ين الذين يبعثهم الله فى راس كل مائة سنة كما صح عنه صلى الله عليه وسلم.

(ملسلہ، ج: ٤، ص: ٤٢)

حضور ﷺ نے مسلمانوں کو ایسے شخص کے ظہور کی بشارت دی ہے کہ جو آپ کے اہل بیت سے ہوگا اور اس کی عجیب وغریب صفات بیان کی ہیں ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ وہ اسلامی حکومت قائم کر کے عدل وانصاف سے دنیا کو بھر دیگا وہ حقیقت میں انہی مجددین میں سے ہوگا جو صحیح حدیث کے مطابق ہر صدی میں مبعوث کیے جاتے ہیں۔

یہ قرون اولی سے پندرہویں صدی تک بلند پایہ علماء کی تحریریں ہیں، ان میں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی چاروں مسلک کی شخصیات موجود ہیں۔ سلف وخلف، کی یہ مضبوط شہادتیں مہدی کے سلسلہ میں ٹھوس ثبوت فراہم کر کے ہمیں تاریخ کی اس حقیقت سے آگاہ کرتی ہیں کہ امام کے ظہور کا مسئلہ ہر دور میں مشہور ومسلم ہے اور متقدمین ومتاخرین علماء کی کسی بھی معتبر شخصیت نے اس کا انکار نہیں کیا چنانچہ آج بھی علماء دیوبند علماء نجد وحجاز اخوان المسلمین، اہل حدیث، بریلوی حضرات اور جماعت اسلامی وغیرہ کی شکل میں عالم اسلام میں مسلمانوں کے جتنے حلقے پائے جاتے ہیں وہ سب بالاتفاق مہدی کی آمد کے قائل ہیں اور چند سطحی لوگوں کو چھوڑ کر ان میں کسی نے امام کے ظہور کا انکار نہیں کیا۔

فصل دوم

علامہ ابن خلدون کا موقف

تقریباً آٹھ سو سال تک اس مسئلہ پر امت کا اتفاق رہا اور اس دور میں ہمیں کہیں بھی انکار مہدی کا کوئی دبا بھنچا نعرہ بھی سنائی نہیں دیتا یہاں تک کہ آٹھویں صدی کے نصف آخر میں مؤرخ و فلسفی امام ابن خلدون کی شخصیت منظر عام پر آتی ہے موصوف ایک بلند پایہ مصنف بھی ہیں۔ انسانی فطرت، عربوں کی خصوصیت اور دیگر قوموں کے باہمی امتیازات پر انہوں نے عظیم الشان "تاریخ" لکھی جس کا مقدمہ تاریخ کی اہمیت، مؤرخین پر تنقید اور دیگر فلسفیانہ بحثوں پر مشتمل ہے اس کی فصل ۵۲ میں موصوف مہدی کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں۔

صدیوں سے مسلمانوں میں یہ بات بہت مشہور چلی آرہی ہے کہ آخر زمانہ میں اہل بیت سے ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو دین الٰہی کو دنیا میں قائم کرے گا عدل وانصاف کو پھیلائے گا مسلمان اس کی ہم رکابی اختیار کریں گے اور وہ تمام ممالک اسلامی پر چھا جائے گا اس شخص کا نام "مہدی" ہوگا پھر ان کے بعد دجال آئے گا اور قیامت کی دوسری نشانیاں ظاہر ہوں گی جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے یا یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی حضرت مہدی کے ساتھ ساتھ نزول فرمائیں گے اور دجال کو ایک دوسرے کی مدد سے قتل کریں گے عیسیٰ علیہ السلام نماز میں امام مہدی کی اقتداء کریں گے ان تمام عقائد میں

مسلمان ان احادیث سے حجت لاتے ہیں جن کو ائمہ حدیث نقل کرتے ہیں
اور جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں وہ ان احادیث میں کلام کرتے ہیں
اور بعض اخبار و احادیث اس کی مخالفت میں بیان کرتے ہیں پچھلے زمانہ کے
صوفیائے کرام امام مہدی علیہ السلام کے خروج کو دوسرے طریق سے
حل کرتے ہیں اور ان کے استدلال کا طریقہ اور ہی ہے وہ اس میں کشف
سے کام لیتے ہیں جو ان کے طریقہ کی اصل ہے۔ اب ہم ان احادیث کو
بیان کرتے ہیں جو اس سلسلہ میں وارد ہیں اور منکرین کے ان پر جو
اعتراضات ہیں وہ بھی ہم معرض بیان میں لائیں گے پھر ساتھ ساتھ
صوفیائے کرام کے خیالات کا ذکر بھی آپ کے سامنے کریں گے تا کہ اس
مسئلہ کی حقیقت آپ کے سامنے آجائے معلوم ہونا چاہیے کہ بہت سے
ائمہ حدیث نے امام مہدی کے بارے میں احادیث نقل کی ہیں مثلاً ترمذی۔
ابو داؤد۔ بزار۔ ابن ماجہ۔ حاکم طبرانی۔ ابو یعلی موصلی وغیرہ۔ ان ائمہ نے
متعدد صحابہ سے ان احادیث کی روایت کی ہے مثلاً حضرت علی، ابن عباس،
ابن عمر، طلحہ، ابن مسعود، ابی ہریرہ، انس، ابی سعید الخدریؓ، ام حبیبہ، ام
سلمہ، ثوبان، قرۃ ابن ایاس، علی الہلالی اور عبد اللہ ابن الحارث، ابن جزء
ان احادیث کی اسانید پر مخالفین کو اعتراض ہے جیسا کہ آگے چل کر اس
کا بیان آتا ہے یہ اصول اہل حدیث کے نزدیک چونکہ مسلم ہے اور ان
میں مشہور بھی کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوا کرتی ہے اس لیے اگر ان
احادیث کی سند میں کسی راوی کو ضعیف ٹھہرایا جائے یا اسکے حافظہ اور رائے
میں سقم نکالا جائے یا اس کو غفلت سے متہم کیا جائے تو خود یہ حدیث درجۂ
صحت سے گرتی ہے اور اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے۔ یہاں یہ شک نہ کیا
جائے کہ خود صحیحین میں بعض احادیث کے راویوں پر کلام کیا گیا ہے تو خود
احادیث کی صحت میں بھی کلام ہوگا حالانکہ صحیحین کی احادیث صحیح مانی جاتی
ہیں اس لیے کہ صحیحین کی احادیث بالاجماع قابل قبول اور قابل عمل مانی

گئی ہیں اور اجماع روایت کو قابل وثوق بنانے اور سقم روایت کو دور کرنے کے لیے کافی ووافی ہے البتہ دوسری کتابوں کو یہ درجہ ومرتبہ نصیب نہیں اس لیے ان کی احادیث میں کلام کی گنجائش ہے اور ائمہ حدیث انکی صحت وعدم صحت پر بحثیں نقل کرتے ہیں۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد محقق موصوف نے مہدی سے متعلق تقریباً ۲۸ روایات پر مفصل تنقید کی ہے، ان کے ناقدانہ لب ولہجہ سے ہر شخص بآسانی اندازہ لگا سکتا ہے کہ دلائل کے تجزیے سے قبل موصوف نے رائے قائم کرلی ہے اور وہ یہ طے کرکے بیٹھے ہیں کہ راویوں میں کیڑے نکال کر بہر صورت اس شیعی تخیل کا انکار کرنا ہے چنانچہ ہر حدیث کو انہوں نے رد کیا، راویوں پر جرح کی اور تضعیف کے جوش میں بعض جلیل القدر ائمہ کو بھی مطعون کرگئے ہیں۔ تبصرے میں کچھ منزلیں ایسی بھی آئی ہیں جہاں نقد وجرح کے تیر بیکار ثابت ہوئے تو محقق نے یہ کہہ کر دامن چھڑایا ہے کہ روایت میں لفظ مہدی کی تصریح نہیں اور اگر کسی صحیح روایت میں یہ تصریح نکل بھی آئی تو خود یہ اعتراف کرنے کے باوجود کہ تمام راوی بخاری ومسلم کے ہیں وہ اس پر اعتماد نہیں کرتے اور اسے دیگر داخلی شہادتوں سے رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں بالآخر نتیجہ یہی نکلتا ہے۔

یہی وہ سب احادیث ہیں جن کو ائمہ حدیث مہدی آخر الزماں کے بارے میں لائے ہیں۔ آپ دیکھ چکے ہیں کہ ان روایات میں مشکل ہی سے کوئی روایت سقم سے خالی ہے۔

مسئلہ مہدی پر امت کا بالکلیہ اجماع تھا اور کسی بھی معیاری شخصیت نے آج تک اس میں اختلاف نہ کیا تھا۔ امام ابن خلدون تاریخ میں وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اس مسلمہ عقیدے میں نقب لگا کر اس کا انکار کیا اور آزاد طبیعتوں کو ایک سہارا مل گیا۔ چنانچہ آٹھویں صدی ہجری کے بعد مسلمانوں

میں جس متجدد نے بھی مہدی کے انکار کا پروگرام بنایا اس نے سب سے پہلے موصوف ہی کا کاندھا استعمال کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم زیادہ نہیں صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں اور وہ ہندوستان کی معروف شخصیت سرسید ہیں۔ یہ عقل پرست، مغرب سے مرعوب اور نہایت آزاد طبیعت کے مالک تھے۔ انہیں ہر اس چیز سے چڑ تھی جو مسلمانوں کو غیروں کی تقلید سے روک کر اسلاف کے صحیح تصور دین سے جوڑتی ہو۔ مہدی کیونکہ ایسا ہی عنوان ہے جو قرون اولیٰ کی یاد دلا کر ہمیں کبھی مرعوب نہ ہونے اور خطرناک حالات کا رخ موڑنے کا حوصلہ دیتا ہے اس لیے موصوف کے لیے اس کی تردید ضروری تھی چنانچہ انہوں نے اس موضوع پر "مہدی آخر الزماں" نامی رسالہ لکھا جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

ان غلط قصوں میں سے جو مسلمانوں کے یہاں مشہور ہیں ایک قصہ مہدی آخر الزماں کے پیدا ہونے کا ہے اس قصہ کی بہت سی حدیثیں کتب احادیث میں بھی مذکور ہیں مگر کچھ شبہ نہیں کہ سب جھوٹی اور مصنوعی ہیں جبکہ ایک محقق کیا باعتبار واقعات تاریخی کے اور کیا باعتبار ان کے راویوں کے ان پر غور کرتا ہے تو انکا غلط اور نا معتبر اور وضعی ہونا آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے اور یہ بات بھی کھل جاتی ہے کہ ان حدیثوں کے بنانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی، چنانچہ ہم ان حدیثوں کو اولاً مع تاریخی واقعات کے بیان کرتے ہیں اور ان کا وضعی ہونا دکھلاتے ہیں اور پھر محدثین کے طریقہ پر ان کے راویوں کی نسبت بحث کریں گے اور راویوں کا نا معتبر ہونا دکھلاویں گے جس سے ثابت ہو جائے گا کہ مہدی آخر الزمان کی بشارت کوئی اصلی بشارت نہ تھی بلکہ اس زمانہ کے لوگوں کی صرف ایک حکمت عملی اور خلافت ہاتھ آجانے کی تدبیروں میں سے ایک تدبیر تھی اور ان سے کسی ایسے مہدی کی جو مسلمانوں نے تصور

کرر کھا ہے اور جس کا قیامت کے قریب ہونا خیال کیا ہے بشارت مقصود نہیں تھی۔ (مہدی آخر الزماں، ص:۱-۲)

اس کے بعد موصوف نے خلافت کے سلسلے میں بنی امیہ، بنی فاطمہ اور بنی عباس کی کشمکش کا ذکر کیا ہے یہ بحث تقریباً ۲۰ صفحات پر پھیلی ہے۔ سب کا خلاصہ یہی ہے کہ مہدی کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ اپنے آپ کو خلافت کا مستحق ثابت کرنے کے لیے یہ احادیث ان آخری دو فریقوں نے گڑھی ہیں پھر اگلا مضمون شروع کرنے سے قبل موصوف لکھتے ہیں۔

اب ہم بموجب اصول محدثین کے ان حدیثوں کا مردود ہونا بیان کرتے ہیں ابن خلدون نے ان حدیثوں کے راویوں کی نسبت جو بحث کی ہے نہایت خوبی سے ایک جگہ جمع کر دی ہے اور ہم اسی کی نقل پر اکتفاء کرتے ہیں۔
(مہدی آخر الزماں، ص:۲۳)

اس ضمن میں انہوں نے ابن خلدون کی پوری بحث مقدمہ سے من وعن نقل کی ہے اور اس باب کی تمام روایات کا انکار کر کے آخر میں یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔

ہمارے اس مضمون سے ظاہر ہو گیا ہو گا کہ مہدی کے آنے کی کوئی پیشین گوئی مذہب اسلام میں ہے ہی نہیں بلکہ وہ سب ایسی ہی جھوٹی روایتیں ہیں جیسے کہ دجال اور مسیح کے آنے کی۔ (مہدی آخر الزماں، ص:۳۶)

مہدی کے ساتھ دجال ومسیح کے انکار پر قارئین بھونچکے رہ گئے ہوں گے!! لیکن سرسید احمد خاں صاحب کی شخصیت سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ موصوف کے لیے ان مسلمات کا انکار کوئی اچنبھے کی بات نہیں وہ اس سے پہلے وحی، نبوت، فرشتے، جبرئیل، جنت اور معجزات وغیرہ جیسی ان سینکڑوں چیزوں کو رد کر چکے ہیں جو باتفاق امت ضروریات دین میں داخل ہیں بہر حال ہم تو صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سرسید احمد خاں

صاحب نے بھی امام ابن خلدون ہی کا سہارا پکڑا ہے اس کے علاوہ کسی دوسرے منکر مہدی کا وہ ڈھونڈ کر بھی نام نہ بتا سکے۔ سرسید کے بعد احمد امین مصری نے ضحیٰ الاسلام میں اور سعد محمد حسن نے المہدیۃ فی الاسلام میں بھی یہی روش اختیار کر کے انکار مہدی پر دلائل قائم کیے ہیں۔

ابن خلدون کا رد

امام ابن خلدون بلاشبہ تاریخ کے ایک عظیم انسان ہیں اور علمی حلقوں میں بھی ان کی رائے کو کافی اہمیت دی جاتی ہے۔ لیکن مہدی کی بابت موصوف کے فکر و خیالات بالکل نہیں چلے اور علماء امت نے ہر دور میں انہیں پوری قوت سے ٹھکرادیا۔ اس سلسلے میں سب سے اہم رسالہ "ابراز الوھم المکنون من کلام ابن خلدون" (ابن خلدون کے مغالطے) ہے یہ موصوف کے ہم عصر ایک جلیل القدر عالم کی تالیف ہے جس میں انہوں نے محقق کا پرزور و مدلل رد کیا ہے۔ اسی طرح امام قرطبی، جلال الدین سیوطی، سید برزنجی، شیخ علی متقی، مجدد الف ثانی علامہ شوکانی، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ اور حضرت مولانا ادریس کاندھلوی وغیرہ نے اس موضوع پر مستقل رسائل لکھ کر ابن خلدون کے موقف کی کوئی حیثیت باقی نہ رہنے دی چودھویں صدی ہجری کے معروف عالم علامہ محمد بن جعفر کتانی اپنی مشہور کتاب نظم المتناثر من الحدیث المتواتر میں لکھتے ہیں۔

وتتبع ابن خلدون فی مقدمته طرق احادیث خروجه مستوعبا علی حسب وسعه فلم تسلم لهٗ من علة لکن ردوا علیه

بان الاحادیث الواردة فیه علی اختلاف رواتها کثیرة جدا تبلغ
حدالتواتر وهی عنداحمد والترمذی وابی داؤد وابن ماجة
والحاکم والطبرانی وابی یعلی الموصلی والبزار وغیرهم من
دواوین الاسلام من السنن والمعاجم والمسانید واسندوها الی
جماعة من الصحابة فانکارها مع ذلک ممالاینبغی(ص ۱۴۵)
.... ولو لامخافة التطویل لاوردت ههنا ما
وقفت علیه من احادیثه لانی رایت الکثیر من الناس فی هذا
الوقت یتشککون فی امره ویقولون ماتری هل احادیثهٗ قطعیة
ام لا وکثیرمنهم یقف مع کلام ابن خلدون ویعتمدهٗ مع انهٗ لیس
من اهل هذا المیدان والحق الرجوع فی کل فن لاربابه.(ص ۱۴۶)

امام ابن خلدون نے "مقدمے" میں حسب قدرت ظہور مہدی سے متعلق احادیث کے طرق کو جمع کیا ہے اور ان کے نزدیک کوئی روایت علت سے خالی نہیں نکلی لیکن محدثین نے ابن خلدون کی تردید کی ہے کیونکہ اس باب میں احادیث بہت ہیں اور راویوں کی کثرت تواتر تک پہنچتی ہے۔ امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم، طبرانی، ابو یعلی موصلی اور بزار وغیرہ نے ان احادیث کو سنن، معاجم اور مسانید میں صحابہ کی ایک جماعت کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اس لیے ان روایات کا انکار مناسب نہیں۔

اگر تفصیل کا اندیشہ نہ ہوتا تو مہدی سے متعلق میں ان تمام احادیث کو جمع کرتا جن سے میں اچھی طرح واقف ہوں کیونکہ میں نے بہت سے لوگوں کو اس سلسلہ میں شکوک و شبہات کا اظہار کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ پوچھتے ہیں کہ مہدی کی روایات قطعی ہیں؟ یا نہیں ان میں اکثریت ابن خلدون کے موقف پر قائم ہے اور اسی پر اعتماد کرتی ہے حالانکہ موصوف اس میدان کے آدمی نہیں تھے۔ اس لیے صحیح بات یہ ہے کہ اس مسئلے

میں ماہرین فن ہی کا فیصلہ قابل قبول ہونا چاہیے۔

مولانا بدر عالم میرٹھی

علامہ انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ کے شاگرد رشید حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی نے اپنی شاہ کار تصنیف "ترجمان السنہ" میں مسئلہ مہدی پر بہت ہی مفصل اور تحقیقی گفتگو کی ہے۔ وہ ایک بلند پایہ محدث، فقیہ و مفکر اور اختلافی مسائل پر بھی بڑی حقیقت افروز نظر رکھنے والے عالم ہیں۔ انہوں نے ابن خلدون کے موقف کو خوب سمجھا ہے کہ اس کے پیچھے کون سے عوامل کار فرما ہیں؟ اور محقق رد مہدی پر کیوں اتنا زور لگا رہے ہیں؟ مولانا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

محقق ابن خلدون کے کلام کو جہاں تک ہم نے سمجھا ہے اس کا خلاصہ تین باتیں معلوم ہوتی ہیں (۱) جرح و تعدیل میں جرح کو ترجیح (۲) مہدی کی کوئی حدیث صحیحین میں موجود نہیں (۳) اس باب کی جو صحیح حدیثیں ہیں ان میں امام مہدی کی تصریح نہیں۔

فن حدیث کے جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ تینوں باتیں کچھ وزن نہیں رکھتیں کیونکہ ہمیشہ اور ہر جرح کو ترجیح دینا خلاف واقع ہے۔ چنانچہ خود محقق موصوف کو جب اس کا تنبہ ہوا کہ اس قاعدہ کے تحت تو صحیحین کی حدیثیں بھی مجروح ہو جاتی ہیں تو اس کا جواب انہوں نے صرف یہ دیدیا ہے کہ یہ حدیثیں چونکہ علماء کے درمیان مسلم ہو چکی ہیں اس لیے وہ مجروح نہیں کہی جاسکتیں۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ جب یہ قاعدہ ٹھہرا تو پھر علماء کو وہ مسلم ہی کیوں ہوئیں رہا امام مہدی کی حدیثوں کا صحیحین میں مذکور نہ ہونا تو یہ اہل فن کے نزدیک کوئی جرح نہیں ہے خود انہیں حضرات کا اقرار ہے کہ انہوں نے جتنی صحیح حدیثیں ہیں وہ سب کی سب

اپنی کتابوں میں درج نہیں کیں اسی لیے بعد میں ہمیشہ محدثین نے مستدرکات لکھی ہیں اب رہی تیسری بات تو یہ دعوی بھی تسلیم نہیں کہ صحیح حدیثوں میں امام مہدی کا نام مذکور نہیں ہے۔ کیا وہ حدیثیں جن کو امام ترمذی وابوداؤد وغیرہ جیسے محدثین نے صحیح وحسن کہا ہے صرف محقق موصوف کے بیان سے صحیح ہونے سے خارج ہو سکتی ہیں۔ دوم یہ کہ جن حدیثوں کو محقق موصوف نے بھی صحیح تسلیم کرلیا ہے اگر وہاں ایسے قرائن موجود ہیں جن سے اس شخص کا امام مہدی ہونا تقریباً یقینی ہو جاتا ہے تو پھر امام مہدی کے لفظ کی تصریح ہی کیوں ضروری ہے سوم یہاں اصل بحث مصداق میں ہے مہدی کے لفظ میں نہیں پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک خلیفہ ہونا اور ایسی خاص صفات کا حامل ہونا جو بقول روایت عمر بن عبدالعزیز جیسے شخص میں بھی نہ تھیں ثابت ہے تو بس اہل سنت کا مقصد اتنی بات سے پورا ہو جاتا ہے کیونکہ مہدی تو صرف ایک لقب ہے علم اور نام نہیں اور یہ آپ ابھی معلوم کر چکے ہیں کہ مہدی کا لفظ بطور لقب دوسرے اشخاص پر بھی اطلاق کیا گیا ہے اگرچہ سب سے کامل مہدی وہی ہیں جن کا ظہور آئندہ زمانہ میں مقدر ہے یہ ایسا سمجھے جیسا کہ دجال کا لفظ۔ حدیث میں ستر مدعیان نبوت کو دجال کہا گیا ہے مگر دجال اکبر وہی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوگا ہاں اس لقب کی زد اگر پڑتی ہے تو ان اصحاب پر پڑتی ہے جو مہدی کے ساتھ ساتھ کسی قرآن کے منتظر بیٹھے ہیں محقق موصوف کی پوری بحث پڑھنے کے بعد یہ یقین ہو جاتا ہے کہ محقق موصوف کی اصل نظر اسی فتنہ کی طرف ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ حدیثوں سے کسی ایسے مہدی کا وجود ثابت نہ ہو جس پر ایمان و قرآن کا دارومدار ہو اور جیسا کہ نقد و تبصرہ کے وقت ہر شخص اپنے طبعی اور علمی تاثرات سے بمشکل بری رہ سکتا ہے اسی طرح محقق موصوف بھی یہاں اس سے بچ نہیں سکے اور فن تاریخ کی سب

سے کٹھن منزل یہی ہے یہی وجہ ہے کہ احادیث پر کلام کرتے ہوئے بڑے سے بڑے علماء کی توثیق نقل کرنے کے بعد بھی انکار رجحان طبع انہیں علماء کی جانب رہا ہے جنہوں نے کوئی نہ کوئی جرح ان حدیثوں میں نکال کھڑی کی ہے اور صرف جرح کے مقدم ہونے کو ایک قاعدہ کلیہ بنا کر بس اسی سے کام لیا ہے اگر محقق موصوف جرح کے اسباب و مراتب پر غور فرما لیتے تو شاید ہر مقام پر ان کا رجحان اس طرف نہ رہتا۔

(ترجمان السنہ، ج:۴، ص:۳۸۴)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ

برصغیر کے ممتاز عالم حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے ابن خلدون کی تردید میں مواخذة الظنون عن کلام ابن خلدون کے عنوان سے مستقل ایک رسالہ لکھا ہے، اسکی زبان علمی اور قدیم ہے اس لیے قدرے تشریح کے ساتھ ہم عصری اسلوب میں اسے مکمل نقل کرتے ہیں۔

امام مہدی کی احادیث پر مؤرخ ابن خلدون نے "مقدمہ" میں منکرین کی جرح و تنقیح کو نقل کیا ہے اور ان کا انداز ان بحثوں میں ناقلانہ نہیں بلکہ خالص مدعیانہ ہے اس لیے موصوف کا رجحان بھی انکار ہی کی طرف محسوس ہوتا ہے گرچہ مؤرخ اس سلسلے میں ہرگز قابل اعتماد نہیں مگر پھر بھی اندیشہ تھا کہ کہیں اس جارحانہ تبصرہ سے کوئی خوش عقیدہ متزلزل نہ ہو جائے اس لیے کچھ ضروری امور ہم یہاں قلمبند کرتے ہیں جو ان شبہات و خیالات کا مختصر جواب ہوں گے۔

پہلی تنقیح

احادیث مہدی کے بعض رواۃ میں جرح و نقص نکال کر مؤرخ نے ان

کے بارے میں شبہ پیدا کرنا چاہا ہے یہاں یہ کہنے کی گنجائش تھی کہ ایسے شبہات تو بخاری و مسلم کے راویوں میں بھی پیدا ہوئے ہیں مورخ نے حفظ ماتقدم کے طور پر اس کا جواب یہ دیا ہے۔ کہ صحیحین کی تلقی بالقبول پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اس لیے ان کی بابت ایسے شکوک و شبہات کا کوئی اعتبار نہیں میں کہتا ہوں کہ یہاں مورخ ہی کی عبارت سے ایک قاعدہ کلیہ مسلمہ نکل آیا اور وہ یہ کہ اجماعیات میں رواۃ کا مجروح ہونا مضر نہیں تو جس طرح صحیحین کے منکرین کا موقف اجماع پر اثر انداز نہ ہو سکا اسی طرح ظہور مہدی کا انکار بھی اس کے اجماع کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا کیونکہ یہاں اجماع سے مراد جمہور کا اجماع ہے۔ اس کے خلاف کسی قول کا اعتبار نہیں۔ یہ اجماع ان دونوں مقامات پر یکساں ہے۔ چنانچہ آج تک کسی بھی معتبر عالم اور مستند محدث نے اس کی کبھی مخالفت نہیں کی بلکہ خود مورخ کی تصریح کے مطابق حضرت علی، ابن عباس، ابن عمر، طلحہ، ابن مسعود، ابوہریرہ، انس، ابوسعید خدری، ام حبیبہ، ام سلمہ، اور ثوبان وغیرہ پر مشتمل صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت کے حوالہ سے ترمذی، ابوداؤد، بزار، ابن ماجہ، حاکم، طبرانی اور ابویعلی موصلی نے ان روایات کو متعدد طرق و اسانید کے ساتھ نقل کیا ہے۔ تو جس طرح اجماعیت کی بنیاد پر صحیحین کے بعض راویوں کا مجروح ہونا مضر نہیں اسی طرح احادیث مہدی کے کچھ راویوں کے ضعف سے مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ظہور مہدی پر اجماع صحیحین کی تلقی پر اجماع سے بھی زیادہ مقبول اور اولی ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ نصوص سے ماخوذ ہے اور تلقی محض علماء کی رائے پر موقوف ہے۔ پھر متکلم فیہ موضوع میں اجماع کے استناد کا بھی علم نہ ہو تو بھی یہ مسئلہ مستند الی النص ہی سمجھا جاتا کیونکہ وہ مدرک بالرائے نہیں ہے۔ اور اب تو اس کا ماخذ متعین ہے نیز محققین کے نزدیک جب اجماع کی سند کا معلوم نہ ہونا بھی ضروری نہیں تو اس کے معلوم ہو جانے سے ولو بطریق ضعیف یہ

اجماع اور زیادہ مضبوط اور طاقتور ہو جاتا ہے۔

مہدی کے اجماع کو کمزور کرنے کے لیے یہ دلیل دینا کہ ان کے ظہور کا صحیحین میں کوئی تذکرہ نہیں۔ بالکل ناقابل قبول ہے۔ اور اس کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی تو یہ کہ انکا صحیحین میں مذکور نہ ہونا ہی تسلیم نہیں صحیح مسلم میں ان کا تذکرہ موجود ہے وہ مختصر سہی لیکن اسے جب مفصل روایات کی روشنی میں دیکھا جائے تو صدفی صد امام مہدی پر صادق آتا ہے ۔ چنانچہ یہ بات غلط ہے کہ صحیحین مہدی کی روایات سے خالی ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ محدثین اور اصولیین کی تصریح کے مطابق اجماع کے لیے ہر ہر عالم کا قول منقول ہونا ضروری نہیں بلکہ اس سلسلہ میں کسی ایک قول کا مشہور ہو جانا اور کسی سے اس کا انکار منقول نہ ہونا ہی کافی ہے چنانچہ شیخین سے جب تک اس مسئلہ کا انکار صراحۃً منقول نہ ہو اس وقت تک ظہور مہدی کے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ پھر یہ کہ بخاری و مسلم سے پہلے بھی یہ مسئلہ اسلاف اور متقدمین میں خوب مشہور ہے۔ اور اس کا اس وقت بھی کسی نے انکار نہیں کیا اور خیر القرون ہی میں اس پر امت کا اجماع ہو گیا جو خود مورخ کو بھی تسلیم ہے چنانچہ اپنی تنقید کا آغاز انہوں نے اس اجماع کے اعتراف ہی سے کیا ہے لکھتے ہیں۔ **اعلم أن المشهور بين الكافة من اهل الإسلام على ممر الأعصار** ۔ اس لیے اب کسی بھی متاخر کا متقدمین کے اجماع پر کلام کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

دوسری تنقیح

حدیث متواتر کی تعیین میں گرچہ محدثین کا اختلاف ہے لیکن محققین نے تصریح کی ہے کہ اگر حدیث کی کتابوں کا تتبع کیا جائے اور ہر روایت کے مختلف طرق اور متعدد اسناد کو جمع کیا جائے تو احادیث کی ایک بہت بڑی تعداد تواتر کا مصداق نظر آئے گی اس قسم میں ظہور مہدی بھی داخل ہے۔

یہ خبر بھی بلاشبہ طرق واسانید کی کثرت کی بدولت تواتر کی اس حد تک پہنچ جاتی ہے جس کی بنیاد پر دوسری روایات کو متواتر کہا گیا ہے چنانچہ اس باب میں ہمیں رواۃ کی بڑی کثرت نظر آتی ہے، طرق بھی مختلف دکھائی پڑتے ہیں اور محدثین احادیث مہدی کو قبول کر کے انہیں اپنی کتابوں میں بھی درج کرتے رہے ہیں اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مہدی کی شخصیت بلاشبہ متواتر ہے اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں پھر محدثین کے نزدیک یہ بھی مسلم ہے کہ متواتر میں رواۃ کا ثقہ اور عادل ہونا شرط نہیں پس جس مقام پر مضبوط جرح بھی مضر نہ ہو اور ہر حال میں مسئلہ کو ثابت مانا جاتا ہو تو وہاں کوئی کمزور اور مبہم جرح کیسے اثر انداز ہو سکتی ہے۔

تیسری تنقیح

مورخ نے جن رواۃ پر جرح کی ہے دوسرے ائمہ سے خود ہی ان کی توثیق بھی نقل کی ہے اس طرح ان کی جرح مختلف فیہ ہو گئی مورخ نے اس کے اثبات میں الجرح مقدم علی التعدیل کا اصول پیش کیا ہے ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ خود یہ اصول ظنی ہے اور اس میں بڑی طویل بحثیں کی گئی ہیں اس لیے مسلمان اصالۃً عادل ہے اور اختلاف کے وقت الیقین لا یزول بالشك کی رو سے تعدیل کو مقدم کرنے کی گنجائش ہے، پھر مورخ کی اکثر جرحیں مختلف فیہ ہیں جیسا کہ انہوں نے خود تصریح کی ہے الغرض یہ جرح اسی وقت مضر ہو سکتی ہے جب کہ ضعف ونقص کی کوئی تلافی نہ ہوئی ہو لیکن اس مسئلہ پر تواتر اور اجماع ہو گیا تو ایسی جرح کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔

چوتھی تنقیح

محدثین نے تصریح کی ہے کہ حدیث کے ضعف کا طرق کی کثرت سے

ازالہ ہو جاتا ہے اور روایت قابل اعتماد ٹھہرتی ہے تو جب متفق علیہ ضعف کا ازالہ ہو رہا ہے تو مختلف فیہ ضعف کا کیوں نہ ہو گا خصوصاً اس باب میں جہاں طرق واسانید اور روایات کی کثرت تواتر کی حدوں کو چھو رہی ہے۔

پانچویں تنقیح

علماء کی تصریح کے مطابق مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا اس پر صحت کا حکم لگانا ہے اور متاخرین کا ضعف متقدمین کے استدلال کے منافی نہیں تو جب ان مجروح راویوں سے پہلے بھی اسلاف ظہور مہدی کے قائل رہے تو گویا انہوں نے حدیث باب پر صحت کی مہر لگادی، اور یہ ضعف جس کو آج منکرین دلیل بنا رہے ہیں سلسلۂ اسناد میں بعد کی صدیوں میں پیدا ہوا ہے۔ اس لیے وہ سلف کے استدلال پر اثر انداز نہیں ہو سکتا اب سلف کا ان احادیث کو صحیح کہنا اور تصحیح کی ان کی طرف متواتر نسبت ہونا تعلیقات بخاری کی طرح حجت ہو گیا امام بخاری ایک حدیث کو بلا سند نقل کرتے ہیں انہوں نے کیوں کہ صحت کا التزام کیا ہے اس لیے روایت کی سند نہیں ڈھونڈی جاتی اور محض بخاری کی نسبت پر تصحیح کا فیصلہ کیا جاتا ہے اسی طرح احادیث مہدی کی تصحیح بھی سلف کی طرف منسوب ہے اس لیے ان کے اعتماد کے بعد اب متاخرین کے لیے بھی اس پر اعتقاد ضروری ہے۔

چھٹی تنقیح

اس ضمن کی احادیث پر مؤرخ کوئی نقض نہ کر سکے جن میں کچھ روایات تو لفظ مہدی کی بھی تصریح کرتی ہیں چنانچہ صفحہ ۱۵۴ سطر ۱۶ پر انہوں نے سلیمان ابن عبید کی سند سے حاکم کی ایک روایت کو نقل کرنے کے بعد ان کا یہ تبصرہ بھی درج کیا ہے حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ

مؤرخ کیونکہ جارحانہ موڈ میں ہیں اس لیے فوراً ہی سلیمان ابن عبید پر تنقید جڑ دی لم یخرج له احد من الستہ لیکن اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو ان کا یہ نقص کوئی وزن نہیں رکھتا کیونکہ راوی کے مجروح ہونے کی علت آج تک کسی نے یہ بیان نہیں کی کہ فلاں محدث نے اس سے روایت نہیں لی چنانچہ اس تبصرہ پر مؤرخ کو خود بھی شرح صدر نہیں اور وہ استدراک کے طور پر اس کے بعد فوراً یہ کہنے پر مجبور ہوئے لکن ذکرہ ابن حبان فی الثقات ولم یروا ان احدا تکلم فیه اسی طرح صفحہ ۱۵۵ سطر ۳۰ پر مستدرک کی روایت درج کرنے کے بعد حاکم کا یہ قول بھی نقل کیا ہے صحیح علی شرط الشیخین۔ مؤرخ نے یہاں دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ بخاری کے نہیں صرف مسلم کے درجہ کی حدیث ہے کیونکہ اس کی سند میں بعض ایسے راوی بھی موجود ہیں جن سے بخاری نے کوئی روایت نہیں لی صرف مسلم نے ان کی مرویات کو قبول کیا ہے یہ تسلیم کرنے کے بعد انہوں نے سند کے ایک راوی عمار ذہبی کے متعلق شیعیت کا شبہ پیدا کیا ہے حالانکہ اصولاً یہ طریقہ غلط ہے کیونکہ جب عمار کے بارے میں یہ اقرار ہے کہ وہ مسلم کا راوی ہے اور بالاتفاق امام مسلم کی تمام روایات صحیح ہیں تو پھر اس حدیث کی صحت میں بھی کوئی شک نہیں رہا کیونکہ امام مسلم کا امام مسلم ہونا صحت کی بنیاد نہیں بلکہ اس کا مدار اس حقیقت پر ہے کہ امام موصوف جرح و تعدیل میں بلند مقام پر فائز ہیں اور وہ مجروح لوگوں کی روایات نہیں لیتے عمار راوی سے جب انہوں نے حدیث لے لی تو اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ وہ ان پر ہونے والی تنقید کو صحت کا منافی نہیں سمجھتے کیونکہ احادیث کے ردو قبول کا مدار بڑی حد تک رواۃ کے صدق و حافظہ پر ہے اکثر ائمہ جرح و تعدیل ان دونوں پر اعتماد کر کے روایت کرتے ہیں اس لیے عمار کا مسلم کا راوی ہونا ہی صحت کے لیے کافی ہے اور اب اس میں تشیع کی بو سونگھنا مناسب نہیں تیسری

روایت صفحہ ۴۵ سطر ۱۲ میں لائے ہیں یہ عوف کی سند سے مستدرک کی روایت ہے حاکم کا کہنا ہے هذا صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه اس میں لفظ مہدی کی تو تصریح نہیں لیکن اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے مؤرخ اس پر بھی کوئی تنقید نہ کرسکے اسی صفحہ پر ستائیسویں سطر میں وہ طبرانی کی روایت لائے ہیں اس میں بھی کوئی جرح کرنا ان کے لیے ممکن نہ ہوسکا ہاں طبرانی کے اس قول سے کچھ شبہ ہوسکتا ہے رواه جماعة عن ابى الصديق ولم يدخل احدمنهم بينه وبين ابى سعيد احدا الا ابا الواصل فانه رواه عن الحسن ابن يزيد عن ابى سعيد، لیکن یہ چنداں مضر نہیں کیونکہ محدثین کی تصریح کے مطابق ثقہ کی زیادتی مقبول ہے اور یہاں زیادتی ہی ہے معارضہ نہیں کیونکہ ابو الصدیق عن ابی سعید کی دوسری سندیں معنعن ہیں اس لیے دوسرے راوی بھی اس زیادتی کی نفی نہیں کرتے تو یہ جب محض زیادتی ہے اور راوی ثقہ ہے تو حدیث پایہ اعتبار سے کیسے گرسکتی ہے؟ اسی طرح مؤرخ کا یہ شبہ بھی درست نہیں کہ ذہبی کی طرف حسن کے مجہول ہونے کی نسبت ہے کیونکہ یہ مبہم جرح ہے جس پر تعدیل مقدم ہوتی ہے اور وہ تعدیل اس جرح کے فوراً بعد ہی خود مؤرخ نے نقل کی ہے لکن ذكره ابن حبان فى الثقات جیسا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تمر بالرطب کی حدیث کی بابت فرمایا تھا کہ زید ابن عیاش مجہول ہے تو تمام محدثین نے جواب دیا تھا کہ زيد بن عياش كذاو كذا فان لم يعرفه ابو حنيفه فقد عرفه غيره رہا مؤرخ کا یہ شبہ کہ ابو الواصل لم يخرج له احد من الستة تو اس کا جواب پہلے گذر چکا ہے کہ محدثین کے نزدیک راوی کے مجروح ہونے کی یہ کوئی علت نہیں چنانچہ آگے مؤرخ نے خود لکھا ہے وذكره ابن حبان فى الثقات فى الطبقة الثانية وقال فيه يروى عن النس وروى شعبة وعتاب بن بشر

شعبہ امیرالمؤمنین فی الحدیث ہیں اس لیے ان کی روایت کرنے سے۔
اصحاب ستہ کا روایت نہ کرنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا چوتھی اور پانچویں
روایت صفحہ ۵۴ سطر نمبر ۱۰ میں نقل کی ہے یہ دونوں مسلم کی روایتیں ہیں مسلم
میں اس ضمن کی ایک حدیث اور موجود ہے جس کو مؤرخ نے نقل نہیں کیا
یعنی **فینزل عیسی بن مریم فیقول امیرهم تعال صل لنا الحدیث**
یہ سب وہ احادیث ہیں جو مؤرخ کے نزدیک بھی صحیح ہیں چنانچہ ہر ہر
حدیث پر تنقید کرنے کے بعد انہیں خود ان احادیث کا یہ کہتے ہوئے استثناء
کرنا پڑا وھی **کما رأیت لم یخلص منها من النقد الا القلیل و الاقل**
منه ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ ان احادیث صحیحہ کو قلیل کہنا ہمیں تسلیم
نہیں کیونکہ مؤرخ ہی کے مطابق ان کی تعداد پانچ چھ ہے ظاہر ہے اس
عدد کو قلت سے تعبیر کرنا ایک من مانا فیصلہ ہے ماہرین حدیث اس کو خوب
جانتے ہیں اگر بالفرض اسے تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہ قلت چنداں مضر نہیں
کیونکہ شریعت میں تو خبر واحد بھی حجت ہے خصوصاً ظہور مہدی جیسے مسائل
میں جن کا انکار کفر نہیں بدعت ہے جب قلیل کی کثیر سے تائید ہو جائے
تو یقیناً وہ بھی کثیر ہی کے حکم میں ہوگا مؤیدات و شواہد کا ذکر پہلے گزر چکا
رہا یہ اشکال کہ انہیں بعض احادیث کے بارے میں مؤرخ نے کہا ہے کہ۔
لم یقع فیها ذکر مهدی ولا دلیل یقوم علی انه المراد منها۔ ہم
اس کا جواب یہ دیں گے کہ لفظ مہدی کی عدم صراحت مضر نہیں کیونکہ اس
کا مضر ہونا مؤرخ کے بقول **لا دلیل یقوم** الخ پر مبنی ہے چنانچہ اس پر
اگر کوئی دلیل قائم ہو جائے تو انہدام مبنی سے مبنی بھی منہدم ہو جائے گا
اب بندہ عرض کرتا ہے کہ محدثین کا اس بات پر تقریباً اجماع ہے کہ کوئی سند
یا متن ایک حدیث میں مبہم ہو اور دوسری روایت اس کی تفسیر کر رہی ہو نیز
قرائن سے بھی دونوں کا باہمی ربط نظر آ رہا ہو تو اس صورت میں مبہم کو مفسر
پر محمول کیا جائے گا اس قاعدہ کو خود مؤرخ نے بھی استعمال کیا ہے چنانچہ

صفحہ ۵۳ سطر ۱۸ میں صالح ابی الخلیل عن صاحب لہ عن ام مسلمہ کی سند سے ابو داؤد کی ایک روایت نقل کی ہے اس طریق میں صاحب مبہم ہے آگے چھ سطر بعد ابی الخلیل عن عبداللہ ابن الحارث عن ام سلمہ کی سند سے دوسری روایت آئی ہے یہاں پہلی روایت کے مبہم صاحب کی عبداللہ ابن الحارث کے ذریعہ تعیین ہو جاتی ہے مؤرخ اسی کو کہتے ہیں فتبین بذالك المبهم فی الاسناد یہ روایت مہدی سے متعلق ہے جس کی بابت انکا خیال ہے رجاله رجال الصحیحین لا مطعن فیهم ولا مغمر لیکن آگے دو اعتراض پھر بھی جڑ دیئے ایک قتادہ کا مدلس ہونا جس کو صیغہ تمریض قد یقال سے ذکر کیا ہے اس تعبیر سے خود مؤرخ کی بے اطمینانی جھلک رہی ہے دوسرا شبہ لفظ مہدی کی عدم صراحت ہے ہم اس تنقیح میں اسی کا جواب دے رہے ہیں خیر مورخ کے "فتبین" سے معلوم ہوا کہ قرائن کے پیش نظر مبہم کو مفسر پر محمول کیا جاتا ہے ورنہ کوئی بھی یہاں مورخ پر اعتراض کر سکتا ہے ولیس فی الاسناد الاول تصریح باسم الصاحب فکیف حکمت بکونه تبیینا۔ بہرحال محدثین اور خود مؤرخ کا اس قاعدے پر اتفاق ہے اب ہر وہ شخص جسے خدا نے کچھ بھی عقل دے رکھی ہے اگر مہدی کی تصریح وعدم تصریح والی دونوں طرح کی احادیث کے الفاظ اور سندوں کو ملا کر غور کرے تو اسناد کے اتحاد، الفاظ کی باہمی قربت اور مفہوم و معنی کے گہرے ربط کی وجہ سے دونوں قسم کی روایتیں اسے بے ساختہ زبان حال سے یہ کہتی نظر آئیں گی ۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

چنانچہ ان مبہم احادیث کو تمام محدثین باب ذکر المهدی میں لائے ہیں جو بلا شبہ ان کی تعیین کی ایک قطعی اور یقینی دلیل ہے خود مؤرخ نے بھی

صفحہ ۵۴ سطر ۹ پر ایک محدث کا اس سلسلہ میں قول نقل کیا ہے وقد یقال ان حدیث الترمذی وقع تفسیرا لمارواہ مسلم فی صحیحہ الخ صیغہ مجہول کا یہ مبہم اسلوب چنداں مضر نہیں کیونکہ یہ مؤرخ کی ایک تعبیر ہے ہمیں تو محض یہ بتلانا ہے کہ محدثین کا اس سلسلہ میں یہی موقف رہا ہے اور مورخ بھی اس کلیہ کو تسلیم کرتے ہیں الغرض مبہم و مفسر دونوں قسم کی روایات ایک دوسرے کا مصداق ہیں اس لیے دوسری قسم میں لفظ مہدی کی عدم صراحت قطعاً مضر نہیں اور ان میں خواہ مخواہ کے شبہات پیدا کرنا ہمارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ ان کی کوئی دلیل نہیں اور بعض مقامات پر تو بالکل بے جوڑ دلیلیں دی گئی ہیں اس لیے ان کا کوئی اعتبار نہیں پھر ہم اگر ان مبہم احادیث سے بھی استدلال نہ کریں تو بھی مفسر روایات سے ہمارا مدعا ثابت ہو جائے گا کیونکہ ان امور میں خبر واحد بھی حجت ہے خصوصاً اس وقت تو وہ بہت ہی قوی ہو جاتی ہے جب دوسرے شواہد اس کی تائید کردیں کما تلونا ہ مرارا اس کلیہ کی مثال ہماری عام گفتگو میں بھی مل جائے گی مثلاً کوئی شخص کہے کہ آج میرے پاس ایسی ایسی صفات کا حامل شخص آیا تھا پھر کچھ دیر بعد وہ یہ کہتا ہے کہ آج زید آیا تھا جس میں فلاں فلاں صفات ہیں بالکل وہی خوبیاں بیان کرے جو مبہم شخص کے ضمن میں بیان کرچکا ہے اس صورت میں ظاہر ہے معمولی عقل رکھنے والا شخص بھی سمجھ لے گا کہ وہ مبہم شخص زید ہی ہے یہی حال امام مہدی کا ہے۔

ساتویں تنقیح

بعض منکرین مہدی۔ لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم کی روایت سے استدلال کرتے ہیں مگر یہ استدلال درست نہیں کیونکہ مذکورہ حدیث نہایت ضعیف و مضطرب ہے صفحہ ۱۵۷ سطر ۲۰ پر مورخ نے خود اس کا اعتراف کیا

ہے دوسری بات یہ ہے کہ وہ محتمل التاویل ہے احادیث مہدی کی صحت
ثابت ہونے کے بعد اس میں یقیناً تاویل کی جائے گی کیونکہ امام کے جو
اوصاف احادیث میں آئے ہیں وہ عیسیٰ و مہدی کے تغایر کا تقاضہ کرتے
ہیں اور دونوں کے ایک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لیے حقیقت
کے بجائے اسے اب مجاز پر محمول کریں گے اس سلسلہ میں ہمیں بہت سی
رائیں ملتی ہیں بعض نے تو لفظ مہدی کو منسوب الی المہد پر محمول کیا ہے
مورخ نے حدیث جرتج سے اس کی تردید کرنی چاہی ہے مگر انبیاء کے
اعتبار سے اس کے حصر کو تسلیم کیا جائے تو مورخ کا اشکال دفع ہو جائے گا
کچھ حضرات نے یہاں لغوی مہدی مراد لیا ہے اور **المطلق اذا اطلق
یرادبه الفرد الکامل** کے کلیے کی روشنی میں انہوں نے حدیث کا
مطلب یہ سمجھا ہے کہ میرے بعد مہدی کامل صرف عیسیٰ ہوں گے کیونہ لا
نبی بعدی فرما کر حضور ﷺ نے ختم نبوت کا اعلان کیا تھا جس کے معنی یہ
ہوئے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ مستقل ہو کر نہ تابع ہو کر
یہاں آپؐ وضاحت فرما رہے ہیں کہ میرے تابع ہو کر آسمان سے عیسیٰ
نازل ہوں گے کیونکہ مستقل نبی میں ہادی ہونے کی شان غالب ہے۔ اور
تابع میں مہدی ہونے کی یہاں تک کہ اس کا ہادی ہونا خود مہدی ہونے
کا نتیجہ ہوگا اسی لیے مہدی کا عنوان دیا گیا۔ معنی واضح ہیں کہ میرے
بعد کوئی مبعوث نہیں ہوگا البتہ تابع ہو کر صرف عیسیٰ نازل ہوں گے
تیسری توجیہ جو سب سے زیادہ سہل بے تکلف اور لغت و مآخذ سے قریب تر
ہے یہ ہے کہ یہ ترکیب دو چیزوں کے کمال اتحاد کے لیے ہوتی ہے مہدی
اور عیسیٰ ایک ہیں یعنی مہدی موضوع اور عیسیٰ محمول ہیں۔ موضوع
اور محمول میں اتحاد کا حکم کبھی حقیقت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور کبھی مجاز
کے اعتبار سے مثلاً دو چیزوں کا زمانہ بہت قریب ہے اور ان دونوں میں
سے کسی ایک کا وقوع دوسری کے فوراً بعد ہی واقع ہونے کا یقین دلاتا ہے

توزمانہ کے اعتبار سے ان میں سے ایک کو موضوع اور دوسرے کو محمول بناتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے عن معاذ ابن جبلؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عمران بيت المقدس خراب يثرب وخراب يثرب خروج الملحمة و خروج الملحمة فتح قسطنطنية وفتح قسطنطنية خروج دجال الحديث أخرجه ابو داؤد والترمذی ۔ اس حدیث میں چاروں واقعات اسی قبیل کے ہیں جن میں محمول کا حمل موضوع پر ہے پس جب یہ مقدمہ سمجھ میں آگیا تو اب المہدی عیسیٰ ابن مریم کا مفہوم بالکل واضح ہو گیا یعنی ادھر مہدی کا ظہور ہوگا اور ادھر عیسیٰ اتر آئیں گے تو تقارب زمان سے دونوں میں مجازاً اتحاد کا حکم لگا دیا بہر حال منکرین کے لیے اس سے استدلال کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی یہ توجیہ راقم نے القاء ربانی سے لکھی ہے۔ اور اسے یقین سا ہے کہ حدیث کا غالباً صرف یہ ہی مفہوم ہے۔

آٹھویں تنقیح

اس طرح کی علمی بحثوں کے بعد مورخ نے اس باب میں صوفیا کا کلام نقل کر کے اس پر بھی تنقید کی ہے لیکن ہمارے نزدیک اس سے مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ مہدی کی بنیاد کشف نہیں بلکہ احادیث صحیحہ پر ہے ہاں کشف سے کچھ زیادہ اطمینان ہو جاتا ہے یہ گرچہ حجت نہیں مگر شریعت نے اس کی تردید بھی نہیں کی ہے اور بعض نصوص سے اس کا اثبات نکلتا ہے چنانچہ خواب کشف سے کم درجہ کی چیز ہے لیکن شب قدر کی بابت اس کے بارے میں حضور نے ارشاد فرمایا أری رؤیاکم قد تواطئت في السبع الأواخر اسی طرح اذان کے سلسلہ میں وارد ہے إنها رؤیا حق نیز روایات میں رؤیا من الله اور لم یبق من النبوة إلا المبشرات۔ جیسے الفاظ بھی موجود ہیں یہ تمام احادیث رویا کو ثابت کرتی ہیں جب شرعاً

ضعیف کا اعتبار ہے تو قوی کا کیوں نہ ہوگا پھر حدیث میں خود کشف بھی صراحۃً منقول ہے۔ حضرت عمرؓ کو محدث قرار دیا جانا اس کی واضح دلیل ہے نیز صحابہ و اولیاء کا کشف سے خبر دینا اور اس کا صحیح ہو جانا اس تواتر سے ثابت ہے کہ کسی طرح بھی اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا البتہ جو کشف شریعت سے ٹکراتا ہو وہ بلاشبہ مردود اور فی نفسہ ممتنع ہے اسے ٹھکرا دیا جائے گا اور بعض موقعوں پر تاویل کی جائے گی لیکن اگر وہ احادیث کی تائید کرتا ہو اور انہیں کی بنیاد پر اسکا مشاہدہ ہو تو اس کے مقبول ہونے میں کوئی شبہہ نہیں ہے۔ ظہور مہدی سے متعلق تمام کشوف حدیث کے مطابق ہیں۔ اس لیے انہیں رد نہیں کیا جاسکتا خصوصاً مہدی سے متعلق کشف تو بالکل احادیث کے مطابق ہے اس لیے وہ قبول کیا جائے گا رہا واقعہ کے کسی خاص جز کا مسئلہ جو حدیث میں مذکور نہ ہو صرف کشف ہی میں اس کا تذکرہ ہو تو کوئی بھی عقل مند اسے روایت کا مخالف نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی اس اضافی کڑی کے غلط ہو جانے سے مسئلہ کشف پر کوئی اثر پڑتا ہے جیسا کہ مؤرخ نے ابن العربی کا قول ظهوره يكون من بعد مضى خ ف ج من الهجرة نقل کر کے خود اس کی یوں تفسیر کی ہے ورسم حروف ثلثة يريد عددها بحساب الجمل وهو الخاء المعجمة بواحدة من فوق ستمائة والفاء اخت القاف بثمانين والجيم المعجمةبواحدة من اسفل ثلثة وذلك ستمائة و ثمانون سنة.
یہاں مؤرخ اعتراض کرتے ہیں کہ انصرم هذا العصر ولم يظهر (۱)
اس اشکال کا پہلا جواب تو وہی ہے کہ کسی اضافی اور خارجی جز کے باطل ہونے سے اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا دوسرے یہ اشکال حروف کے

---

(۱) مسئلہ مہدی کی بنیاد اگر صرف کشف پر ہوتی تو مؤرخ کا یہ اشکال درست ہو سکتا تھا لیکن ان کے ظہور کی خبر جب حضورؐ نے دی ہے تو ابن العربی کے کشف کے باطل ہو جانے سے رسول اللہ کے قول پر کیا اثر پڑے گا؟ کیا ایک غلط کشف صحیح حدیث کے خلاف حجت بن سکتا ہے مؤرخ کو قلم چلانے سے پہلے غور کرنا چاہیے تھا

مذکورہ اعداد پر مبنی ہے جو معین ومسلم نہیں یہ محض مؤرخ کا قیاس ہے کوئی ضروری نہیں یہاں حروف سے ابجد کا حساب ہی مراد ہو ممکن ہے شیخ ابن العربی کی کوئی خاص اصطلاح ہو اس کا غالب گمان ہی نہیں ہمیں تو تقریباً یقین سا ہے چنانچہ راقم نے ایک رسالہ کشفیہ مسمی بہ شجرۂ نعمانیہ مکہ معظمہ میں دیکھا اس میں بہت سی پیشین گوئیاں تھیں وہ کچھ واقع بھی ہو چکی ہیں لیکن واقع ہونے والے واقعات کو شارحین نے ابجد کے حساب کے بجائے کسی دوسری خاص اصطلاح سے حل کیا ہے جس کا راقم کو نہایت غور وخوض کے بعد بھی پتہ نہیں چل سکا پھر ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ اس اصطلاح کا کوئی منضبط قاعدہ نہیں بلکہ ہر جگہ ایک الگ اصطلاح ہے مصنف کا مقصد کیونکہ اخفاء ہے اس لیے انہوں نے مختلف رموز واشارے مقرر کئے ہیں اور جب انہیں اندیشہ ہوا کہ ان علامات کو کوئی سمجھ سکتا ہے تو اسے بھاری بھاری قسمیں دی ہیں کہ سمجھنے کے بعد خدا کے لیے ان رازوں کو ہرگز نہ کھولے پھر لطف یہ ہے کہ جن شراح نے بعض واقعات کو حل کیا ہے وہ بھی رموز ہی میں تحریر ہیں اور وہی اندیشہ ان کو بھی ہوا تو انہوں نے بھی اپنے ناظرین سے قسمیں لی ہیں اب ان نظیروں کے پیش نظر کیا یہ ممکن ہے کہ شیخ ابن العربی کی مراد یہاں ابجد کا حساب ہو گا یہ تو ایسا عام فہم ہے جسے بچے بھی جانتے ہیں پھر اخفاء کس طرح ہو سکتا ہے اور یہ قسمیں بھی سب بے کار ثابت ہوں گی کیوں کہ خواص کو منع کرنا اسی وقت مفید ہے جبکہ اسے عوام نہ سمجھتے ہوں ورنہ یہ تمام کوششیں لاحاصل ہو جائیں گی الغرض بھاری قسمیں کھلانا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان چیزوں کو چھپانے کا شیخ بہت اہتمام کر رہے ہیں پھر وہ ایسے عام فہم حروف میں انہیں کیونکر لکھ سکتے ہیں یہ تو خود ان کے موقف کے خلاف ہے جیسا کہ مؤرخ نے علامات سے خزانہ تلاش کرنے والوں پر اسی انداز کی جھاڑ پلائی ہے چنانچہ وہ کہہ رہے ہیں فمن اختزن ماله وختم عليه

بالأعمال السحرية فقد بالغ فى اخفائه فكيف ينصب عليه الادلة والأمارات لمن يتبوأبه ويكتب ذلك فى الصحائف حتى يطلع على ذخيرته اهل الاعصاروالآفاق هذا يناقض قصد الاخفاء، ص،۱۸۹۔ مختصر یہ کہ ابن العربی کے ان رموز کا بھی کوئی ایسا ہی قاعدہ ہے جس کا ہمیں علم نہیں پس علم کے بغیر اس قاعدے کی تشریح کرنا قابل قبول نہیں چنانچہ ایک جگہ مؤرخ نے خود لکھا ہے اذالرمز انما يهدى الى كشفه قانون يعرف قبله ويوضع له واما مثل هذه الحروف فدلالتها على المراد منها مخصوصة بهذا النظم لا يتجاوزه الخ تو جب مذکورہ تشریح کا صحیح ہونا ثابت نہیں بلکہ موصوف کی یہ تقریر خود اسے باطل کر رہی ہے تو ان کا اعتراض بھی ساقط ہو گیا اور کشف ورؤیا کا معتبر ہونا خود احادیث سے ثابت ہے اور مؤرخ بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں چنانچہ، ص:۵۱۔ کی سطر ۳، اور ص:۵۲ کی سطر ۱۴، اور ص:۵۴ کی سطر ۲۸ سے ۳۷ سطر تک اور اسی طرح، ص:۵۵ کا ابتدائیہ اسی کی دلیل ہے چنانچہ جب مؤرخ کو خود اس کا اعتراف ہے تو پھر مسئلہ مہدی سے متعلق ان کے تمام شبہات نا قابل اعتبار ٹھیریں گے هذا ما عندى الآن ولعل الله يحدث بعد ذلك امراولكن هذا آخرما رأيناه فى هذا الباب والله تعالى اعلم بالصواب وعنده ام الكتاب.

ابن خلدون کی تردید میں یہ حضرت تھانوی کے پورے رسالہ کا مضمون ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک نہایت مدلل اور ایسی قیمتی تحریر ہے جس نے مؤرخ کے موقف کا پوسٹ مارٹم کر کے اس کی رگ رگ توڑ دی ہے اور اب عقل ونقل کی رو سے ابن خلدون کی رائے کا کوئی وزن نہیں رہ جاتا۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے مسئلہ مہدی پر ایک

رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے اس موضوع کی تمام صحیح احادیث کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے مالٹا کی اسیری کے وقت یہ مسودہ ضائع ہو گیا اور بہت دنوں تک اس کے متعلق کچھ پتہ نہیں چل سکا ابھی حال ہی میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند اور مشہور و معروف عالم حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی دامت برکاتہم استاذ تفسیر و حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی اطلاع پر استاذ محترم حضرت مولانا محمد ارشد مدنی دامت برکاتہم نے مکتبۃ الحرم المکی سے اسے دریافت کر کے مرکز المعارف ہوجائی آسام، دیوبند برانچ سے شائع کرایا ہے۔ یہ سینتیس صحیح روایات پر مشتمل ہے اور ۹ر احادیث کا اضافہ اس میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ نے کیا ہے اس کی تالیف کا پس منظر بیان کرتے ہوئے حضرت مدنی تحریر فرماتے ہیں۔

انه قدجرى ببعض اندية العلم ذكر المهدى الموعود فانكربعض الفضلاء الكاملين صحة الاحاديث الواردة فيه فاحببت ان اجمع الاحاديث الصحيحة فى هذا الباب واترك الحسان والضعاف رجاء انتفاع الناس وتبليغ ما اتى به النبى عليه السلام وان لا يغترالناس بكلام بعض المصنفين الذين لا المام لهم بعلم الحديث كا بن خلدون وغيره فانهم وان كانوا من المعتمدين فى التاريخ وامثاله فلا اعتداد لهم فى علم الحديث وقد كنت اسمع قبل ذلك الانكارمن بعض العوام ايضا لكن لم يحملنى انكارهم على الجمع ولمارأيت فضلاء الأوان وائمة الزمان يترددون فيه شمرت ذيلى لهٰذا المقصد المنيف لعله يكون ذريعة لازالة الاشتباه عن هٰذا الدين الحنيف وعلى الله التكلان(۱)

(۱) الخليفة المهدى فى الاحاديث الصحيحة، ص:۳۹تا۵۰۔

بعض مجالس علمیہ میں مہدئ موعود کا ذکر آیا تو کچھ ماہرین علم نے مہدئ موعود سے متعلق وارد حدیثوں کی صحت سے انکار کیا تو میں نے یہ ارادہ کیا کہ اس موضوع سے متعلق مروی حسن وضعیف روایتوں سے قطع نظر صحیح حدیثوں کو جمع کردوں تاکہ لوگ اس سے نفع اٹھائیں اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تبلیغ بھی ہو جائے نیز ان حدیثوں کی جمع وتدوین سے ایک غرض یہ بھی ہے کہ بعض ان مصنفین کے کلام سے لوگ دھوکہ نہ کھاجائیں جنہیں علم حدیث سے لگاؤ نہیں ہے جیسے علامہ ابن خلدون وغیرہ یہ حضرات اگرچہ فن تاریخ میں معتمد ومستند ہیں لیکن علم حدیث میں ان کے قول کا اعتبار نہیں۔ میں اس سے پہلے بھی عوام کی زبانی انکار مہدی سنتا رہا ہوں لیکن ان کی اس روش سے احادیث جمع کرنے کا داعیہ پیدا نہیں ہوا لیکن جب نابغۂ روزگار اور عبقری شخصیتوں کو اس سلسلہ میں متردد پایا تو اس بلند مقصد کے لیے میں نے کمر کس لی امید ہے کہ یہ کتاب دین حنیف کے دفاع کا ذریعہ بنے گی اور اللہ ہی حامی ومددگار ہے۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی

اہل حدیث عالم حضرت مولانا شمس الحق عظیم آبادی بھی ابن خلدون کے موقف کو درست نہیں سمجھتے چنانچہ عون المعبود حاشیہ ابی داؤد میں مہدی کی حقیقت کو ثابت کر کے مورخ کی یوں تردید کرتے ہیں:

واعلم ان المشهور بين الكافة من اهل الاسلام على ممر الاعصار انه لابد فى آخرالزمان من ظهوررجل من اهل البيت يؤيد الدين ويظهر العدل ويتبعه المسلمون ويستولى على الممالك الاسلامية ويسمى بالمهدى ويكون خروج الدجال ومابعده من اشراط الساعة الثابتة فى الصحيح على اثره وان

عیسیٰ ینزل من بعده فیقتتل الدجال اوینزل معه فیساعده علی قتله یأتم بالمهدی فی صلاته وخرج أحادیث المهدی جماعة من الأئمة منهم أبوداؤد والترمذی وابن ماجة والبزار والحاکم والطبرانی وابویعلی الموصلی واسندوها إلی جماعة من الصحابة مثل علی وابن عباس وابن عمروطلحة وعبدالله بن مسعود وابی هریرة وانس وابی سعید الخدری وام حبیبة وام سلمة وثوبان ومره بن أیاس وعلی الهلالی وعبد الله بن الحارث بن جزء رضی الله عنهم واسناد أحادیث هؤلاء بین صحیح وحسن وضعیف وقد بالغ الإمام المورخ عبدالرحمن بن خلدون المغربی فی تاریخه فی تضعیف أحادیث المهدی کلها فلم یصب بل أخطأ وماروی مرفوعاً من روایة محمد بن المنکدرعن جابر"من کذب بالمهدی فقد کفر فموضوع والمتهم فیه ابو بکر الإسکاف وربما تمسک المنکرون بشأن المهدی بما روی مرفوعاً انه قال لامهدی إلاعیسیٰ بن مریم والحدیث ضعفهٌ البیهقی والحاکم وفیه ابان بن صالح وهو متروک الحدیث والله اعلم (عون المعبود، ج:۵،ص:۱۷۰)

تمام مسلمانوں میں عرصۂ دراز سے یہ بات مشہور چلی آرہی ہے کہ آخری زمانہ میں اہل بیت میں سے ایک شخص جلوہ افروز ہوگا جو دین کی مدد کرے گا عدل کا بول بالا کرے گا، مسلمان اس کی تقلید کریں گے وہ تمام عالم اسلام پر حکومت کرے گا اسے مہدی سے موسوم کیا جائے گا اس کے فوراً بعد دجال کا خروج اور قیامت کی دیگر علامتیں ظاہر ہوں گی۔ان کے بعد عیسیٰ نزول فرمائیں گے وہ دجال سے جنگ کریں گے اور اس کے قتل پر مہدی ان کی مدد کریں گے وہ اپنی نماز میں مہدی کی اقتدا کریں گے۔ائمہ کرام کی

ایک جماعت نے مہدی کی حدیثوں کی تخریج کی ہے۔ جن میں ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ بزار، حاکم، طبرانی، اور ابو یعلی الموصلی ہیں اور انہوں نے صحابہ کی ایک جماعت کی طرف انہیں منسوب کیا ہے مثلاً علی، ابن عباس، ابن عمر، طلحہ عبداللہ بن مسعود، ابوہریرۃ، انس، ابو سعید الخدری، ام حبیبہ، ام سلمہ، ثوبان، مرہ ابن ایاس، علی الہلالی، اور عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان حضرات کی حدیثیں صحیح بھی ہیں حسن بھی اور ضعیف بھی امام مورخ عبدالرحمٰن بن خلدون مغربی نے امام مہدی کی تمام احادیث کی تضعیف کے سلسلے میں اپنی تاریخ کے اندر مبالغہ سے کام لیا ہے یہ انہوں نے صحیح نہیں کیا ہے بلکہ ان سے لغزش ہوئی ہے اور محمد بن منکدر عن جابر کی حدیث "من کذب بالمهدی فقد کفر" جو مرفوعاً نقل کی گئی ہے موضوع اور گھڑی ہوئی ہے اس میں ابو بکر اسکاف متہم ہیں۔ اور بسا اوقات منکرین مہدی اس مرفوع حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ "لامهدی الاعیسیٰ بن مریم" مہدی عیسیٰ ہی ہوں گے جہاں تک اس حدیث کا سوال ہے تو بیہقی اور حاکم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اس میں ابان بن صالح ہیں جو متروک الحدیث ہیں واللہ اعلم۔

تنقید کا خلاصہ

امام ابن خلدون کے موقف کے یہ بڑے علمی اور محققانہ تجزیے ہیں جن میں علامہ محمد بن جعفر کتانی، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا شمس الحق عظیم آبادی نے ان کی رائے کو پوری قوت سے ٹھکرا دیا ہے خصوصاً حضرت تھانوی ؒ کی مفصل تنقیح تو اس باب میں حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے جس کے بعد مورخ کے نقطہ نظر کا اب کوئی وزن نہیں رہ جاتا، ہم

قارئین کی سہولت کے لیے ان تنقیحات کا ایک مشترک خلاصہ پیش کرتے ہیں!

(۱) ابن خلدون حدیث کے نہیں تاریخ کے آدمی ہیں اس لیے ان کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(۲) احادیث کی تضعیف میں انہوں نے مبالغہ سے کام لیا ہے اور یہ بلاشبہ ان کی لغزش ہے۔

(۳) بحث وتمحیص میں انہوں نے جانبداری سے کام لیا ہے اور ہر قدم پر یہ احساس ہوتا ہے کہ دلائل کے تجزیہ سے پہلے انہوں نے ایک رائے قائم کر لی ہے۔ اور ہر حدیث کو رد کرنے کی وہ قسم کھائے بیٹھے ہیں۔

(۴) مہدی کو غلطی سے انہوں نے ایک شیعی تصور سمجھ لیا ہے اس لیے ان کی تمام تردیدی کوششیں اسی محور کے گرد گھومتی ہیں۔

(۵) انہیں **الجرح مقدم علی التعدیل** سے بھی دھوکہ ہوا ہے۔ حالانکہ اس میں بڑی تفصیلات ہیں اور محدثین ہمیشہ جرح کو تعدیل پر ترجیح نہیں دیتے بلکہ بسا اوقات تعدیل جرح پر مقدم ہوتی ہے۔ علم حدیث میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

(۶) صحیحین میں مہدی کا کوئی تذکرہ نہیں یہ مغالطہ بھی ان کی لغزشوں کا خصوصی سبب ہے حالانکہ کسی بھی مسئلہ کو درست تسلیم کرنے کی شرط یہ کوئی نہیں مانتا پھر یہ دعویٰ بھی حقیقت کے خلاف ہے بخاری میں ایک اور مسلم میں چھ سات حدیثیں مہدی سے متعلق موجود ہیں۔

(۷) ان کا یہ کہنا کہ صحیح احادیث میں لفظ مہدی کی تصریح نہیں خود ان کی بحث کی روشنی میں غلط ہے چنانچہ ایک حدیث میں لفظ مہدی کی جب تصریح ملی اور خود مورخ نے یہ تسلیم کیا کہ تمام راوی بخاری ومسلم کے ہیں لیکن پھر انکار کی ذہنیت غالب آئی اور سند سے مایوس ہو کر اسے داخلی شہادتوں سے رد کیا اس کے علاوہ ایسی بہت ساری صحیح روایات موجود ہیں

جن کا مصداق قرائن کی بنیاد پر صرف اور صرف امام مہدی ہیں ــــــ
حدیثوں کی تفسیر حدیثوں سے ــــــ یہ محدثین کے نزدیک ہمیشہ مسلم اصول
رہا ہے تو تصریح والی روایتوں سے صحیح احادیث میں وارد خلیفہ آخرالزماں
کی شخصیت متعین کیوں نہیں ہوگی۔ یقیناً وہ مہدی ہی کا مجمل تذکرہ ہیں
جن کی وضاحت دوسرے درجہ کی روایات کرتی ہیں۔

(۸) رجال و طرق کی بنیاد پر احادیث مہدی متواتر ہیں اس لیے ابن خلدون
کی کمزور و مبہم جرح ان پر اثرانداز نہیں ہوتی کیونکہ متواترات میں تو مضبوط
جرح بھی مضر نہیں اور ان میں رواۃ کا ثقہ اور عادل ہونا بھی شرط نہیں۔

(۹) مورخ کی اکثر جرحیں مختلف فیہ ہیں اور ان کے مجروح راویوں کی
دوسرے ائمہ نے توثیق کی ہے اس لیے الیقین لا یزول بالشک کی رو سے
تعدیل کو مقدم کرنے کی گنجائش ہے۔ نیز یہ جرحیں اسی وقت مضر ہو سکتی
ہیں جب کہ اسناد کے ضعف کی کہیں سے تلافی نہ ہوئی ہو لیکن جب نقائص
کا بھی ازالہ ہو گیا اور تواتر و اجماع بھی ہو گیا تو ایسی جرحوں کی اب کوئی
حیثیت باقی نہیں رہ جاتی۔

(۱۰) طرق کی کثرت سے حدیث کے ضعف کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ اس باب
میں اسانید و روایات کی کثرت تواتر کی حدوں کو چھو رہی ہے اس لیے اب
ضعف رفع ہو گیا اور احادیث مہدی قابل اعتماد ٹھہرتی ہیں۔

(۱۱) ان مجروح راویوں سے پہلے بھی اسلاف ظہور مہدی کے قائل رہے
ہیں۔ اس لیے مسئلہ مہدی شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اور متاخرین کا ضعف
متقدمین کے موقف کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

(۱۲) احادیث مہدی کی سلف کی طرف تصحیح کی نسبت تعلیقات بخاری کی
طرح حجت ہے۔ جس طرح بغیر سند کے صرف امام بخاری کی نسبت پر
حدیث کی صحت کا فیصلہ کیا جاتا ہے اسی طرح سلف کی تصحیح کی بدولت مہدی

کی احادیث کو بھی صحیح قرار دیا جائے گا۔

(۱۳) مہدی کی صحیح احادیث کی تعداد خود مورخ نے چھ تسلیم کی ہے چھ تو بہت بڑی تعداد ہے شریعت میں تو خبر واحد کو بھی حجت قرار دیا گیا ہے اس لیے روایت کا یہ مجموعہ مسئلہ مہدی کو ٹھوس بنیاد فراہم کرتا ہے اور اب اس پر کوئی چیز اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

(۱۴) صوفیاء کے کشف کا رد کر کے بھی مورخ نے مسئلہ مہدی کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ اس سے مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ظہور کی خبر فصوص (۱) سے نہیں نصوص سے ماخوذ ہے۔

قارئین فیصلہ کریں

یہ ہے تحقیق و تجزیے کی روشنی میں امام ابن خلدون کے شکوک و شبہات کی حقیقت اب قارئین انصاف فرمائیں کہ ایک طرف حضور ﷺ کی پچھتر احادیث، چوبیس صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین کا جم غفیر، خیر القرون کی سیکڑوں شخصیات، امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، ابو عبد اللہ حاکم، ابو یعلی، بزار، امام احمد بن حنبل، امام نسائی، ابن حبان، ابن مندہ، محمد بن الحسین آبری، حسن بن علی بربہاری، امام دار قطنی، محدث ابن عدی، بیہقی، خطیب بغدادی، محمد ابن الحسین فراء بغوی، امام قرطبی، امام نووی، امام ابن تیمیہ، حافظ ذہبی، حافظ ابن کثیر، ابن القیم، ابن حجر مکی، ابن حجر عسقلانی، محمد بن ابراہیم زرکشی، جلال الدین سیوطی، شیخ علی متقی، محمد بن طاہر پٹنی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ملا علی قاری، مجدد الف ثانی، امام

(۱) یہ مجدد الف ثانی کی ایک مخصوص اصطلاح ہے تاریخ کی متنازع شخصیت ابن العربی نے فصوص الحکم نامی ایک کتاب لکھی ہے جس کی شطحیات پر دینی حلقے آج تک نالاں ہیں۔ مجدد صاحب نے بھی اپنی اس اصطلاح سے اس کا رد کیا ہے۔ مورخ ابن خلدون کا خصوصی نشانہ یہاں ابن العربی ہی ہیں اس لیے ان کے رد میں ہم نے یہ اصطلاح استعمال کی ہے۔

سفارینی، علامہ طیبی، ابو بکر بن العربی مالکی، شیخ محمد البرزنجی مدنی، علامہ قسطلانی، سعد الدین تفتازانی، علامہ شوکانی، نواب قطب الدین دہلوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا ادریس کاندھلوی، ناصر الدین البانی اور شیخ محمد علی صابونی کی وغیرہم جیسے بلند پایہ علماء کی جماعت ہے اور دوسری جانب تنہا ابن خلدون!! وہ بھی محدث نہیں۔ پھر ان کے موقف پر علامہ جعفر کتانی، مولانا بدر عالم میرٹھی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الاسلام مولانا مدنی اور مولانا شمس الحق عظیم آبادی کی مدلل تنقید نے تو اس نظریہ کو چھلنی کر کے رکھ دیا ہے ظاہر ہے اب ہم ابن خلدون کے موقف کو ہرگز اختیار نہیں کر سکتے اور پندرہ صدی کی ان بلند شخصیات کے سامنے سر سید جیسے متجدد، احمد امین جیسے اعتزال پسند، سعد محمد حسن جیسے مرعوب ذہن لوگوں کے تمام شکوک و شبہات گرد و غبار بن کر اڑ جاتے ہیں اور مسئلہ مہدی شک و شبہ سے بالاتر ٹھہرتا ہے۔

باب سوم

امام مہدی

شخصیت و حقیقت

فصل اوّل

تجدید دین

کائنات کی تخلیق کا اصل مقصد عبادت الٰہی ہے یہی وہ عظیم نصب العین ہے جس کی انجام دہی کے لیے انسان کو اپنا نائب و خلیفہ بنا کر خداوند قدوس نے بنی آدم میں نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری فرمایا تاکہ وہ اپنی حقیقت و مقاصد سے بہرور ہو کر رضاء الٰہی کی جستجو کریں اور زندگی کی کسی منزل پر بھی گمراہی کا شکار نہ ہوں چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ ہر قوم اور ہر خطہ میں یہ چشمہ ابلا اور جب اس بلند مقصد کو فراموش کر کے لوگوں نے کفر و شرک کی طرف تیزی سے قدم بڑھائے تو فوراً رحمت الٰہی جوش میں آئی اور انہیں کی بزم سے ایک نبی اٹھا جس نے بتکدوں میں پوری قوت سے توحید کا آوازہ لگا کر سوئے ہوئے معاشرے میں ایک ہلچل پیدا کر دی۔

نبوت و رسالت کا یہ سلسلہ ہزاروں سال جاری رہا اور دنیا کے تقریباً تمام ہی خطوں میں نور سماوی کو بکھیر کر اس نے ہدایت کی بے شمار قندیلیں روشن کیں یہاں تک کہ دنیا نے جب شعور و بلوغ کی منزل میں قدم رکھا، فاصلے سمٹے، دوریاں قربت میں تبدیل ہوئیں، آمد و رفت کے وسائل نے مشرق و مغرب کو ملا دیا، قوموں میں باہم تعلقات و روابط پیدا ہوئے

اور کل ملا کر دنیا ایک خاندان کی حیثیت اختیار کرنے لگی تو حکمت الٰہی کا تقاضا تھا کہ اب عالمگیر آخری نبی مبعوث ہو جو اگلی پچھلی تمام ہی قوموں سے بیک وقت خطاب کر کے انہیں ایک مرکز پر جمع ہونے کی دعوت دے اور اس کی شریعت اتنی مکمل و جامع، فطرت انسانی سے ہم آہنگ اور ایسی دائمی اور ابدی ہو کہ قیامت تک پھر دنیا کو کسی نبی و شریعت کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

ختم نبوت

حضور ﷺ اسی اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لیے دنیا میں مبعوث ہوئے، چنانچہ انبیاء کی سیرت و تعلیمات کا جو ریکارڈ قرآن و حدیث، تاریخی کتابوں اور قدیم صحیفوں میں موجود ہے اس میں حضرت آدم سے لے کر سیدنا عیسیٰ بن مریم تک ہمیں یہ قدر سب میں مشترک نظر آتی ہے کہ ہر نبی بندگان خدا کو آسمانی پیغام پہنچانے کے ساتھ ساتھ اپنے حدود کی وضاحت، مخاطبین کی تعیین اور سلسلۂ نبوت کے مزید جاری رہنے کی خوش خبری سنا کر آئندہ آنے والے نبی کی راہ بھی صاف و ہموار کرتا رہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فرشتہ صفت پیغمبروں کی اس لمبی قطار میں نہ تو خداوند قدوس نے کسی کے متعلق یہ تصریح کی کہ وہ نبوت کی آخری کڑی ہے اور نہ ہی کسی نبی نے خود اپنے خاتم النّبیین ہونے کا اعلان کیا بلکہ وہ سب اپنے آپ کو ماقبل نبی کی بشارتوں کا مصداق و نتیجہ اور مابعد کی تمہید و مقدمہ قرار دیتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ تک تمام انبیاء کی یہی روایت رہی کہ کسی نے ختم نبوت کا ذکر تک نہ کیا لیکن جب نبی آخر الزماں ایک مکمل و دائمی شریعت لے کر دنیا میں مبعوث ہوئے تو یکایک اس روایت میں تبدیلی آئی اور آپ نے نہ صرف کسی آنے والے کی خبر نہیں دی بلکہ دو ٹوک انداز میں صاف اعلان

فرمادیا کہ۔

میں قصر نبوت کی آخری اینٹ ہوں (بخاری)

میں ہی نبی آخرالزماں ہوں (بخاری)

میں نے دین کی تکمیل کردی (بخاری)

مجھ پر نبوت ورسالت ختم ہوچکی (مسلم، ترمذی)

انبیاء ورسل کی جماعت کا میں سب سے آخری فرد ہوں (مسلم)

میرے بعد اب قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں آسکتا (بخاری، مسلم وغیرہ)

ان صریح ارشادات وہدایات کی بنیاد پر ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ٹھہرا اور صحابہ وتابعین مفسرین ومحدثین، فقہاء، متکلمین اور قرن اول سے آج تک اسلام کی آغوش میں پلنے والے تمام علم وعمل کے پہاڑ حضور ﷺ کو خاتم النبیین ہی سمجھتے رہے اور اس طویل عرصہ میں کسی بھی صحیح الدماغ مسلمان کو اس پر شک کرنے کا خیال تک نہ آیا چنانچہ یہ ہمارا وہ پہلا امتیاز اور قیمتی سرمایہ ہے جس کی حفاظت کے لیے سلف وخلف اپنی رگ رگ کا لہو نچوڑ گئے ہیں۔

نبوت کے اجراء کا مقصد دنیا کی ہر قوم وخطہ کو آسمانی پیغام پہنچانا تھا حضور کی عالمگیر بعثت پر اس مقصد کی تکمیل ہوچکی اور شریعت محمدی کی شکل میں نوع انسانی کو انسانی فطرت سے آشنا زمان ومکان سے ہم آہنگ ایسا عظیم دستور دیدیا گیا جو قیامت تک دنیا کی راہنمائی کرتا رہے گا۔ اس لیے کسی نبی کی اب قطعاً کوئی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی۔

حفاظت دین

تکمیل نبوت اور دوام شریعت پر ایمان لاتے ہی حساس ذہن میں ایک سوال کھڑا ہوتا ہے وہ یہ کہ انسان بہرحال تغیر پسند ہے چنانچہ تاریخ کے ہر دور میں تشدد وغلو، توہم پرستی، جہالت وغفلت، بدعات

وخرافات، اور افراط و تفریط کا شکار ہو کر وہ راہ راست سے اس حد تک بھٹکتا رہا ہے کہ انبیائی تعلیمات اور آسمانی شریعت نے بھی اگر گمراہی کی جانب اس کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکنا چاہا تو اس نے نہ صرف ان کی ایک نہ سنی بلکہ نفسانی جوش میں اس خدائی دستاویز کو بھی توڑ مروڑ کر تحریف و تاویل کا پلندہ بنا ڈالا۔ جس سے ایک طرف وہ آزاد و بے مہار ہوا اور دوسری جانب آئندہ نسلوں کے لیے شریعت کی دریافت و پیروی پورا ایک مسئلہ بن گئی۔ ختم نبوت سے پہلے تو انبیاء دین و شریعت کی تجدید کر کے بروقت اس بحران کا تدارک کر دیتے اور حق کے متلاشی پروانوں کا قافلہ اندھیروں سے مڑ کر پھر کعبہ کی سمت چل پڑتا لیکن خاتم النبیین کی وفات کے بعد اگر پھر ایسی ہی صورت حال پیدا ہو اور امم سابقہ کی طرح دنیا شریعت محمدی کے ساتھ بھی تحریف کی حرکت کر بیٹھے تو نبی کی عدم موجودگی میں حق کے ظہور کی صورت کیا ہو گی؟ باری تعالی اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون.

یہ دین ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

تکمیل دین کے بعد حفاظت شریعت کی ذمہ داری لینا پہلی امتوں کی بنسبت بارگاہ ایزدی میں ہمارا دوسرا بڑا امتیاز ہے جس نے تحریف و تاویل کے تمام تاریخی اندیشوں کو سر اٹھاتے ہی دبا دیا اور اس سلسلے میں اب کسی خطرناک امکان کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ چنانچہ حفاظت الٰہی کا مطلب یہ نہیں کہ دین محمدی صرف تحریر و کتاب میں محفوظ رہے گا بلکہ اس ضمانت میں عملی تحفظ بھی شامل ہے یعنی عقائد و اعمال، معاملات و عبادات اور اسلام کے ہر رکن کی ایسی حفاظت کی جائے گی کہ گردش زمانہ کی تیز و تند آندھیوں کے باوجود ہر دور میں ایک بڑا گروہ امت میں ایسا موجود رہے گا جو شریعت پر عمل

پیراں اور دین متین کا مجسم پیکر ہو گا۔

لاتزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق لایضرهم من خذلهم حتی یاتی امر الله. میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ حق پر ڈٹا رہیگا اور اسکی مخالفت کرنے والے اسے قیامت تک کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔

اصلاح و تجدید

تکمیل دین، حفاظت شریعت اور ہر دور میں ایک مخلص و دیندار جماعت کا وجود بلا شبہ امت مسلمہ کی وہ امتیازی خصوصیت ہے جس میں کوئی قوم اس کی شریک و سہیم نہیں اور امم سابقہ کی پوری تاریخ اس اعزاز سے خالی ہے لیکن یاد رہے ان تمام چیزوں کے ساتھ دین و شریعت کی اشاعت و حفاظت کو ایک اور چیز بھی درکار ہے اور وہ ہے علم و فضل کی طاقتور اور عبقری شخصیتوں کا وجود جو دین محمدی کو صاف و مجلّی کر کے امت مسلمہ کی رگوں میں زندگی کا ابلتا ہوا نیا خون دوڑا دیں۔ شریعت کی اصطلاح میں ایسے ہی اشخاص کو مجدد کہا جاتا ہے اور حضور ﷺ نے ہر صدی میں اسی طبقہ کے ظہور کی خبر دی ہے۔

ان الله یبعث لهٰذه الامة علی رأس کل مائة سنة من یجدد لها امر دینها

دین میں تحریف کا آغاز افراط و تفریط اور تشدد و غلو سے ہوتا ہے اور یہ وہ بدترین مرض ہے جو کسی قوم میں اگر سرایت کر جائے تو دلوں کو ٹیڑھا اور عقل و خرد کو برباد کر ڈالتا ہے۔ اس سے جو ذہنیتیں بنتی ہیں وہ اعتدال سے عاری اور صرف تشدد و غلو کی خوگر ہوتی ہیں۔ انہیں حق و صداقت کے بجائے محض اپنے نظریات و موقف کے اثبات ہی سے دلچسپی ہوتی ہے۔ فریق مخالف کے مضبوط دلائل کو ٹھکرا دینا اور اپنے غلط فکر و خیالات کی بے خوفی سے دلیلیں

جمع کرنا ان لوگوں کا خصوصی مشغلہ ہوتا ہے۔ اپنی بات کی پچ، بے تکی ضد اور انانیت کا نشہ بالآخر انہیں دین سے ہٹا کر الحاد و زندقہ کی وادیوں میں لا مارتا ہے۔ پھر یہیں سے امت میں تین طبقوں کا ظہور ہوتا ہے ایک طبقہ اعتدال کے جادہ سے بھٹک کر غلو آمیز تشریحات اور اپنی انتہاپسندیوں کو دین کی روح و جان سمجھتا ہے دوسرا گروہ ردعمل کے جوش میں نفسانی خواہشات غلط نظریات اور الحاد و بے دینی پر بھی دین کا لیبل لگانے سے نہیں چوکتا جبکہ تیسری جانب کچھ جاہل و نادان اٹھ کر اپنی من مانی تشریحات سے رہی سہی کسر بھی پوری کر ڈالتے ہیں۔ نتیجتاً یہ انتشار و کشمکش ایک طرف نور و برکت کو سلب کر لیتی ہے۔ قوی مضمحل ہوتے ہیں اور ملت کے عروج و حوصلوں پر کاری ضرب لگتی ہے وہیں غلو پسندوں کی تحریفیں، حق ناآشنا مدعیوں کی تاویلیں اور نادانوں کی یاوہ گوییاں مل کر دین خالص کے چہرے پر ایسا غبار و پردہ ڈال دیتی ہیں کہ حق و باطل کی تمیز ہی مشکل ہو جاتی ہے اور عام انسانوں کے لیے حقیقت کا ادراک پورا ایک مسئلہ بن جاتا ہے ایسے میں ضرورت ہوتی ہے اس عبقری عالم کی جو مزاجاً و فطرتاً نبوت سے قریب ہو، ذہن رسا، نظر گہری اور ذہانت و فطانت کا پیکر ہو، قوت استدلال، زور بیان اور کثرت مطالعہ میں اس کا سکہ چلتا ہو۔ وہ تمام تر صلاحیتوں کا گنجینہ اور اپنے زمانے کی عام سطح سے بلند ہو وہ نصوص پر پوری طرح حاوی ہو۔ شریعت کا مزاج شناس ہو تفسیر و حدیث میں اس کی شخصیت مسلم ہو۔ فقہ و تاریخ میں اسے مجتہدانہ بصیرت ہو۔ سلوک و تصوف سے پوری طرح بہرہ ور ہو۔ ملت کے عروج و زوال سے واقف ہو کوئی گوشہ اس کی دسترس سے باہر نہ ہو، عقائد و نظریات کو وہ پوری طرح پہچانتا ہو، ہر فن میں اسے مجتہدانہ بصیرت ہو، زبان و قلم کی عمدہ صلاحیتیں رکھتا ہو، افراط و تفریط سے مبرا اعتدلال کا خوگر ہو، امم سابقہ کی پوری تاریخ اس کی آنکھوں کے سامنے

ہو۔ پچھلے مذاہب کی تحریفات سے بھی اسے پوری واقفیت ہو، باطل کو وہ ہر روپ میں پہچانتا ہو، جاہلیت سے اسے اللہ واسطے کا بیر ہو، رائج الوقت نظریات و فلسفوں کو وہ علوم نبوت کی کسوٹی پر پرکھ سکتا ہو، بدعت شناس اور سنت کے معاملے میں حساس ہو، صاف ذہن، بے دار مغز اور اخاذ فطرت کا مالک ہو، پھر صلاح و تقویٰ، صدق و امانت اور ایثار و حلم اسکے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہو، وہ سوز و گداز سے لبریز ہو، خشوع و عبادت کا پیکر اور اپنے دل میں حد درجہ ایمانی کڑھن رکھتا ہو، اس کی حمیت و غیرت شعلہ کی طرح دہکتی ہو وہ برحق تنقید میں کسی سے مرعوب نہ ہوتا ہو، دشمنوں کے خلاف اس کے سینے میں جہاد کا لاوا ابلتا ہو، ہمہ وقت اس کی توجہ اسلام کی اشاعت وحفاظت ہی پر مرکوز ہو۔ مداہنت سے کوسوں دور ہو دین کی خاطر وہ آندھیوں سے لڑنے اور پہاڑوں کو ڈھانے کا عزم رکھتا ہو اور وہ اپنی بے پناہ صلاحیت و طاقت اور نصرت خداوندی کی بدولت بروقت اٹھ کر دین و شریعت کو نہ صرف اتنا روشن و مجلی کر دے کہ اس چشمۂ صافی میں پھر کوئی آلودگی نہ رہے بلکہ پختہ ایمان، مضبوط یقین اور اپنی اعلیٰ درجہ کی روحانیت سے دلوں کو پلٹ کر امت کے تن ناتواں میں زندگی کا ابلتا ہوا نیا خون دوڑا دے۔

یحمل ھذاالدین من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین و تاویل الجاھلین

کا یہی مطلب ہے اور صلاحیت و صالحیت کی یہ تمام شرطیں مجدد کے زمرے میں آتی ہیں۔

مجدد کا تعارف

تجدید دین دراصل نبوت کی کامل نیابت اور مجدد رسول کا سچا جانشیں ہوتا ہے نبی کی طرح اسے بھی ایک پرکشش اور موہوب شخصیت ملتی

ہے نسل وخاندان، عادات واخلاق اور سیرت وشخصیت ہر لحاظ سے اس کی طرف لوگوں کے دل کھنچتے ہیں۔ وہ سب سے پہلے اسلامی معاشرہ کا گہرائی سے جائزہ لیتا ہے اور صحابہ وتابعین کے دور سے اس کا موازنہ کر کے یہ پتہ لگاتا ہے کہ اب ان کا دینی وایمانی معیار کیا ہے؟ اور اسلام اس وقت کس پوزیشن میں ہے؟ اس مرحلہ سے نمٹ کر پھر وہ امت کی بیماریوں کی جستجو کرتا ہے کہ معاشرے کے اصل روگ کیا ہیں اور اسلامی قلعہ میں پانی کہاں سے رس رہا ہے، اپنی فراست ایمانی سے بالآخر وہ ام الامراض تک پہنچ جاتا ہے اور مرض کی تشخیص ہوتے ہی اس کے ازالے کے لیے پورا ایک لائحہ عمل مرتب کرتا ہے جس میں ہر بگاڑ کی دوا درج ہوتی ہے اور ہر فساد کی اصلاح کا طریقہ طے کیا جاتا ہے اسی کے مطابق پھر تمامتر اسلحوں سے لیس ہو کر وہ عملی میدان میں نکل پڑتا ہے، عقائد کی اصلاح کرتا ہے، عبادات میں روح بھرتا ہے، بدعت کو مٹاتا ہے، سنت کی اشاعت کرتا ہے، غالیوں کی تحریفات کا پردہ چاک کرتا ہے، حق نا آشناؤں کی تاویلوں کو رد کرتا ہے جاہلوں کی یاوہ گوئیوں کے بخیے اڑاتا ہے اخلاق کا تزکیہ کرتا ہے، نور وبرکت بکھیرتا ہے۔ اندر باہر کے کسی دشمن کو معاف نہیں کرتا دین کی خاطر سب پر بے لاگ تنقید کرتا ہے، کسی سے مرعوب نہیں ہوتا اور ایڑی چوٹی کا زور لگا کر جہاں دراندازی کے ایک ایک سوراخ کو بند کر ڈالتا ہے وہیں شریعت کی عظمت واطاعت کو دلوں میں اتار کر باطل پر ایسی ضرب لگاتا ہے کہ حق کا پرچم بلند ہوتا ہے اور بدعت وجاہلیت کی تمام عمارت بالآخر زمین پر آرہتی ہے۔

مجدد اپنے زمانے کا سب سے متبحر عالم حقیقتاً نائب رسول اور امت مسلمہ کا امام وپیشوا ہوتا ہے، ملاء اعلیٰ سے لوگوں کو اس کی اطاعت کا الہام کیا جاتا ہے اور دین کا درد رکھنے والے پروانوں کی طرح اس کے گرد جمع ہونے

لگتے ہیں۔ نبی کی طرح اس کو بھی مخالفتوں کا سامنا ہوتا ہے اور دین کی خاطر معاصرین کے ہاتھوں بڑی بڑی تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں لیکن صبر واستقامت، اخلاص ویقین اور غیبی نصرت کی بدولت بادل چھٹتے ہیں اور بالآخر دنیا میں سکہ اسی کا چلتا ہے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مرید خاص جناب مولانا عبدالباری ندوی تجدید دین اور ختم نوت کے اس باہمی ربط پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

دین کی تکمیل وتحفظ کے بعد نبوت کا ختم ہو جانا بالکل قدرتی امر تھا جب دین کا ہر جہت سے اور ہمیشہ کے لیے اکمال واتمام فرمادیا گیا اور قیامت تک حفاظت کی ضمانت بھی فرمائی گئی تو ظاہر ہے کہ اب کسی نئی وحی ونبوت کی کیا ضرورت رہی البتہ ایک ضرورت رہ جاتی ہے امتداد زمانہ سے بشری فطرت، نفس ونفسانیت اور اتباع ہوا وغیرہ خارجی عوامل کی بدولت کامل ومحفوظ دین کے احکام وتعلیمات کی فہم وتفہیم اور اجراء وعمل میں طرح طرح کے خلل وفساد کا لاحق ہوتے رہنا ناگزیر تھا کوئی چہرہ بجائے خود حسن وجمال کے خواہ سارے صفات کمال سے متصف ہو، مگر خارجی وعارضی گرد وغبار اس کو بھی مکدر کرہی دیتا ہے اسے صاف کرتے رہنا وقتاً فوقتاً ضروری ہوتا ہے۔

دین کامل کے چہرہ کمال وجمال سے اس گرد وغبار کو جھاڑتے رہنے کے لیے بعثت انبیاء کو ختم کرنے کے بعد بعثت مجددین کا صدی بہ صدی سلسلہ جاری فرمایا گیا تاکہ طالبان حق کو کج رویوں سے بچ کر صراط مستقیم ہمیشہ ملتی رہے اور ضالین اور مغضوبین کی گمراہیوں سے محفوظ رہیں۔

(تجدید دین کامل، ص: ۴۶-۴۵)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ ختم نبوت اور ظہور تجدید پر حکیمانہ کلام کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

ہر زمانے میں تمدنی انقلاب ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے فکر بدلتا ہے تو اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ فکری انقلاب کہیں دین پر موثر نہ ہو جائے تو حق تعالیٰ نے ہر سو برس کے بعد دین کی تجدید رکھی ہے۔ اس لیے نبوت تو ختم ہو چکی ہے مگر اس نبوت کا فیضان قیامت تک چلے گا اور علماء دین وہ کام کریں گے جو پچھلے زمانے میں انبیاء علیہم السلام کرتے تھے۔ وہ نبی تو نہیں ہوں گے لیکن نبوت کے آثار ان کے اندر کامل ہوں گے۔ وہ تجدید کریں گے دین کی۔ (مجالس حکیم الاسلام، ص:۲۱۶)

تجدید و مجدد دین کے باب میں یہ حدیث(۱) اصل و بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے وہ سنن ابو داؤد کے علاوہ مستدرک حاکم، معجم طبرانی اوسط، حلیہ، ابونعیم، مسند بزار، مسند حسن بن سفیان اور امام بیہقی کی کتاب "کتاب معرفۃ السنن والآثار" میں بھی منقول ہے۔ شارح مشکوٰۃ علامہ نواب محمد قطب الدین دہلویؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب "مظاہر حق" میں اس کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ اکثر علماء نے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی مراد یہ سمجھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں ایسا شخص پیدا فرماتا ہے جو قرآن و حدیث کے علوم و معارف میں کامل درک، دین و سنت کی گہری بصیرت اور تقویٰ و صلاح کا وصف کمال رکھنے کے سبب اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے ممتاز و منفرد ہوتا ہے (یعنی وہ شخص جس کو "مجدد" سے تعبیر کیا جاتا ہے) ایسا شخص دین کی صحیح ترویج کی خدمت انجام دیتا ہے اور بدعات کے پردے چاک کر کے دین و سنت کو اس کی اصلی شکل و صورت میں پیش کر دیتا ہے ان علماء نے گذشتہ صدیوں کی ایسی یگانۂ روزگار دینی شخصیتوں کا تعین بھی کیا ہے اور خصوصیت سے پہلی دونوں صدیوں کے بارے میں نشاندہی کی ہے کہ

---

(۱) ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا امر دینھا کی طرف اشارہ ہے۔

پہلی صدی میں فلاں شخصیت اس مرتبہ کی حامل تھی اور دوسری صدی میں فلاں شخصیت......اور بعض علماء نے اس حدیث کو عموم پر بھی محمول کیا ہے اور کہا ہے کہ اس مرتبہ کی حامل کوئی واحد شخصیت بھی ہو سکتی ہے اور کوئی جماعت بھی۔ (مظاہر حق جدید جلد اول، ص: ۲۹۳)

علی رأس مائـة سنـة کا مطلب

اس جامع تشریح کے بعد حدیث تجدید میں دو باتیں اور غور طلب ہیں پہلی یہ کہ علی رأس کل مائة کا کیا مطلب ہے؟ عام طور سے محدثین نے اس سے صدی کا آغاز یا اختتام مراد لیا ہے اور اسی کے حساب سے تاریخ اسلام کی تمام تجدیدی شخصیات کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ بعض علماء آغاز یا اختتام کی تعیین کو درست نہیں سمجھتے اور ان الفاظ سے مطلق صدی مراد لیتے ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی "حجج الکرامة" میں اسی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"راس مائة" سے مراد خاص صدی کا آغاز نہیں ہے بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالی ہر صدی میں مجدد کھڑے کریگا خواہ شروع میں خواہ درمیان میں خواہ آخر میں اور راس کی قید محض اتفاقی ہے اور غرض حدیث کی صرف یہ ہے کہ کوئی صدی کسی مجدد کے وجود سے خالی نہ رہے گی اور ہر صدی کے اوائل، اواسط اور اواخر میں مجددین کا ہونا اس احتمال کے صحیح ہونے کی تائید کرتا ہے۔ (حجج الکرامة، ص: ۱۳۴)

پہلی رائے کی بنسبت علماء کی یہ دوسری توجیہ کچھ زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ راس کو معین کر دینے کی صورت میں ہم کو بعض ایسی قد آور شخصیتوں کی تجدید کا انکار کرنا پڑے گا جن کا مجدد ہونا امت کے نزدیک بالاتفاق مسلم ہے اسی کے پیش نظر برصغیر کے معروف عالم دین،

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ بڑے انشراح صدر کیساتھ لکھتے ہیں

جن حضرات نے اس حدیث کے لفظ راس کی وجہ سے کسی کے مجدد ہونے کے لیے بطور شرط یہ ضروری قرار دیا ہے کہ اس کا تجدیدی کام صدی کے سرے (یعنی صدی کے شروع میں یا آخر میں) جاری ہونا چاہیے اور صدی سے انہوں نے یہی معروف ہجری صدی مراد لی ہے (اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے) ان سے یقیناً لغزش ہوئی ہے۔ سنہ ہجری کا یہ نظام تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے قائم ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو یہ نظام تھا ہی نہیں اور یہ اصطلاح اس وقت تک وضع ہی نہیں ہوئی تھی اس لیے اس حدیث کے لفظ "کل مائة سنة" سے ہجری صدی مراد لینا صحیح نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا مطلب بس "کل قرن" ہو گا اور پھر راس کی قید کو اتفاقی ہی ماننا پڑے گا اور اس بناء پر حدیث کا مطلب بس یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ہر قرن اور ہر دور میں اس امت مسلمہ میں ایسے بندے پیدا کرتا رہے گا جو اس امت کے لیے دین کی تجدید کرتے رہیں گے یعنی ماحول اور زمانے کی آلائشوں اور آمیزشوں سے اس کو صاف کرتے اور نکھارتے رہیں گے اور اس کی رگوں میں تازہ خون دوڑاتے رہیں گے۔ (تذکرہ مجدد الف ثانی، ص:۱۸)

زیر بحث مسئلہ میں یہ تحریر اپنے اندر ایک فیصلہ کن طاقت رکھتی ہے اور اس کے بعد کسی تفصیل کی ضرورت نہیں رہتی لیکن مولانا رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے موقف کی صحت کا اتنا یقین ہے کہ وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتے اور مزید زور دے کر لکھتے ہیں:

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ حدیث کے لفظ "کل مائة سنة" سے صدی کا کوئی متعین نظام مراد ہو ہی نہیں سکتا سنہ ہجری کی

اصطلاح تو اس وقت وضع ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ولادت نبوی یا بعثت نبوی یا وفات نبوی کے حساب سے صدی کا نظام متعین کرنے کا بھی کوئی قرینہ حدیث میں نہیں ہے اس لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ حدیث کے لفظ "کل مائة سنة" کا مطلب بس کل قرن سمجھا جائے اور ظاہر ہے کہ جب اس لفظ سے صدی کا کوئی متعین نظام مراد نہیں رہا تو پھر "راس کے لفظ کو قید اتفاقی بلفظ دیگر متمم ہی ماننا پڑے گا جیسا کہ عربی میں "علی رؤوس الاشهاد" میں رؤس کا لفظ متمم ہے اور فارسی یا اردو میں "برسر منبر" اور برسر مجلس" میں سر کا لفظ متمم ہوتا ہے۔

(تذکرہ مجدد الف ثانی ص:۱۸)

"علی رأس کل مائة" کی تشریح و توجیہ میں دوسرے علماء کی بنسبت بلاشبہ مولانا نعمانی علیہ الرحمتہ کے دلائل بڑے معقول اور اتنے وزنی ہیں کہ نہ صرف ان سے مسئلہ تجدید کی ساری گرہیں کھل جاتی ہیں اور کوئی اشکال باقی نہیں رہتا بلکہ "تاریخ دعوت و عزیمت" پر نظر رکھنے والے قاری کو یہ یقین ہونے لگتا ہے کہ پہلی کی بنسبت یہ رائے ہی زیادہ صحیح، قرین قیاس اور تاریخی واقعات کے مطابق ہے۔

مجدد - فرد یا جماعت

دوسری غور طلب چیز یہاں لفظ "من" ہے کہ اس سے کوئی معین شخصیت مراد ہے یا کسی جماعت کی طرف اشارہ ہے۔ عربی زبان میں یہ لفظ واحد کی طرح جمع کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور فقہاء بھی اسے شرعاً دونوں کے لیے درست مانتے ہیں۔ عام طور سے محدثین نے یہاں ایک ہی شخصیت مراد لی ہے اور اس کے ذیل میں تاریخ اسلام کے بلند مقام مشہور علماء کے نام لکھے ہیں جبکہ بعض حضرات فرد واحد کے بجائے اس لفظ سے

پوری جماعت مراد لیتے ہیں۔حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ خاص اور ہندوستان کے مؤقر عالم دین حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اسی رجحان کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس موقع پر ایک شبہ کا دفع کرنا ضروری ہے، عام طور سے سمجھا جاتا ہے کہ ہر صدی کے سرے پر ایک ہی مجدد پیدا ہوتا ہے لیکن لفظ من جیسا کہ محققین نے اصول فقہ میں ثابت کیا ہے کسی خاص کے لیے ہونا اس کا ضروری نہیں بلکہ عموم بھی اس سے سمجھا جاتا ہے یعنی اس سے ایک دو اور چند بھی سمجھے جاسکتے ہیں جیسے من الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وماھم بمومنین کی آیت میں آمنا اور ہم کی جمعیت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ من کے لیے ایک کا ہونا ضروری نہیں، اس لیے بالکل ممکن ہے کہ مختلف ملکوں میں یا مختلف اصلاحوں اور مختلف مفاسد کے مقابلے میں تجدید دین کے لحاظ سے ایک ہی وقت میں کئی مجدد ظہور کرسکتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ علماء نے بعض دفعہ ایک ہی وقت میں کئی بزرگوں کو مجدد مانا ہے۔ (تجدید دین کامل، ص:۲۱)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی خیال ہے اور وہ بھی فرد کے بجائے جماعت ہی کو حدیث نبوی کا مصداق سمجھتے ہیں چنانچہ اس خیال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس میں جو من کا لفظ ہے وہ جس طرح واحد اور فرد کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی طرح جمع اور جماعت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے بلکہ شارحین حدیث نے خاص اسی حدیث کی شرح میں بھی اس کی تصریح کی ہے (ملاحظہ ہو مرقاۃ الصعود از علامہ سیوطی اور "مرقاۃ شرح مشکوۃ از علامہ علی قاری مکی) (تذکرہ مجدد الف ثانی، ص:۱۷)

اس بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ اس کار تجدید میں ہر دور کے ان سب

بندگان خدا کا حصہ ہے جن سے اللہ تعالی نے دین کی اس قسم کی خدمات لیں۔ اس طرح امت میں مجددین کی تعداد صرف ۱۳۔۱۴ ہی نہ ہوگی جن کی تعیین میں اختلاف ہوں اور ہر طبقہ اپنے ہی کسی بزرگ کے مجدد ہونے پر اصرار اور دوسروں سے تکرار کرے بلکہ اللہ کے ہزاروں وہ بندے جن سے اللہ تعالیٰ نے دین کی ایسی خدمتیں مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں میں لی ہیں سب ہی اس کار تجدید میں حصہ دار ہوں گے اور سب ہی مجددین میں ہوں گے۔ (تذکرہ مجدد الف ثانی، ص: ۲۲-۲۳)

یہاں بھی پہلی رائے کی بنسبت ہمارے نزدیک یہ دوسری توجیہ زیادہ صحیح ہے کیونکہ تاریخ اسلام کی ہر صدی میں قد آور و متبحر علماء کی ایک لمبی قطار لگی ہے جس کے ہر ہر فرد نے زندگی کو وقف کر کے دین متین کی خاطر اپنی رگ رگ کا لہو نچوڑ دیا ہے۔ ظاہر ہے پہلی رائے کو تسلیم کرنے کی صورت میں یہ اعزاز صرف ایک ہی شخص کو مل سکتا ہے بقیہ کو لامحالہ اس سے محروم کرنا ہوگا حالانکہ سیرت و شخصیت صلاحیت و صالحیت اور اپنے بلند کارناموں کی رو سے وہ تمام ہی پاسبان حرم اس خطاب کے بیک وقت مستحق ہیں اس لیے یہ تاج ان سب کے سروں پہ رکھا جانا چاہیے۔ دسویں صدی ہجری کے مشہور محدث ملا علی قاری اس رائے کی تصویب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

والا ظهر عندى والله اعلم ان المراد بمن يجدا ليس شخصا واحد ابل المراد به جماعة يجدد كل احد فى بلد فى فن اوفنون من العلوم الشرعية ما تيسر له من الامور التقريرية اوالتحريرية ويكون سببا لبقائة وعدم اندراسه وانقضاء ه الى ان ياتى امر الله. (مرقاة، ج: ۱ ص: ۳۰۲. كتاب العلم فصل دوم)

میرے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ یہاں من سے کوئی معین شخص

نہیں بلکہ جماعت مراد ہے جس کا ہر فرد تحریر و تقریر کے ذریعہ مختلف ملکوں میں کسی ایک فن یا حسب توفیق دینی علوم کے متعدد موضوعات کی تجدید کرتا ہے جو اسلام کی بقاء اور اس کی دائمی تروتازگی کا باعث ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ قیامت تک چلے گا۔

لغت وفقہ کی رو سے کیونکہ لفظ "من" میں وسعت وکثرت کی پوری گنجائش ہے اس لیے ملا علی قاریؒ مولانا سید سلیمان ندویؒ اور مولانا محمد منظور نعمانیؒ وغیرہم کی یہ رائے بڑی معقول اور وزنی ہے اور اسے رد نہیں کیا جاسکتا جبکہ بعض اہل علم کی رائے ہے کہ یہاں بیک وقت دونوں موقف صحیح ہیں اور مجددین کی بعثت دونوں ہی طریقے پر ہوئی ہے کبھی فرد کی صورت میں تو کبھی جماعت کی صورت میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا رجحان یہی معلوم ہوتا ہے۔ تکمیل دین اور حفاظت شریعت کے بعد ہر دور میں عبقری شخصیات کے ذریعہ دین وشریعت کی از سرنو تجدید اور امت مسلمہ کے اندر نئی روح پھونک دینا ہماری تیسری بڑی خصوصیت ہے جس میں کوئی قوم ملت بیضاء کی شریک وسہیم نہیں اور امم سابقہ کی پوری تاریخ بھی اس اعزاز وامتیاز سے خالی ہے لیکن یہ چیز ایک عظیم انعام ہونے کے ساتھ ساتھ ایسی لغزش گاہ بھی ہے جہاں قلم اور قدم ذرا سی غفلت سے گمراہی کے جادے پر دوڑ پڑتے ہیں۔ چنانچہ بعض حضرات مسئلہ تجدید کو بے انتہا اہمیت دے کر غالباً یہ تصور کر بیٹھے ہیں کہ وہ شاید نبوت سے کچھ ہی کم درجہ کی چیز ہے جو صدی کے آخر میں بس ایک شخص کو ملتی ہے اور اس کی معرفت واطاعت پر معاصرین کی نجات وموقوف ہے جب کہ کچھ ناخداترس لوگوں نے یہاں بڑی جذباتی نکتہ آفرینیاں کی ہیں اور کئی قدم آگے بڑھ کر وہ حرم نبوت تک جا پہنچے ہیں اس لیے آخر میں ہم یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ نقطۂ نظر غلط بلکہ گمراہ کن ہے۔

تجدید نبوت کی طرح کوئی مستقل منصب ہے نہ ہی مجدد کی معرفت رسول کی طرح فرض ہے کہ امت ہر صدی میں بس اسی کو تلاشا کرے۔ اسے تو اپنے مجدد ہونے کا خود بھی قطعی علم نہیں ہوتا اسی طرح وہ معصوم عن الخطاء بھی نہیں ہوتا چنانچہ نہ وہ تجدید کا دعویٰ کرتا ہے اور نہ ہی اس بنیاد پر لوگوں کو اپنی اطاعت کی دعوت دیتا ہے۔ تجدید کی حقیقت بس اتنی ہی ہے کہ وعدۂ خداوندی انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون کے مطابق ہر دور میں کچھ لوگ زمانے کی آلائشوں سے شریعت اسلامی کو پاک وصاف کر کے اصل دین کی دعوت دیں گے جس کی وجہ سے امت کا روحانی شعور بیدار ہوگا اور پورا معاشرہ حرکت میں آجائے گا۔

تاریخ کی تصدیق

چنانچہ تاریخ اس کی صد فیصد تصدیق کرتی ہے کہ جب دین میں بگاڑ شروع ہوا، جب بدعات و خرافات کا طوفان اٹھا، جب عقائد و اعمال کے فتنوں نے مل کر قیامتیں ڈھائیں، جب غلو پسندوں کی تحریفوں نے سر ابھارا، جب حق ناآشناؤں کے بے بنیاد دعوے شروع ہوئے، جب جاہلوں کی تاویلوں کا بازار گرم ہوا، جب ذہنی تھکاوٹ، شکست خوردگی اور مایوسیوں سے امت کا سفینہ ہچکولے کھانے لگا اور جب دودھ کے میٹھے چشمے کو زمانے کے گرد و غبار نے آلودہ کرنا چاہا تو عین اسی وقت اسلام نے ایک بھرپور کروٹ لی اور فرعونوں کا سر توڑنے کے لیے وقت کا موسیٰ خدائی عصا لے کر اپنی کمین گاہ سے نکل پڑا۔

تجدید دین کے اس بلند اسٹیج پر قرن اول میں سب سے پہلے سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے قدم رکھا اور اس مقام پر پہنچتے ہی ان تمام سوراخوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر بند کر ڈالا جہاں سے اسلامی قلعے میں پانی رس رہا تھا۔ ان

کے بعد پھر جماعت کی صورت میں یہ تجدیدی کارواں آگے بڑھا اور حضرات مجددین تاریخ کے ہر دور میں گردش زمانہ کی گرد وغبار کو جھاڑ کر دین محمدی کو صاف و مجلی کرتے رہے اور زندگی کے کسی نازک موڑ پر بھی غلو پسند، جاہل و نادان اور حق نا آشنا مدعیوں کو انہوں نے شریعت مطہرہ سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی۔

امام مہدی آخری مجدد

تجدید دین کے اسی سلسلے کی سب سے آخری کڑی امام مہدی ہیں۔ وہ اس امت کے آخری مجدد ہوں گے اور فتنہ وفساد کے عروج وشباب کے زمانے میں ظاہر ہو کر دنیا کے ظلم وستم کو عدل وانصاف سے اور ہمارے زوال کو اقبال سے بدل دیں گے۔ یہ دنیا کی تاریخ کا سب سے بڑا معجزاتی کرشمہ ہوگا اس لیے تمام تر روحانیت و تجدیدی طاقت سمٹ کر ان کی شخصیت میں سما جائیگی۔ چنانچہ ہم ان کو خاتم تجدید، جامع المجددین، مجدد آخر الزماں اور امام المجددین کا لقب دیں گے۔

اس دعوے کی دلیل کیا ہے؟ اس کے جواب میں ہم مہدی سے متعلق وہ تمام احادیث پیش کرتے ہیں جن میں دین کے دوبارہ زندہ ہونے اور صلاح و تقویٰ سے معمور ایسے منور معاشرے کی تشکیل کا ذکر ہے جو عہد رسالت کی جھلک اور حقیقتاً دور صحابہ کا عکس ہوگا چنانچہ برصغیر کے مشہور عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔ **هو آخر مجددی هذه الامة**(۱) وہ اس امت کے آخری مجدد ہوں گے۔

---

(۱) الکواکب الدری ج: ۲، ص: ۵۷

فصل دوم

خلافت علی منہاج النبوہ

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے،وہ فکر و عقیدہ کی تخم ریزی کر کے پہلے اخلاق و عبادات کا روح پرور ماحول بناتا ہے پھر ان ایمانی منزلوں کو طے کرنے کے بعد وہ ہمیں تعلیم و تربیت، تہذیب و تمدن، اقتصادیت و معیشت، معاشرت و سیاست، حکومت و سلطنت اور زندگی کے ہر میدان میں واضح اور ہمہ گیر راہنمائی کا ایک بہترین دستور عطا کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کیونکہ نوع انسانی کے آخری پیغمبر تھے اور آپ کے بعد اب قیامت تک کوئی دوسرا رسول نہیں آئے گا۔اس لیے نبیٔ آخر الزماں نے اپنی زندگی میں ہی دین کے تمام اخلاقی اور سیاسی زاویوں کو عملی جامہ پہنا کر اسلامی قلعے کی تعمیر مکمل کر دی تاکہ امت کے لیے ایک ایسا نمونہ قائم ہو جس سے وہ ہدایت و روشنی حاصل کرے اور دین و شریعت کے عملی نفاذ میں اسے قیامت تک کوئی پریشانی لاحق نہ ہو۔

مدینہ منورہ کا نبوی نظام اسی انطباق و تطبیق کا مظہر تھا جو صحیح عقائد کے فروغ، عبادات کے قیام، شرعی امور کے نفاذ، حدود و تعزیرات کے اجراء، دینی تعلیم و تربیت، ملی تہذیب و ثقافت، اسلامی اقتصادیت، قرآنی قوانین، امت مسلمہ کی دشمنوں سے حفاظت اور دعوت و جہاد کے ذریعہ اسلامی

سلطنت کی توسیع وترقی پر مشتمل تھا۔ اس شرعی نظام کی تعمیر دراصل ایک دینی فریضہ تھا جس کو دنیا میں برپا کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعوت و جہاد کے میدان میں دس سال تک اپنا خون بہایا تب جاکر اس کی تشکیل مکمل ہوسکی۔ اس لیے اس متاع بے گراں کی حفاظت وپاسبانی شرعی نقطۂ نظر سے ایک لازمی وفطری بات تھی دین کو گردش زمانے سے پاک وصاف کرکے از سر نوزندہ وتابندہ کردینا اور اس کی عظمت واہمیت کو لوگوں کے دلوں میں اتار کر امت میں ایک نئی روح پھونک دینا تو تجدید کہلاتا ہے جس کے ظہور کا ہر صدی میں وعدہ ہے لیکن رسول کی وفات کے بعد دینی روح کے عملی پیکر اور شریعت کے مجسم ڈھانچے کو تمام نبوی خوبیوں کے ساتھ برقرار رکھنا اور نئی توسیع وفتوحات کے ذریعہ اس قلعے کو مزید مستحکم کرنا آخر کیا کہلائے گا؟ کیا رسول اللہ نے تجدید کی طرح اس باب میں بھی ہمیں کوئی اہم خبر دی ہے؟ اس سوال کا جواب پانے کے لیے جب ہم حدیث کی کتابوں کا مطالعہ شروع کرتے ہیں تو ہر جگہ ہمیں تین پیشین گوئیاں صاف نظر آتی ہیں جو اس مسئلہ میں کافی اہمیت کی حامل اور بنیادی اصول کا درجہ رکھتی ہیں۔

(۱) میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی!! (ابوداؤد)

(۲) میری امت میں بارہ خلیفہ ہوں گے!! (مسلم)

(۳) میرے بعد کوئی نبی نہیں! ہاں خلفاء ہوں گے جن کی تعداد بہت ہوگی!!

خلافت راشدہ

ان تینوں حدیثوں میں قدر مشترک پہلی چیز تو ہم کو یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے بعد بھی یہ نظام حکومت باقی رہے گا اور اس بقاء واستقرار کے فریضہ کو شریعت کی اصطلاح میں ہم "خلافت" کے مبارک لفظ سے تعبیر

کرتے ہیں۔ یہ دراصل تجدید سے اگلی منزل ہے۔ مجدد دین کا صحیح نقشہ وتصور پیش کرتا ہے اور خلیفہ ان خاکوں میں رنگ بھر کر اس کی عمارت اٹھاتا ہے۔ خلافت کے معنی نیابت وجانشینی کے ہیں۔ حضور ﷺ ایک معلم ومربی، امام وقاضی، مقنن وشارع، حاکم وفرمانروا، قائد وسپہ سالار، عابد ومجاہد اور تمام کمالات پر مشتمل ایسی جامع شخصیت کے مالک تھے جو کتاب وسنت کی تعلیم، اخلاق کا تزکیہ، نفوس کی تہذیب اور تمام تربیتی ذمہ داریوں کو پوری کرنے کے ساتھ کلمہ حق کی سربلندی اور کفر کی گوشمالی کے لیے قیام دین، جہاد فی سبیل اللہ، سیاست وقیادت اور شرعی حکومت کی توسیع وترقی کے لیے ہر میدان میں قائدانہ رول ادا کرتے تھے اس لیے خلافت صرف اسی حکومت کو کہا جائے گا جو خالص نبوت ورسالت کی بنیادوں پر قائم ہو۔ اس میں نبوی نظام کی تمام ترصفات موجود ہوں۔ حکومت کا ڈھانچہ بالکل عہد رسالت کی طرح ہو۔ جہاد کا پورا نظم ہو، مساجد ومدارس کو کلیدی مقام حاصل ہو، قرآن وحدیث مملکت کا دستور ہوں، علماء محاسب ہوں، امر بالمعروف ونہی عن المنکر رائج ہو، زندگی کا ہر میدان شریعت کا پابند ہو، عدل کا قیام اور ظلم کا استیصال ہو الغرض حکومت حتی الامکان عہد رسالت کے نہج پر ہو۔

یہ نظام انسانی خواب وخیال کی سب سے آخری منزل ہے۔ اس میں سب سے اہم کردار اصحاب شوریٰ اور خلیفۃ المسلمین کا ہوتا ہے۔ اصحاب شوریٰ کے لیے ضروری ہے کہ وہ سب مخلص ومتقی، اہل علم وفضل اور نہایت صائب الرائے مشائخ ہوں تاکہ ذاتی مفاد سے اوپر اٹھ کر وہ پوری ایمان داری سے امیر المومنین کا انتخاب کریں اور امت کی یہ عظیم مسند صرف اسی شخص کے حوالے کریں جو ظاہری وباطنی تمام کمزوریوں سے پاک ہو اس کی سماعت وبصارت صحیح ہو، عقل وفہم درست ہو، ذہین فطین اور بیدار مغز ہو، علم

وحلم کا مرقعہ ہو، معاملہ فہم اور وقت شناس ہو، جنگ و صلح کی صلاحیتیں رکھتا ہو، بے انتہا قوت فیصلہ ہو، عادل و متقی ہو، بہادر اور صائب الرائے ہو الغرض نبی کے مزاج و طبیعت سے اسے بالکلیہ مناسبت اور آپ کے طور وطریقوں سے اتنی مشابہت ہو کہ وہ مسجد کے منبر پر فروکش ہو کر نبوت ورسالت کے مقاصد کو اچھی طرح بروئے کار لاسکے۔

خلیفہ نبی کا مجاز اور رسول کا سچا جانشین ہوتا ہے۔ وہ نبوی نور و برکت کی کرن اور عہد رسالت کا فیض و عکس ہوتا ہے۔ اس کے فکر و عمل کی تمام صلاحیتیں نبوت کے رنگ میں رنگ جاتی ہیں چنانچہ علماء و مشائخ کے بقول خلافت اصلاح و تجدید کے تمام مراتب کی جامع ہے اسی لیے خلیفہ راشد کا درجہ مجدد امت سے بڑھ کر ہے۔

دوسری چیز ان حدیثوں سے ہم کو یہ معلوم ہوتی ہے کہ تجدید دین کی طرح خداوند قدوس نے امت محمدیہ میں دوسرا سلسلہ خلافت کا جاری کیا ہے تاکہ شریعت کے ساتھ حضور کے قائم کردہ نظام حکومت کی بھی توسیع وحفاظت ہو سکے۔ چنانچہ وفات نبوی کے بعد ایسا ہی ہوا اور تاریخ نے یکے بعد دیگرے تینوں حدیثوں پر حق و صداقت کی مہر لگادی صدیق اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضی اور حضرت حسن کی خلافت پر یہ تیس سال مکمل ہوئے۔

دوسرے درجے کی خلافت

یہ خلافت علی منہاج النبوۃ تھی جو حقیقتاً دور رسالت ہی کا ایک ضمیمہ اور نبوت کا عکس و پر تو تھا۔ اس کے بعد دوسرے درجہ کی خلافت شروع ہوتی ہے جسے احادیث میں ملوکیت کا بھی نام دیا گیا ہے اس کے اصلاً تین دور ہیں۔ اموی، عباسی، اور عثمانی حضور نے اس عہد میں خلفاء کی کثرت کی خبر دی تھی۔ اس لیے ان تینوں ادوار میں ان کی تعداد کم و بیش ۹۷ تک

پہنچتی ہے اور انہوں نے ۱۴۱ھ سے ۱۳۴۰ھ تک عالم اسلام پر ایک لمبے عرصہ حکومت کی۔ یہ خلافت کی سکنڈ پوزیشن ہے اس لیے یہاں نبوت کا اتنا گہرا رنگ بھی نظر نہیں آتا اور کچھ چیزیں واقعی ایسی دکھائی پڑتی ہیں جن پر ہم خلفاء کی گرفت کر سکتے ہیں، لیکن جس طرح ایمان و عقیدے کی موجودگی میں ایک بے عمل شخص بھی مسلمان رہتا ہے اور معمولی خلاف ورزیوں سے وہ کافر نہیں ہو جاتا اسی طرح یہ حکمراں اپنے بعض غیر ذمہ دارانہ رویوں کے باوجود بایں معنی خلفاء ہی رہے اور ان کی حکومت مجموعی طور پر اسلامی خلافت ہی کہلائے گی جو ایک لمحہ کے لیے بھی دار الحرب میں تبدیل نہیں ہوئی۔ چنانچہ اس نظام کے درہم برہم ہو جانے کے بعد آج ہمیں بڑی شدت سے یہ احساس ہوتا ہے کہ ہماری خلافت اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود بہر حال دین و شریعت کی محافظ اور عالم اسلام کی پاسبان تھی جس سے پوری امت کا دنیا میں ایک تاریخی بھرم قائم تھا اور دشمن آج کی طرح اسے ایک دم لقمہ تر بنانے سے پہلے بہت کچھ سوچنے پر مجبور تھے اسلامی تاریخ کے اس دوسرے دور کا شرعاً وہ مقام تو نہیں جو خلافت راشدہ کو حاصل تھا لیکن ایک دینی نظام ہونے کے ناطے وہ بحیثیت مجموعی اسلام ہی کے حق میں جاتا تھا اس لیے رسول اللہ نے اس عہد کے خلفاء کے لیے بھی بڑی حد تک سمع و طاعت کی تاکید کی تاکہ یہ نظام کسی صورت بکھرنے نہ پائے۔ چنانچہ ان ناصحانہ وصیتوں کے پیش نظر بعد کے زمانوں میں صحابہ و تابعین نے بھی اپنے معیار سے نیچے اتر کر ان خلفاء کے ہاتھوں پر بیعت کی اور مکمل تیرہ صدیوں تک تمام مشاہیر امت خلافت کے مطیع و فرمانبردار رہے اور کبھی انہوں نے خلفاء سے بغاوت نہ کی۔ اگر یہ نظام اتنا ہی "کافرانہ" اور "جاہلیت کا مارا" تھا کہ اس میں دین کا بالکل ہی پتہ نہ تھا تو قرن اول سے چودھویں صدی کے نصف

اول تک صحابہ و تابعین، محدثین و مفسرین، علماء و فقہاء، مجددین امت اور تاریخ دعوت و عزیمت کے بلند کردار ان خلفاء کے ہاتھ پر ہرگز بیعت نہ کرتے اور ایسی حکومتیں قائم ہوتے ہی خروج کے لیے نکل پڑتے۔

خلافت و خلفاء کے اس دوسرے دور کے متعلق ہمارے نزدیک یہ سب سے معتدل اور محتاط رائے ہے جو بیک وقت تمام اشکالات کو رفع کر کے اس مسئلہ میں ذہن کی تمام الجھنوں کو یک لخت دور کر دیتی ہے اور عقل و فکر کے پردے پر کوئی اعتراض نہیں رہتا اس لیے بعض حلقوں نے اس سلسلے میں غلو اختیار کر کے جو قیامتیں ڈھائی ہیں "جاہلیت و ملوکیت" کی رٹ لگا کر اسلامی خلافت کو جس طرح بدنام کیا ہے اور ان خلفاء کو جس انداز سے دین و شریعت کی حدود سے نکال کر فرعون و قارون کی صف میں لا کھڑا کیا ہے وہ غلو پسند، اعتدال سے دور اور ایسا سطحی و جذباتی موقف ہے جو صحابہ و تابعین اور تیرہ صدیوں کے ان تمام علماء کو مجرموں کے کٹہرے میں لا کھڑا کرتا ہے جو مسلسل ان "جاہلی" حکومتوں میں رہے اور اصلاح کے علاوہ انہوں نے وہاں سے ہجرت کی کوئی ادنیٰ کوشش تک نہ کی۔

یہاں کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ ہم "ملوکیت زدہ" خلافت کی حمایت میں ان تاریخی شخصیتوں کی اہمیت گھٹا رہے ہیں جنہوں نے دوبارہ اسے نبوت کی پٹری پر لانے کے لیے ظالم حکمرانوں کے خلاف زوردار آوازہ لگا کر افضل ترین جہاد کا ثواب حاصل کیا بلکہ ہمارا مقصد محض اتنا ہے کہ یہ نظام اگر ہو بہو خلافت راشدہ کے طرز پر نہ تھا تو وہ اتنا گیا گزرا فرعونی دور بھی نہ تھا جو بس کفر و جاہلیت ہی میں لت پت ہو اور دین و شریعت سے اسے کوئی سروکار نہ ہو ورنہ جہاں تک حضرت عبداللہ بن زبیر، سیدنا حسین، انصار مدینہ اور مکہ میں رہنے والے اللہ کے پڑوسیوں کے خروج کا سوال ہے تو ہر صحیح العقیدہ مسلمان پہلے ہی سے انہیں برحق اور یزید کو غلط و نادرست

جانتا ہے۔ہم سمجھتے ہیں کہ ان ارباب تقوی کے اٹھتے ہی اسے خلافت سے دستبردار ہونا چاہیے تھا تاکہ یہ ذمہ دار خود کسی کو خلیفہ مقرر کرتے لیکن اس قربانی کے بجائے اس نے سرکشی پر کمر باندھی اور حرم میں ان پاکبازوں کا خون بہایا جن کا پسینہ بھی زمین پر گرنا امت کو گوارہ نہ تھا۔یہ یقیناً یزید کا اتنا بڑا جرم ہے جسے امت قیامت تک معاف نہیں کرسکتی اور ہم بھی کل محشر میں کھڑے ہو کر اس سے خون حسین کا سوال کریں گے۔(۱)

بارہ خلیفہ

تیسری چیز ان احادیث سے ہم کو یہ پتہ چلتی ہے کہ خلفاء کی اس لمبی قطار میں بارہ خلیفہ منفرد شان اور ممتاز اوصاف کے حامل ہوں گے۔ان کی یہ امتیازی خصوصیت کیا ہو گی؟اس سلسلے میں شرح حدیث کی مختلف رائیں ہیں محدثین کے ایک طبقہ کا خیال ہے کہ اس سے مراد ابتداء اسلام کے وہ بارہ خلیفہ ہیں جن کی امامت پر پوری امت کا اجماع رہا اور بالآخر تمام مسلمانوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔اس ضمن میں وہ ابو بکر و عمر، عثمان و علی، معاویہ و یزید، عبدالملک بن مروان، ولید، عمر بن عبدالعزیز، سلیمان، یزید اور ہشام کے نام پیش کرتے ہیں۔امام نووی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس توجیہ کو راجح اور تاریخی واقعات کے مطابق قرار دیا ہے اس لیے بعد کے زمانوں میں پیدا ہوئے والے محدثین کی ایک اچھی خاصی تعداد ان کے موقف کی ہم نوا ہے اور وہ دوسری رایوں کے مقابلے میں اسی کو زیادہ صحیح سمجھتی ہے لیکن یہ رائے محل نظر ہے کیونکہ اس کی ترجیح کی سب سے بڑی دلیل یہ دی گئی ہے کہ روایت باب کی دوسری سند میں کلھم

---

(۱) عباسی دور میں بھی خاندان نبوت کے جن حضرات نے اپنے حکمرانوں کے خلاف خروج کیا وہ بھی سیدنا حسین کی طرح سو فیصد حق پر تھے۔

یجتمع علیه الناس کا اضافہ ہے اور اس صورت کا صحیح انطباق خلفاء اربعہ اور بنو امیہ کے مذکورہ ۸ر فرمانرواؤں کے عہد پر ہوتا ہے حالانکہ تاریخ اس انطباق کی تردید کرتی ہے اور قرن اول پر نظر رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ اس نوعیت کا اجماع ہر ہر خلیفہ کے لیے ثابت کرنا ایک مشکل ترین امر ہے۔ اس کی واضح مثال خلفائے راشدین میں حضرت علیؓ اور خلافت راشدہ کے بعد یزید بن معاویہ ہیں۔ خلیفہ رابع کی امامت سے امیر معاویہ نے سخت اختلاف کیا اور ان کے زیر اثر صحابہ و تابعین وغیرہم ایک بڑی جماعت وفات تک حضرت علی کی اطاعت پر رضامند نہ ہوئی جبکہ یزید بن معاویہ کے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی اختلاف و تفرقہ کی ایک شورش اٹھ پڑی جسے بزور طاقت دبانے کے باوجود یزید کی موت اس حال میں ہوئی کہ مکہ میں رہنے والے صحابہ و تابعین وغیرہ کسی صورت اس کی بیعت کے لیے تیار نہ تھے اور کھلے میدان میں اس کی فوجوں کے خلاف جہاد کر رہے تھے۔ اب ہر ہر خلیفہ پر امت کے اتفاق کا دعویٰ کرنا کہاں تک صحیح ہوگا؟ اس صورت میں تو خلفاء کی فہرست میں سیدنا حضرت علی اور یزید کی شمولیت یقیناً مشکل ہوگی اور ان کی تعداد بارہ سے گھٹ کر دس رہ جائے گی۔ اس موقف پر علامہ ابن اکثیرؒ نے بھی البدایہ والنہایہ میں اسی قسم کے اعتراضات کیے ہیں۔

اس تنقیح سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ توجیہ تاریخی صورت حال پر پوری طرح منطبق نہیں ہوسکتی، اس کی رو سے خلفاء کی تعداد دس ہی ہوگی، حدیث کے مطابق بارہ کبھی نہیں ہوسکتی اس لیے واقعات کی روشنی میں یہ راجح نہیں بلکہ مرجوح موقف ہے جسے تمام توجیہات پر فوقیت و ترجیح کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں ہے۔

دوسری توجیہ شارحین حدیث یہ پیش کرتے ہیں کہ یہاں امتیازی

خصوصیت سے مراد خلافت راشدہ ہے یعنی خلفاء کے اس جم غفیر میں بارہ خلیفہ عادل و متقی اور ایسے خوش نصیب ہوں گے جن کے دور میں نظام حکومت پوری طرح نبوی طرز پر برقرار رہے گا اور اس میں اگر جاہلی جراثیم نے دراندازی کی ہوگی تو یہ خلفاء اس فاسد مادے کو الگ کر کے خلافت راشدہ کی نبوی شان و شوکت کو دوبارہ بحال کردیں گے اور ان کے عہد میں کفر کے استیصال اور دین کی سربلندی کا کام پورے زور و شور سے جاری رہے گا حدیث باب کا ایک اور طریق بھی موجود ہے جس میں پوری طرح صراحت ہے کہ یہ خلفاء عادل و متقی ہوں گے چنانچہ برصغیر کے مشہور محدث حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری اس توجیہ کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

المراد بهم الذين هم على سيرة الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم وآخرهم الامام المهدى وعندى هذا هوالحق والتفصيل فى ذلك ذكره السيوطى فى تاريخ الخلفاء ومولانا الشيخ ولى الله الدهلوى فى قرة العينين فى تفضيل الشيخين.

(بذل، ج:۵، ص:۱۰۱ مطبوعۃ مکتبہ رشیدیہ سہارنپور)

محدثین کے ایک طبقہ کا خیال ہے کہ یہ خلفاء ابوبکر و عمر، عثمان و علی کے نقش قدم پر ہوں گے اور ان میں سب سے آخری خلیفہ حضرت امام مہدی ہوں گے ۔ میرے نزدیک یہی رائے حق و صواب پر مبنی ہے سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے قرۃ العینین میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

حدیث باب کے ضمن میں اس کے علاوہ کچھ دوسری توجیہات بھی منقول ہیں جنہیں ہم نقل کرنے کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں کرتے کیونکہ شارحین کے نزدیک نہ تو وہ علمی اور باوزن ہیں اور نہ ہی واقعات ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس لیے مزید بحثوں میں الجھنے کے بجائے ہم یہ

صراحت کرتے ہوئے اب آگے بڑھتے ہیں کہ حدیث باب کی یہ دوسری توجیہ نبوی الفاظ سے قریب تر، منشاء نبوت کے عین مطابق اور اس کا بدیہی وفطری مفہوم ہے اور حضرت مولانا ادریس کاندھلوی بھی مولانا سہارنپوری علیہ الرحمہ کی رائے سے صد فیصد اتفاق کرتے ہیں۔ امام ابو داؤد، امام ترمذی، بغوی، حافظ ابن کثیر اور سیوطی وغیرہم کا بھی یہی رجحان ہے۔

رسالت کے بعد خلافت کا قیام ظہور نبوت کا لازمی نتیجہ اور پیغمبر کی تعلیمات کا بنیادی تقاضہ ہے تاکہ سالہاسال تک نبی نے اپنا لہو کھپا کر آسمانی اصول وتعلیمات کی بنیاد پر جس دینی نظام کو دنیا میں برپا کیا تھا وہ اسی آن بان کے ساتھ مستقبل کی راہوں پر گامزن رہے اور نبی کی وفات سے اس میں کوئی جھول اور خلا پیدا نہ ہو۔ ہماری شریعت وتاریخ کا یہ وہ مسلم اصول ہے جس میں قرن اول سے آج تک کسی صاحب علم نے اختلاف کی جرأت نہیں کی اور فقہاء امت کو یہ تاکید کرتے رہے ہیں کہ مسلمانوں کا ہر وقت ایک امیر وخلیفہ ہونا چاہیے جس کے ہاتھ پر ہم اطاعت کی بیعت کریں اور وہ شریعت کے نفاذ واجراء، دشمنوں کی سرکوبی اور اسلام کی توسیع وحفاظت پر کمربستہ ہو ورنہ بصورت دیگر یہ نبوی نظام بکھر جائے گا اور امارت وخلافت کے فقدان سے پوری امت گنہگار ہو گی

چنانچہ صحابہ کرام کے نزدیک یہ مسئلہ بیحد اہم تھا اور اس کی اہمیت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ وصال نبوی کے بعد انہوں نے سب سے پہلے امامت ہی کی طرف توجہ کی اور حضور کی تدفین اس وقت تک کے لیے مؤخر کر دی جب تک خلافت قائم کر کے مسجد نبوی کے منبر پر صدیق اکبر کو نہ بٹھا دیا۔ نبوت کے بعد متصلاً یہ خلافت تیس سال تک قائم رہی اور اس مختصر عرصہ میں عالم اسلام پر ابو بکر وعمر، عثمان وعلی اور حضرت حسن نے حکومت کی۔ یہ خلافت کا مکمل اور آئیڈیل دور تھا۔ اس کے بعد وہ

اپنے معیار سے کچھ نیچے اتر آئی اور اس پر بنو امیہ کا تسلط قائم ہوا جو ۱۳۲ ہجری تک جاری رہا۔ امویوں کے زوال پر خلافت کی باگ ڈور بنو عباس نے اپنے ہاتھوں میں لی اور ۹۲۳ تک یہی امت کی قیادت کرتے رہے تاآنکہ یہ امانت آخر میں عثمانی ترکوں کے ہاتھ لگی جنہوں نے یورپ وایشیا میں اپنا خون بہا کر ۱۳۳۶ھ تک چار صدیوں سے زائد عرصہ اس چراغ کو جلا بخشی پھر ۲۴ / مارچ ۱۹۲۳ کا تاریک دن خلافت وامارت کے لیے پیغام اجل ثابت ہوا جب مصطفیٰ کمال پاشا نے اس مبارک سلسلے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ اہل نظر کے نزدیک ۶۵۶ ھ کے بعد تاریخ کا یہ اتنا دردناک حادثہ ہے جس پر جتنا بھی رویا جائے کم ہے۔

تو اس طرح ہماری خلافت تقریباً ساڑھے تیرہ صدیوں پر محیط ہے اور اس میں کل ملا کر تقریباً ۱۰۲ خلفاء نے عالم اسلام کی پاسبانی کی ہے۔ ان میں ابو بکر و عمر، عثمان و علی، حضرت حسن اور عمر بن عبد العزیز تو بالاتفاق ان بارہ خلفاء میں شامل اور اس جماعت کے ممتاز ترین فرد ہیں جبکہ اس صف کے دوسرے پانچ خلفاء کو ہم تاریخ میں عبد اللہ بن زبیر، محمد مہدی عباسی، صلاح الدین ایوبی، عالمگیر اورنگ زیب اور سید احمد شہید وغیرہم کی صورت میں تلاش کر سکتے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے زمانوں میں بالکل نبوی خطوط پر دنیا میں اسلامی حکومت قائم کی۔ لیکن ہمارا مقصد ان پانچ خلفاء کی تعیین نہیں اور نہ ہی انہیں نامزد کر کے ہم بحث واختلاف کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں بلکہ اس پوری تفصیل سے ہم تو مختصر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ گیارہ خلفاء کے بعد خلافت راشدہ کی بارہویں کڑی کا ظہور حضرت امام مہدی کی شکل میں ہوگا اور اب وہی اس امت کے آخری خلیفہ راشد ہوں گے ہمارے اس دعوے کی کیا دلیل ہے؟ اس ضمن میں ہم وہ تمام احادیث پیش کرتے ہیں جن میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی کو خلیفہ وامام کا لقب دیا

اور ان کے ظہور کی خوشخبری دے کر ہمیں اس دور بابکت کے انتظار کی تلقین کی جبکہ ان کا آخری خلیفہ ہونا تو اتنا واضح اور بدیہی ہے کہ اس کے لئے مطلق دلیل کی ضرورت نہیں کیونکہ احادیث کے مطابق امت کا عروج واقبال مہدی تک محدود ہے اور انہیں کے دور میں اسلام آخری بار پوری قوت سے اچھال مارے گا اس کے بعد رفتہ رفتہ مسلمانوں کا زوال شروع ہوگا، علم سلب ہوگا۔ ایمان کمزور پڑ جائے گا اور نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ تقوم الساعة علی شزار الخلق چنانچہ علامہ سفارینی مہدی کو خاتم الائمہ، مولانا سہارنپوری، مولانا ادریس صاحب کاندھلوی، حافظ ابن کثیر اور علامہ سیوطی انہیں امت کے آخری خلیفہ راشد کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔

باب چہارم
عمر ابن عبد العزیز
اور
امام مہدی

تجدید و خلافت اپنی نوعیت کے لحاظ سے دو الگ الگ میدان ہیں اور عہد گذشتہ میں الگ الگ شخصیتیں ہی ان میں گھوڑے دوڑاتی رہی ہیں لیکن اسلام کا تاریخی تسلسل اپنے دامن میں ایسی دو عظیم ہستیوں کو بھی سمیٹے ہوئے ہے جن میں بیک وقت یہ دونوں خوبیاں جمع ہیں اور تجدید دین کے ساتھ خلافت راشدہ کے قیام کا کارنامہ بھی ان کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے تو اس طرح وہ یکون في امتی اثنا عشر خلیفۃ کی عملی تفسیر اور من یجدد لھا امر دینھا کی مجسم تعبیر ہیں اور دین و امت کے بقاء و تحفظ کے یہ دونوں سلسلے باہم گلے مل کر کچھ اس طرح ان کی شخصیت میں سما جاتے ہیں کہ وہ دونوں تجدید و خلافت کا حسین سنگم دکھائی پڑتے ہیں اور ان کے اٹھتے ہی دونوں میدانوں میں حجازی نور بکھر جاتا ہے۔

ان میں پہلی شخصیت سیدنا عمر بن عبد العزیز ہیں۔ وہ ایسے نازک موقعہ پر قیادت کے لیے آگے بڑھے جب کہ خلافت منہاج نبوت کو چھوڑ کر ملوکیت کی ڈگر پر چل نکلی تھی اور نصف صدی کے گرد و غبار کو جھاڑنے کے لیے اس وقت واقعی ایک مجدد کی ضرورت تھی چنانچہ انہوں نے بیک وقت دونوں ذمہ داریوں کو انجام دیا اور منصب خلافت پر کھڑے ہو کر اپنے فلک شگاف تجدیدی نعرے سے اسلامی دنیا کو ہلا دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے بعد تجدید و خلافت کے یہ دونوں سلسلے متحد و یکجانہ رہے اور پھٹ کر وہ اب دو مختلف سمتوں میں بہنے لگے چنانچہ تاریخ میں پھر کوئی ان کی نظیر نہیں ملتی اب یہاں جو مجدد ہے وہ خلیفہ نہیں اور جو خلافت کے منصب پر فائز ہے اس میں تجدید کے شرائط مفقود ہیں۔ ان دونوں

دریاؤں کے فاصلے ابھی بھی برقرار ہیں لیکن جس طرح وہ شروع میں ایک ہی وجود سے پھوٹے تھے اپنا لمبا سفر طے کر کے وہ دوبارہ پھر ایک شخصیت میں سما جانے کو بے تاب ہیں۔ سید احمد شہید غالباً تجدید و خلافت کے اسی وصال کی تمہید ہیں جو بہت جلد دونوں کے آخری سنگم کا پتہ دیتی ہے۔

عمر بن عبدالعزیز کے بعد تجدید و خلافت کا یہ دوسرا اور آخری شہ سوار کون ہوگا جس کے لیے تاریخ اتنے جوکھم اٹھا رہی ہے؟ امام مہدی کی شخصیت ہمارے اسی سوال کا جواب ہے وہ دین محمدی کے آخری مجدد اور امت مسلمہ کے آخری خلیفۂ راشد ہیں جو قرب قیامت میں ظاہر ہو کر ایک طرف تو دین پر جمی ہوئی گرد و غبار کو اس قوت سے جھاڑیں گے کہ اس کی تاثیر دل و دماغ کو بدل ڈالے گی اور مسلمانوں کے اندر ایمان و یقین کی نئی لہر دوڑ جائے گی دوسری جانب وہ کفر و جاہلیت کا زور توڑ کر خلافت راشدہ قائم کریں گے اور آندھی و طوفان کی طرح اٹھ کر آناً فاناً پوری دنیا کو فتح کر ڈالیں گے۔

باہمی مماثلت

الغرض خلفائے راشدین کے بعد سیدنا عمر بن عبدالعزیز تاریخ کے مجدد اوّل اور پہلے خلیفۂ راشد ہیں۔ جب کہ امام مہدی مجدد خاتم اور اس امت کے آخری خلیفہ ہیں اس لیے دونوں حضرات میں اتنی مماثلت و مشابہت پائی جاتی ہے کہ قرن اول میں عمر بن عبدالعزیز پر لوگوں کو مہدی کا گمان ہوتا تھا اور وہ ان کی بابت شبہہ میں پڑ جاتے تھے چنانچہ صحیح مسلم میں مروی ہے کہ:

عن الجریری قلت لابی نضرة وابی العلیٰ اتریان انه عمر بن عبدالعزیز فقالا: لا (۱)

جریری کہتے ہیں کہ میں نے ابو نضرہ اور ابو العلی سے دریافت کیا کہ

---

(۱) مسلم جدل ثانی کتاب الفتن۔

کیا عمر بن عبدالعزیز ہی آپ کے نزدیک وہ خلیفہ ہیں جس کے آخری زمانہ میں مبعوث ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ تو انہوں نے کہا نہیں۔

ابو قبیصہ کہتے ہیں:

عن الحسن انه سئل عن المهدی فقال ما اری مهدیا فهو عمر بن عبدالعزیز.

حسن سے مہدی کی بابت دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا میں جہاں تک سمجھتا ہوں وہ عمر بن عبدالعزیز ہی ہیں۔

اسی طرح حضرت طاؤس سے منقول ہے۔

کان عمر بن عبدالعزیز مهدیاً ولیس به

عمر بن عبدالعزیز ایک حیثیت سے مہدی تھے لیکن حقیقی نہیں۔

ابراہیم ابن میسرہ سے منقول ہے:

عن ابراهیم ابن میسره قال قلت لطاؤس عمر بن عبدالعزیز هوالمهدی؟ قال هوالمهدی ولیس به انهٗ لن یستکمل العدل کلهٗ. (اخرجهٗ ابو نعیم فی الحلیة)

کیا عمر ابن عبدالعزیز ہی وہ مہدی ہیں جن کے ظہور کا حدیث میں وعدہ ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ بھی مہدی ہیں لیکن حقیقی نہیں کیونکہ ان کے زمانہ میں عدل و انصاف نقطۂ عروج پر نہیں پہنچا۔

اسی طرح مطر کے سامنے جب عمر بن عبدالعزیز کا تذکرہ آیا تو انہوں کہا:

بلغناان المهدی یصنع شیئالم یصنعه عمربن عبدالعزیز (الحاوی)

ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ مہدی ایسے کارہائے نمایاں انجام دیں گے جو عمر بن عبدالعزیز نہ دے سکے۔

مہدی کی افضلیت

عمر بن عبدالعزیز اور امام مہدی گرچہ ایک ہی سکہ کے دورخ ہیں ۔ اور تجدید وخلافت کی رو سے دونوں میں کوئی واضح فرق نہیں ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مجدد آخر اور خلیفہ خاتم کا مقام مجدد اول اور پہلے خلیفہ سے فائق ہے اور اس کی کئی وجوہات ہیں ہم ذیل میں انہیں نمبر وار درج کرتے ہیں۔

(۱) عمر بن عبدالعزیز کی شخصیت منصوص نہیں بلکہ تاریخی ہے جبکہ امام مہدی کی سیرت وشخصیت، صورت وحلیہ اور ان کے حیات وکارناموں کی تفصیل خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے اور ان کی فضیلت کی صریح نصوص بھی موجود ہیں چنانچہ مستدرک حاکم کی صحیح روایت میں منقول ہے کہ مہدی کے ہاتھ پر تین سو تیرہ افراد کی جو جماعت سب سے پہلے بیعت کرے گی وہ لم یسبقهم الاوّلون ولا یدرکهم الآخرون (صحابہ کے بعد) اگلے پچھلے تمام لوگوں سے افضل ہو گی۔

امام مہدی مدینہ منورہ سے شام کی طرف جس لشکر کو لیکر روانہ ہوں گے اس کی بابت صحیح مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہے کہ:

جیش من المدینة من خیار اهل الارض یومئذٍ (کتاب الفتن)

وہ اس وقت دنیا کے سب سے افضل مسلمانوں پر مشتمل ہو گا شام میں نصاریٰ سے امام مہدی کی زبردست لڑائی ہو گی اور ایک تہائی لشکر شہید ہو جائیگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هم افضل الشهداء عندالله (کتاب الفتن، مسلم، ج:۲)

وہ اللہ کے نزدیک سب سے افضل شہید ہوں گے (۱)

(۱) شہدائے عہد رسالت کے بعد۔

مسلمانوں کی قلت اور عیسائیوں کی کثرت سے گھبرا کر لشکر مہدی کے ایک تہائی فوجی میدان سے بھاگ نکلیں گے صحیح مسلم ہی کی حدیث میں منقول ہے کہ۔

لایتوب الله علیهم ابداً (کتاب الفتن)

اللہ تعالیٰ انہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔

ستر ہزار مسلمانوں کو لیکر امام مہدی قسطنطنیہ کو فتح کریں گے مسند احمد میں اس لشکر اور اس کے قائد کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری موجود ہے۔

لتفتحن القسطنطنیة فلنعم الامیر امیرها ولنعم الجیش ذلك الجیش.

تم ضرور بالضرور قسطنطنیہ کو فتح کرو گے اس کا امیر بہت ہی خوب امیر ہو گا وہ لشکر بہت مبارک لشکر ہو گا۔

فتح قسطنطنیہ کے بعد خروج دجال کی افواہ پھیلے گی اس کی تحقیق کے لیے امام مہدی دس سواروں کا ہراول دستہ دمشق کی طرف روانہ کریں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

هم خیر فوارس علی ظهر الا رض یومئذٍ (مسلم، کتاب الفتن)

وہ اس وقت روئے زمین کے سب سے افضل لوگ ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ کی معیت میں امام مہدی اور ان کے مجاہدین دجال کے خلاف جہاد کریں گے سنن نسائی کی صحیح حدیث میں مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

عصابتان من امتی احرزهما الله من النار عصابة تغزو الهند و عصابة تکون مع عیسیٰ ابن مریم.

مسلمانوں کی دو جماعتوں کو خداوند قدوس جہنم سے بچائیں گے پہلی

وہ جماعت جو ہندوستان پر حملہ کرے گی دوسری جماعت (دجال کے مقابلہ میں) حضرت عیسیٰ کی حمایت کے لیے کھڑی ہوگی۔

یہ احادیث ثابت کرتی ہیں کہ مہدی اللہ کے نزدیک اتنے مقبول وافضل ہیں کہ ان کی صحبت ومعیت میں رہنے والے مرحوم ومغفوران کے جھنڈے تلے شہید ہونے والے افضل الشہداء اور انکا ساتھ چھوڑنے والے ملعون ومردود ہیں۔ یہ امور عمر بن عبد العزیز کے لیے ثابت نہیں ہیں۔

(۲) امام مہدی کو ایک نبی کی امامت اور اس کی طویل صحبت کا بھی شرف حاصل ہے۔

(۳) سیدنا عمر بن عبد العزیز نے دین کی تجدید اس زمانہ میں کی جبکہ فساد کا آغاز ہی ہوا تھا، فتنہ اجتماعی نہیں انفرادی تھا اور خیر القرون کے باعث لوگوں کے دل بھلائی کی طرف مائل تھے۔ اسکے بر خلاف امام مہدی احیائے دین کا جھنڈا اس وقت بلند کریں گے جبکہ فساد عروج وشباب پر ہوگا معروف منکر اور منکر معروف بن چکا ہوگا، دین وشریعت کی کوئی اہمیت نہ رہیگی دنیا پر شیطانی بھوت پوری طرح سوار ہوگا اور مسلمانوں کے قلوب بھی ٹیڑھے ہوچکے ہوں گے خیر القرون کی بنسبت ایسے شر القرون میں حق کا باطل کو پچھاڑ دینا مہدی کی غیر معمولی شخصیت اور ان کی حد درجہ روحانیت کا پتہ دیتا ہے۔

(۴) سیدنا عمر بن عبد العزیز جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو نظام حکومت کا پورا ڈھانچہ موجود تھا اور اس میں صرف نبوی روح کی کمی تھی جس کی تلافی کے لیے انہوں نے اپنی جان گھلائی اور خلافت کا رخ نبوت کی طرف موڑ کرامت کی رگوں میں زندگی کا ابلتا ہوا نیا خون دوڑا دیا جبکہ امام مہدی کا حال یہ ہے کہ ان کے ظہور سے پہلے ہی نظام خلافت اس طرح درہم برہم ہوچکا ہے کہ جسم وروح کا تو ذکر ہی کیا یہاں منہدم عمارت کا ملبہ تک غائب ہے ظاہر ہے ایسی صورت میں انھیں اپنے کام کا آغاز بالکل

شروع سے کرنا ہوگا اور نبوی روح پھونکنے سے پہلے وہ خلافت کا محل تعمیر کریں گے اس لحاظ سے ان کا کارنامہ عمر بن عبد العزیز سے فائق و برتر ہے۔

(۵) سیدنا عمر بن عبد العزیز کی اصلاح و تجدید کا دائرہ محدود تھا جبکہ مہدی کی خلافت و حکومت مشرق و مغرب اور شمال و جنوب تک پھیلی ہے اور دنیا کا کوئی خطہ اس کے دائرے سے باہر نہیں۔

(۶) امام مہدی تجدید و خلافت کے خاتم ہیں، اور یہ خود ان کی فضیلت کی بہت بڑی دلیل ہے مفسر و محدث حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ التفسیر دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک امام مہدی کا مرتبہ خلفائے راشدین کے بعد ہے(۱) لیکن یہاں یہ تصریح بھی ضروری ہے کہ ان تمام فضائل کے باوجود مہدی صرف ایک شخصیت کا نام ہے وہ دین کا ایسا کوئی بنیادی شعبہ نہیں جن کی معرفت وایمان پر نجات موقوف ہو اور ان کے انکار سے کفر لازم آئے ہاں البتہ ظہور کے بعد مسئلہ میں شدت پیدا ہو جائے گی۔

(۱) ظہور مہدی و نزول عیسیٰ، ص: ۵۰ ۳۔

باب پنجم

امام مہدی

ظہور سے وفات تک

امت مسلمہ کے پانچ دور

امام مہدی سے متعلق ہماری کتاب کے یہ چار باب مکمل ہوئے جن میں ہم نے تصورات مہدی کا تجزیہ منکرین کے دلائل کا تعاقب اور امام کی شخصیت وحقیقت پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ ان کٹھن راہوں میں عرق ریزی کے بعد اب ہم پانچویں باب کی طرف قدم بڑھاتے ہیں جو ہمارے علمی سفر کی آخری منزل ہے اور اسی تک پہنچنے کے لیے تحقیق و مطالعہ کی وادی میں آبلہ پائی کر کے ہم نے ان چار ابواب کی بساط بچھائی ہے۔

امام مہدی امت مسلمہ کے عروج واقبال کی انتہا ہیں اس لیے ان کے ظہور سے پہلے مسلمانوں کا حد درجہ زوال وانحطاط ضروری ہے کیونکہ ایک پہلو کی انتہا ہی دوسرے پہلو کا آغاز ہوتی ہے۔ اور رات کا اندھیرا ہی طلوع صبح کی خوشخبری سناتا ہے ہم بلاشبہ اس وقت دورِ زوال میں ہیں اور انحطاط کی کوئی قسم ایسی نہیں جس سے آج عالم اسلام ناواقف ہو لیکن حالات کی ستم ظریفی کیا واقعی اس حد کو پہنچ چکی ہے جو زوال کی انتہا ہے اور اس کے بعد پھر انحطاط کا کوئی درجہ باقی نہیں رہ جاتا؟ اس کا تشفی بخش جواب پانے کے لیے ذرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر غور کیجئے:

عن حذيفة ابن اليمان قال قال رسول صلى الله عليه وسلم ان اول دينكم نبوة ورحمة وتكون فيكم ماشاء الله ان تكون ثم يرفعها الله جل جلاله ثم تكون خلافة على منهاج

النبوة ما شاء الله ان تکون ثم یرفعہاالله جل جلاله ثم یکون ملکا عاضا فیکون ماشاء الله ان یکون ثم یرفعه الله جل جلاله ثم تکون ملکا جبریة فتکون ما شاء الله ان تکون ثم یرفعها الله جل جلاله ثم تکون خلافة علی منہاج النبوة تعمل فی الناس بسنة النبی ویلقی الاسلام بجرانه فی الارض یرضی عنہا ساکن السماء وساکن الارض لا تدع السماء من قطر الا صبتہٗ مدرارا ولا تدع الارض من نباتها وبرکاتها شیئا الااخرجتہٗ۔

حذیفہ ابن الیمان کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے دین کا آغاز نبوت ورحمت سے ہوا ہے جب تک اللہ چاہے گا وہ تمہارے درمیان موجود رہے گی۔ پھر اسے اٹھالیا جائے گا اور خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ یہ بھی ایک مقررہ وقت تک رہے گی اور خداوند قدوس پھر اس کو بھی اٹھالے گا۔ اس کے بعد سخت اور مضبوط ملوکیت کا دور آئے گا۔ حسب سابق یہ بھی محدود ہوگا۔ قدرت ایک دن اس کا بھی خاتمہ کردے گی۔ پھر جابر تاناشاہیت قائم ہوگی اللہ کی مرضی کے مطابق اس کا بھی زوال آئے گا اور اخیر میں دوبارہ خلافت راشدہ لوٹ آئے گی جو بالکلیہ سنت پر عمل پیرا ہوگی اسلام دنیا کو فتح کر کے بالکل بے فکر ہو جائے گا اس دور خلافت سے آسمان مسرور ہوگا دنیا بے حد خوش ہوگی۔ بارش وبرکت کے تمام دہانے کھل پڑیں گے اور زمین مسلمانوں کے لیے پھل وپھول اور اپنے تمام خزانے اگل کر رکھ دے گی۔

یہ روایت مسند بزار، مسند احمد اور امام بیہقی کی دلائل النبوۃ میں منقول ہے۔ نیز اسے امام شاطبی نے "موافقات" میں اور سید اسمٰعیل شہید دہلوی نے "منصب امامت" میں بھی نقل کیا ہے اس حدیث کی سند اتنی عمدہ ہے کہ نامور محدث ومؤرخ علامہ ابن الاثیر جزری نے رجالہ ثقات کہہ کر

اس کے تمام راویوں کی توثیق کی اور دور حاضر کے شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اسے اپنی مشہور کتاب "سلسلة الاحاديث الصحيحة" میں جگہ دی ہے پھر واقعات بھی اس حد تک اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ امت مسلمہ کی پوری تاریخ حدیث بالا کی شرح وتفصیل ہی معلوم ہوتی ہے اور اسلام کا تاریخی تسلسل کہیں بھی اس چارٹ سے انحراف نہیں کرتا چنانچہ ربیع الاول ۱۱ ھجری کو دنیا سے نبوت اٹھالی گئی۔ اس کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ کا دور آیا جو خلفاء راشدین کی سربراہی میں پورے تیس سال چلا۔ پھر ۴۱ ہجری سے ملوکیت کی شروعات ہوئی۔ یہ امویوں، عباسیوں اور عثمانی ترکوں کی قیادت میں تیرہ سو سال یعنی ۱۹۲۳(۱) تک جاری رہی دوسرے دور کی بابت حضور نے ارشاد فرمایا تھا الخلافة بعدي ثلاثون اس لیے وہ مختصر رہا جبکہ تیسرے دور کے لیے نبی کی تصریح تھی وسيكون خلفاء فيكثرون چنانچہ اس نے لمبی عمر پائی۔ احادیث نبوی اور اسلاف کے موقف کی روشنی میں یہ خلافت اسلامی کی سیکنڈ پوزیشن تھی۔ مصطفیٰ کمال پاشا کے ہاتھوں آج سے ۷۵ سال قبل اس کا بھی خاتمہ ہوچکا اور پھر چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے روپ میں جابر تاناشاہیت کا آغاز ہوا وہ حدیث رسول کے مطابق ہماری تاریخ کا چوتھا مرحلہ ہے۔ اب اس کے اختتام پر ہی پانچواں دور شروع ہوگا جس میں امام مہدی مکہ مکرمہ سے نکل کر پوری دنیا میں خلافت راشدہ قائم کریں گے۔

مذکورہ حدیث بلا شبہ اسلامی تاریخ کا ایسا مربوط خاکہ ہے جس کی روشنی میں عہد رسالت سے قیامت تک تمام نبوی پیشین گوئیاں اپنے اپنے مصداق پر صحیح صحیح منطبق ہو جاتی ہیں اور ان کی زمانی ترتیب میں پھر کوئی خلجان باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ صاف نظر آرہا ہے کہ پانچ ادوار میں

---

(۱) مطابق ۱۳۳۸ ہجری۔

نبوت خلافت اور ملوکیت کے تین مرحلے گزر چکے اور ہم اس وقت ٹھیک چوتھے دور میں چل رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عہد کو جبری ملوکیت یعنی تاناشاہیت کا نام دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری تاریخ کے تیسرے دور تک نظام خلافت کی وجہ سے عالم اسلام متحد تھا اور خلیفہ کی جانب سے سب کی باز پرس ہوتی تھی اس لیے امراء اپنے ماتحت علاقوں میں من مانی نہیں کر سکتے تھے۔ اب حالات بالکل مختلف ہیں اور خلافت کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے کل کے مقید امراء اپنے اپنے صوبوں کے آج خود مختار بادشاہ بن چکے ہیں اور ان کی گرفت کے لیے ہمارا کوئی خلیفہ موجود نہیں ہے۔

پہلے تین مرحلوں کی بنسبت امت مسلمہ کا یہ تاریک و بدترین دور ہے جو خلافت عثمانیہ کے زوال سے شروع ہو کر اب مہدی کے ظہور ہی پر ختم ہوگا۔ چنانچہ ۷۵ ر سال تو وہ دنیا میں پورے کر چکا ہے۔ آگے اس کی عمر کے مزید کتنے دن باقی ہیں؟ یہ جاننے کے لیے ہمیں امام موصوف کے ظہور کی ان علامات و نشانیوں کا بہت غور سے مطالعہ کرنا ہوگا جنہیں رسول اللہ نے بڑے اہتمام و تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہ علامتیں اصالۃً دو قسموں پر مشتمل ہیں۔ پہلی قسم اس دور کے عمومی احوال سے پردہ اٹھا کر ہمیں درج ذیل بنیادیں فراہم کرتی ہے۔

(۱) خفة من الدين

دین پر زوال آئے گا۔

(مستدرک حاکم)

(۲) تکون في آخر الزمان فتنة

فتنوں کی اس دور میں بھرمار ہو گی۔

(۳) يبعث في امتي على اختلاف من الناس وزلازل

(مجمع الزوائد وغیرہ)

مہدی کی بعثت سے پہلے تفرقہ اور زلزلوں کا ظہور ہوگا۔

(٤) تملأ الارض جورا وظلما (مستدرک حاکم وغیرہ)

دنیا ظلم وستم سے بھر جائے گی۔

(٥) لایجد الرجل ملجأ یلجأ الیه

مسلمانوں کو کوئی پناہ نہ ملے گی۔

(٦) اذاقال الله قتل (مستدرک حاکم بسند صحیح)

اللہ کا نام لینا گردن زدنی جرم ہوگا۔

یہ ہیں ظہور مہدی سے قبل رونما ہونے والے حالات وواقعات۔ اب دنیا پر نظر رکھنے والے غور کریں کہ یہ اشارات وعلامات عہد حاضر میں کس حد تک ظہور پذیر ہو چکے ہیں۔

معاشرتی حالات

اسلامی معاشرہ اپنے امتیازات کھو چکا ہے الحاد وبے دینی نے اس میں نقب لگادی ہے دین وشریعت کی عظمت دلوں سے نکل گئی۔ ہر طبقہ یورپی تہذیب کی زنجیروں میں جکڑا ہے۔ قرآن وحدیث سے لوگ غافل ہیں، اسلامی تعلیمات کا جنازہ نکل گیا، اخلاص عنقا ہے، ریاکاری ہر جگہ قدم جما چکی، مادیت کا بند کھل گیا، عریانیت کا سیلاب آگیا، پردہ رخصت ہوا، بدکاری عام سی ہوگئی، سود اب ایک تجارت ہے، رشوت کے بغیر ایک قدم چلنا مشکل ہے، جوا تفریح کا ذریعہ ہے، شراب تہذیب میں داخل ہے، رزق حلال ڈھونڈے سے نہیں ملتا، حرام مال بہا بہا پھر رہا ہے، دولت کی ہوس عروج پر ہے۔ چند ٹکوں کی خاطر ایمان فروخت ہو رہا ہے، رشتوں ناطوں کا اب کوئی پاس نہیں، صلہ رحمی تمدن سے خارج ہے، صدقہ طبیعت پر بار گزرتا ہے، زکوٰۃ ڈنڈ سمجھ کر ادا کی جاتی ہے، حقوق کا

کسی کو خیال نہیں، ہر ایک خواہشات کے پیچھے بھاگ رہا ہے، جھوٹ ہنر بن چکا صداقت سر پکڑے رو رہی ہے، فریب وخیانت دانش مندی قرار پائی، دیانت کو حماقت تصور کیا جاتا ہے فسق وفجور عام ہے، دین پر چلنے والے کو لوگ پاگل سمجھتے ہیں، مسلمانوں کے دل بالکل ٹیڑھے ہو چکے، وعظ و تقریروں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا، تاریخ اسلام جھوٹ لگتی ہے صحابہ کے واقعات انہیں افسانہ نظر آتے ہیں آخرت میں جواب دہی کا کوئی تصور نہیں، بس دنیا ہی کو مقصد بنالیا گیا الغرض ہر صبح امت پر ایک آفت لے کر آتی ہے، ہر شام فتنوں کی سوغات دے کر جاتی ہے نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اب دین پر چلنا ہاتھ میں انگارہ لینا اور شعلوں پر چہل قدمی سے بھی زیادہ مشکل ودشوار ہے۔ اس دور میں اگر کسی کو ایمان بچانا ہے تو اسے چاہیے کہ دوڑنا بند کردے۔ جہاں کھڑا ہے وہیں بیٹھ جائے بیٹھا ہے تو زنا ن خانوں کے ٹاٹ سے چمٹ جائے۔ اب بھی فتنے پیچھا نہیں چھوڑتے تو بیابانوں اور پہاڑوں کی کھوہ میں جا چھپے۔ وقت اتنا ہی برا ہے۔ شیطانی لشکر کو پتہ چل گیا تو ایماں کی متاع بے بہا پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے وہ غار کے دہانے تک پہنچے گا۔

سیاسی حالات

یہ دین کے اضمحلال اور امت کی بے راہ روی کے مناظر ہیں جبکہ سیاسی پس منظر میں عالم اسلام پر جو آفتیں آئی ہیں وہ تو تاریخ کے تمام حادثوں سے بڑھ کر ہیں ملی شیرازہ بکھر گیا ہے، مسلمانوں کی جمعیت پارہ پارہ ہو گئی۔ اتحاد کا اب تصور بھی محال ہے۔ ساڑھے تیرہ صدیوں پرانی اسلامی خلافت درہم برہم کر دی گئی، عالم اسلام کے پچاس ٹکڑے ہو گئے دارالاسلام ودارالحرب کی تفریق مٹ گئی، بخارا و سمرقند کمیونسٹوں کا لقمہ

بنے، افغانستان برسہا برس تک سرخ بھیڑیوں کے پنجوں میں پھڑ پھڑایا بوسنیا پر عیسائیوں نے بارود کے دہانے کھولے، چیچنیا کو دشمنوں نے خون میں نہلا دیا، بیت المقدس ہم سے چھین لیا گیا، یہودیوں نے فلسطین میں ڈیرے ڈالے، عراق امریکہ کے زخموں کو رو رہا ہے، لیبیا و شام دہشت گرد ملک قرار دیدیئے گئے، وسط ایشیا کی مسلم ریاستیں صلیبیوں کے چنگل میں پھنس رہی ہیں، سوڈان کو دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا، صومالیہ سودی قرضوں کی وجہ سے برباد ہو چکا ہے۔ ایران و پاکستان اب یہودیوں کی زد میں ہیں، اقوام متحدہ نے تمام عربوں کو غلام بنالیا۔ ہمارے تیل کی قیمتیں مقرر کرنے کا حق امریکہ کو حاصل ہے۔ ملت کے تمام اثاثے یکے بعد دیگرے یورپی بینکوں کی تحویل میں پہنچ چکے ہیں۔ جزیرۃ العرب میں یہود و نصاریٰ کی فوجیں ہتھیار سجائے بیٹھی ہیں مٹھی بھر اسرائیل سے بعض عرب حکمراں تعلقات کی بھیک مانگ رہے ہیں، مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے مسلم حکومتیں سب کچھ کر گزرنے کو تیار ہیں۔ ان کی خاطر دین کو سیاست سے الگ کر دیا گیا، سیکولرزم و جمہوریت عالم اسلام کا دستور قرار پائے، علماء سے قیادت چھین لی گئی، حکومت کے مناصب پر دہریوں کا قبضہ ہو گیا بعض ملکوں میں دینی تعلیم پر تو پابندی ہے لیکن الحاد کی کھلی تبلیغ ہو رہی ہے، شرعی امتیازات کو مٹایا جا رہا ہے، نصاب تعلیم یہودی مرتب کر رہے ہیں، کورس کی کتابوں میں سے رفتہ رفتہ قرآنی آیات نکال کر جاہلی تاریخ کو داخل کیا جا رہا ہے، کچھ ملکوں میں یہود و نصاریٰ کے خلاف لکھ بولنا قانوناً جرم ہے جبکہ بعض ملکوں میں جمعہ کے دن ان پر لعنت کرنے سے خطیبوں کو بالکل روک دیا گیا ہے اور جو لوگ وہاں نظام حکومت کو اسلامی خطوط پر قائم کرنے کی بات کرتے ہیں تو یہ نادان حکمراں ان کے لیے پھانسی سے کم کوئی سزا تجویز نہیں کرتے۔

جب گھر ہی میں اسلام اتنا مظلوم ہے تو باہر تو دشمن اس کے ساتھ جو کچھ نہ کریں کم ہے۔ چنانچہ اس انتشار وافرا تفری کی وجہ سے ہمارا تاریخی رعب و دبدبہ اٹھ چکا ہے اور کفار کے دلوں میں مسلمانوں کی بالکل ہیبت نہ رہی۔ خلافت کی موجودگی میں وہ اسلام کے خلاف ایک قدم اٹھاتے ہوئے بھی بہت کچھ سوچتے تھے کیونکہ مسلمان پہلے بڑے باغیرت تھے اور حجاج بن یوسف جیسا بدنام زمانہ امیر بھی محض ایک دینی بہن کی وجہ سے سندھ پر چڑھ گیا تھا اور ملی انتقام کے لیے اس نے پوری فوج بھیجی تھی لیکن اب ہمارے سارے پاسبان قبرستان میں جا سوئے اور دشمن بے خوف ہو کر ہر جگہ ہمارے خون کی ندیاں بہا رہے ہیں۔ حضور نے فرمایا تھا کہ:

ایک زمانہ وہ آئے گا کہ قومیں تم پر ہلہ بولنے کے لیے ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں گی جیسے دستر خوان پر بھوکوں کو دعوت دی جاتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہو گی؟ فرمایا نہیں بلکہ تم اس وقت بڑی تعداد میں ہو گے۔ لیکن دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکل جائے گا اور تم "وہن" کا شکار ہو جاؤ گے سائل نے سوال کیا اے اللہ کے رسول وہن کیا چیز ہے؟ فرمایا وہ دنیا کی محبت اور موت وجہاد سے نفرت کا نام ہے۔

آج وہ وقت آ چکا اور ان تمام مناظر کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ عالم اسلام اتنا مسکین بن چکا ہے کہ اس کے سربراہ بھی اپنی جانیں بچانے کے لیے اب امریکہ کی سی آئی اے اور اسرائیل کی موساد کا تعاون لے رہے ہیں۔ یہ زوال کی انتہا ہے اور جو تھوڑی بہت کسر باقی ہے وہ امام موصوف کے ظہور تک یقیناً پوری ہو جائے گی۔

مخصوص واقعات

علامات مہدی کی دوسری قسم ان واقعات پر مشتمل ہے جو امام کے ظہور

سے کچھ ہی پہلے دنیا میں پیش آئیں گے اور ان کے فوراً بعد ہی مہدی کا خروج ہوگا۔ لیکن انہیں نقل کرنے سے پہلے یہ تصریح ضروری ہے کہ کتاب وسنت میں ماضی و مستقبل کے جتنے واقعات مذکور ہیں نہ تو من وعن ان کی مکمل تفصیل موجود ہے اور نہ ہی انہیں تاریخی ترتیب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے بلکہ یہ متفرق ٹکڑوں کی صورت میں حسب موقعہ ہی وارد ہوئے ہیں۔ اب ان کڑیوں کو جوڑ کر ہم اس دور کی تاریخ لکھ رہے ہیں۔ چنانچہ یہ واقعات تو منصوص ہیں لیکن ان کی باہمی ترتیب ظنی اور قیاسی ہے اس لیے کل امام مہدی کے ظہور کے وقت اگر حالات اس کی تصدیق نہ کریں اور واقعات ہماری درج شدہ ترتیب سے کچھ آگے پیچھے ہو جائیں تو یہ سراسر مؤلف کی کم فہمی کا نتیجہ ہوگا۔ احادیث وروایات کا اس میں کوئی قصور نہیں۔

عراق وشام اور مصر کی اقتصادی ناکہ بندی

مہدی کے ظہور سے قبل دنیا میں جو اہم ترین واقعات رونما ہوں گے ان میں سب سے پہلے ہمارے نزدیک اس واقعہ کا ظہور ہوگا جسے امام مسلم نے اپنی "صحیح" میں نقل کیا ہے۔ حدیث کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم منعت العراق درهمها وقفيز ها ومنعت الشام مديها ودينارها ومنعت مصراردبها ودينارها وعدتم من حيث بدأتم وعدتهم من حيث بدأ تم وعدتم من حيث بدأتم شهد على ذلك لحم ابى هريرة ودمه.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (عنقریب) عراق میں روپے اور غلہ آنے پر پابندی لگادی جائے گی پھر شام کی بھی (اسی طرح) اقتصادی ناکہ بندی ہوگی۔ اور (ان دونوں کے بعد) مصر پر بھی یہی پابندی لگے گی۔ تم اپنے ماضی کی طرف لوٹو گے۔ تم پہلے ہی کی طرح کمزور ہو جاؤ گے۔ ضعف

و بے کسی پھر تمہارا مقدر بن جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ کا رگ وریشہ اس کی گواہی دیتا ہے۔

اسی مفہوم کی دوسری روایت جابر بن عبداللہ سے موقوفاً بھی مروی ہے۔

عن ابی نضرةُ قال کنا عندجابربن عبدالله رضی الله عنهما فقال یوشك اهل الشام ان لا یجیئ الیهم دینارولا مدی قلنامن این ذلك قال من قبل الروم ثم سکت هنیئة ثم قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یکون فی آخرامتی خلیفة یحثی المال حثیا ولا یعده عدا قال قلت لا بی نضرة وابی العلاء اتریان انه عمر بن عبدالعزیز فقالالا (صحیح مسلم)

ابو نضرہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ جابر بن عبداللہ کے پاس بیٹھے تھے تو انہوں نے فرمایا عنقریب شام والوں کے پاس غلہ اور دینار نہ لائے جا سکیں گے۔ ہم نے پوچھا یہ بندش کن لوگوں کی جانب سے ہو گی۔ انہوں نے کہا رومیوں کی جانب سے پھر وہ تھوڑی دیر خاموش رہے اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہو گا جو مال لپ بھر بھر کر دے گا اور اسے شمار نہیں کرے گا۔ الجریری راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابو نضرہ اور ابو علاء سے پوچھا کہ کیا آپ کے نزدیک وہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ہیں تو دونوں نے جواب دیا نہیں وہ ان کے علاوہ ایک دوسرے خلیفہ ہیں۔

اس انداز کی تیسری روایت مستدرک حاکم میں منقول ہے۔

عن جابر بن عبدالله رضی الله عنهما قال یوشك اهل العراق لا یجیئ الیهم درهم ولا قفیز قالوا لم ذلك یاابا عبدالله قال من قبل العجم یمنعون ذلك ثم سکت هنیئة ثم قال یوشك اهل الشام لا یجئ الیهم دینار ولا مدی قالوا لم ذلك قال من

قبل الروم يمنعون ذلك ثم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يكون في امتى خليفة يحثى المال حثيا لا يعده عدا ثم قال والذى نفسي بيد ه ليعودن الامر كما بدأ ليعودن كل ايمان الى المدينة كما بدأ بها حتى يكون كل ايمان بالمدينة ثم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يخرج رجل من المدينة رغبة عنها الا ابدلها خيرامنه وليسمعن ناس برخص اسعاروريف فيتبعونه والمدينة خيرلهم لو كانوا يعلمون.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عنقریب عراق والوں کے پاس روپیہ اور غلہ آنے پر پابندی لگادی جائے گی۔ حاضرین نے پوچھا یہ کون لوگ لگائیں گے۔ فرمایا عجمی۔ پھر وہ تھوڑی دیر خاموش رہے اور کہا عنقریب شام والوں پر بھی یہ پابندی لگادی جائے گی پوچھا یہ کس کی جانب سے ہوگی فرمایا رومیوں کی جانب سے پھر کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میری امت میں ایک خلیفہ ہوگا جو لوگوں کو لپ بھر بھر کر مال دے گا اور شمار نہیں کرے گا۔ نیز فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یقیناً (اسلام) اپنے ماضی کی طرف لوٹے گا یقیناً سارا ایمان مدینہ کی طرف پلٹے گا جس طرح وہاں سے اس کا آغاز ہوا تھا حتی کہ ایمان صرف مدینہ میں رہ جائے گا پھر فرمایا مدینہ سے جب بھی کوئی بے رغبتی سے نکلے گا اللہ تعالی اس سے بہتر کو وہاں آباد کردیگا (اخیر زمانہ میں) کچھ لوگ سنیں گے فلاں جگہ ارزانی اور باغ وزراعت کی فراوانی ہے تو وہ اسے چھوڑ کر وہاں چلے جائیں گے حالانکہ ان کے لیے مدینہ ہی بہتر تھا کاش وہ اس کو جان لیتے۔

صحیح مسلم اور مستدرک حاکم کی ان تینوں روایتوں میں مذکور ہے کہ رومی اور عجمی یکے بعد دیگرے عراق، شام اور مصر کی اقتصادی ناکہ بندی کریں گے تاریخ اپنے آپ کو دہرائے گی اور اسلام ماضی کی طرح پھر مدینہ

میں سمٹ جائے گا۔ اور اس کے کچھ عرصہ بعد ہی خلیفہ مہدی کا ظہور ہو گا
قارئین غور فرمائیں کہ چودہ سو سال پہلے ہمارے رسول نے جس کی خبر دی
تھی آج اس واقعہ کی پہلی کڑی کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ خلیجی
جنگ ہوتے ہی عراق کا اقتصادی بائیکاٹ ہوا جو ابھی تک جاری ہے۔ اس
کے بعد اب جلد ہی شام کا نمبر آنے والا ہے جسے پہلے ہی دہشت گرد ملک
قرار دیا جا چکا ہے۔ حالیہ انتخابات میں اسرائیل کی نئی پارلیمانی حکومت کے
جو خدو خال ابھر کر سامنے آئے ہیں ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ عراق
کی طرح گولان کی پہاڑیوں کے اس مضبوط دعویدار کو بھی مغرب بہت جلد
سبق سکھانے کی فکر میں ہے تاکہ عربوں کی یہ دوسری طاقت بھی بکھر
جائے اور اس سے نمٹ کر اسلامی تحریکوں کے مرکز اور تیسرے طاقتور ملک
مصر کو بآسانی گھیرا جا سکے۔ جس کے سیاسی حالات گرچہ ابھی اس قسم کے
دکھائی نہیں پڑتے لیکن مستقبل اپنے اندر کیا چھپائے بیٹھا ہے اس کو تو اللہ ہی
زیادہ بہتر جانتا ہے۔ ۹۱ء میں آخر کسے توقع تھی کہ سوویت یونین جیسی سپر
پاور محض چند مہینوں کے اندر ٹوٹ پھوٹ کر اپنا وجود کھو بیٹھے گی لیکن واقعہ
کے ظہور پر سب انگشت بدنداں رہ گئے اور اس کا اختتام و زوال تاریخ کی
اٹل حقیقت بن گیا۔ مصر مشرق وسطیٰ کے امن مذاکرات میں کلیدی رول ادا
کر رہا ہے اس لیے لگتا ہے کہ قیادت کے جوش میں وہ کبھی نہ کبھی لاشعوری
طور پر ایسی حرکت کر بیٹھے گا جس سے نام و نہاد تعلقات کی یکلخت پوری
بساط الٹ جائے گی اور مغربی آقا عراق و شام کی طرح اسے بھی اقتصادی
زنجیروں میں جکڑنے کے لیے مجبور ہوں گے۔ ان ملکوں کی ناکہ بندی
کرنے والوں کو روایت میں عجمی اور رومی قرار دیا گیا ہے۔ پہلا لفظ تو
غیر عربوں کا لقب ہے جس سے عام طور سے کفار و مشرکین مراد ہوتے
ہیں جبکہ دوسرے لفظ کے مصداق شارحین حدیث کے نزدیک یورپی

عیسائی ہیں جو امریکہ، فرانس، اور برطانیہ کی شکل میں آج اس "کار خیر" کو انجام دے رہے ہیں۔

سونے کے پہاڑ کا ظہور

مہدی کے خروج سے قبل دوسرا واقعہ سونے کے پہاڑ کا ہے جو دریائے فرات کے اندر سے نکلے گا اور اس پر قبضہ کے لیے عرب و عجم میں شدید خونریزی اور بہت بھیانک جنگ ہو گی۔ صحیح مسلم میں مروی ہے۔

عن ابی بن کعب قال انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول یوشك الفرات ان یحسر عن جبل من ذهب فاذا سمع به الناس ساروا الیه فیقول من عنده لئن ترکنا الناس یاخذون منه لیذهبن به کله قال فیقتتلون علیه فیقتل من کل مائة تسعة وتسعون. (کتاب الفتن)

حضرت ابی ابن کعب سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب دریائے فرات سے ایک سونے کا پہاڑ ظاہر ہو گا۔ جب لوگوں کو اس کا پتہ چلے گا تو وہ اس کی طرف دوڑیں گے اس علاقے کے لوگ کہیں گے کہ اگر ہم نے کچھ نہیں کہا تو لوگ تو سارا سونا لے جائیں گے (اسی منع کرنے پر ایسی) جنگ ہو گی کہ ان (لڑنے والوں) میں ۹۹ فیصد قتل ہو جائیں گے۔

مسلم میں اس سلسلے کی متعدد روایتیں منقول ہیں جن میں مذکورہ بالا حدیث سب سے مفصل و طویل روایت ہے یہ سنہرے پہاڑ کے انکشاف، بھیانک خونریزی اور جنگ وجدال کے تذکرے تک محدود ہے۔ شخصیات کی یہاں تعیین نہیں کہ یہ جنگ لڑنے والے کون لوگ ہوں گے؟ ابن ماجہ کی روایت ہمیں اس سوال کا بھی جواب دیتی ہے۔

عن ثوبان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یقتتل عند کنزکم ثلاثة کلهم ابن خلیفة ثم لا یصیر الی واحدمنهم ثم تطلع الرأیات السود من قبل المشرق فیقتلونکم قتلالم یقتله قوم ثم ذکرشیئالم احفظه فقال اذا رأیتموه فبایعوه ولوحبوا علی الثلج فانه خلیفة الله المهدی (ابن ماجه باب خروج المهدی)

حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے خزانے کے پاس تین شخص جنگ کریں گے اور یہ تینوں خلیفہ کے لڑکے ہوں گے۔ لیکن یہ خزانہ ان میں سے کو کسی بھی نہ مل سکے گا۔ پھر مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے نمودار ہوں گے اور یہ تم سے اتنی خونریز جنگ کریں گے کہ اس سے پہلے کوئی قوم تم سے اس شدت سے نہ لڑی ہو گی حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ پھر آپ نے کچھ بات کہی جو مجھے یاد نہ رہی پھر کہا جب تم اسے دیکھو تو فوراً بیعت کر لینا چاہے برف پر گھسٹ کر آنا پڑے کیونکہ وہ یقیناً اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے۔

یہ حدیث بلاشبہ پہلی روایت کی شرح و تفصیل ہے شروع میں سونے کے پہاڑ پر تین شاہزادوں کی جنگ ہو گی پھر مشرق سے کوئی جنگجو قوم اٹھ کر عربوں سے بری طرح لڑے گی اس بھیانک خونریزی کے بعد خلیفہ مہدی کا ظہور ہو گا۔ آٹھویں اور نویں صدی ہجری کے شہرہ آفاق عالم حافظ ابن حجر عسقلانی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فهذاان کان المرادفیه الکنزالذی فی حدیث الباب دل علی انه یقع عند ظهور المهدی وذلك قبل نزول عیسیٰ وقبل خروج النارجزما(فتح الباری جلد ۱۳ کتاب الفتن باب خروج النار)

اگر حدیث مذکور میں خزانہ سے وہی خزانہ مراد ہے جو حدیث(۱)

---

(۱) سونے کے پہاڑ والی پہلی روایت کی طرف اشارہ ہے۔

باب میں مذکور ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعات ظہور مہدی کے وقت رونما ہوں گے جو نزول عیسیٰ اور خروج نار سے یقیناً مقدم ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حدیث میں خلیجی جنگ کی طرف اشارہ ہے اور عراق و کویت کا پورا مسئلہ اسی روایت کی تفسیر معلوم ہوتا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ بات محل نظر ہے کیونکہ اس وقت نہ سونے کا پہاڑ نکلا تھا نہ یہ جنگ صرف تین شاہزادوں نے لڑی تھی نہ اس میں اتنی خونریزی ہوئی کہ ایک فیصد ہی زندہ بچ سکے اور عربوں سے لڑنے کے لیے دوسری قوم مشرق سے نہیں بلکہ مغرب سے آئی تھی نتیجتاً حدیث بالا کی کوئی شق بھی خلیجی جنگ پر منطبق نہیں ہوتی۔ اس لیے سچی بات یہ ہے کہ یہ حقیقت ابھی پردۂ غیب میں ہے اور مہدی کے ظہور پر ہی یہ واقعات یکے بعد دیگرے دنیا میں رونما ہوں گے۔

صلیب و ہلال کا اتحاد

تیسرا واقعہ صلیب و ہلال کے اتحاد کا ہے۔ مہدی کے ظہور سے پہلے مسلمانوں اور عیسائیوں میں صلح ہوگی اور دونوں مل کر اپنے دشمن سے جنگ کریں گے۔ صحیح بخاری میں مروی ہے۔

عن عوف بن مالك قال اتيت النبي صلى الله عليه وسلم في غزوة تبوك وهو في قبة من ادم فقال اعددستابين يدى الساعة. موتى.ثم فتح بيت المقدس ثم موتان ياخذ فيكم كقعاص الغنم .ثم استفاضة المال حتى يعطى الرجل مائة دينار فيظل ساخطا ثم فتنة لايبقى بيت من العرب الا دخلته ثم هدنة تكون بينكم وبين بنى الاصفر فيغدرون فياتونكم تحت ثمانين غاية تحت كل غاية اثنا عشر الفا.

حضرت عوف بن مالک سے روایت ہے کہ میں غزوہ تبوک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ایک چمڑے کے خیمے میں تشریف فرما تھے۔ فرمایا قیامت سے پہلے چھ باتیں گن رکھو میری وفات، بیت المقدس کی فتح، بکریوں کے وبائی مرض کی طرح تمہاری عمومی موت، مال کی اتنی بہتات کہ کوئی شخص سو دینار پا کر بھی راضی نہ ہوگا۔ فتنہ وفساد کہ عرب کا کوئی گھر اس کی زد سے نہ بچ سکے گا پھر تمہارے اور عیسائیوں کے درمیان صلح ہوگی لیکن وہ غداری کریں گے اور ۸۰ جھنڈے لے کر تم پر چڑھائی کریں گے۔ ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی۔

صلح کے بعد غداری کی کیا وجہ ہوگی؟ اور تمام عیسائی مسلمانوں سے لڑنے کے لیے کیوں اکٹھے ہوں گے؟ سنن ابی داؤد کی حدیث اس پر پوری روشنی ڈالتی ہے۔

عن ذی مخبر قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ستصالحون الروم صلحا آمنا فتغزون انتم وهم عدوا من وراء کم فتنصرون وتغنمون حتی تنزلوا بمرج ذی تلول فیرفع رجل من اهل النصرانیة الصلیب فیقول غلب الصلیب فیغضب رجل من المسلمین فیدقه فعند ذلك تغدر الروم وتجمع للملحمة. (ابو داؤد)

حضرت ذی مخبر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم روم سے پختہ صلح کرو گے اور دونوں ملکر اپنے دشمن سے جنگ کرو گے۔ تم کو کامیابی ملے گی اور مال غنیمت بھی ہاتھ لگے گا یہاں تک کہ مخلوط لشکر ٹیلے اور سبزے والی زمین پر پڑاو ڈالے گا تو ایک عیسائی صلیب کو اٹھا کر کہے گا صلیب کا بول بالا ہو۔ اس پر ایک مسلمان بھپر کر صلیب کو توڑ ڈالے گا۔ اس وقت نصاریٰ غداری کریں گے

اور جنگ عظیم کے لیے سب ایک محاذ پر جمع ہو جائیں گے۔

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی تصریح کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی صلح عیسائیوں کے صرف ایک فرقے سے ہو گی اور یہ دونوں مل کر ان کے دوسرے فرقے سے جنگ کریں گے جو قسطنطنیہ پر قابض ہو چکا ہو گا۔ لیکن اب صلیب کی توہین کو لے کر عیسائی پھر متحد ہوں گے اور مسلمانوں سے صلح ٹوٹ جائے گی۔ دونوں فوجوں میں جنگ شروع ہو گی۔ بالآخر بادشاہ اسلام شہید ہو جائے گا اور عیسائی ملک شام پر قبضہ کر کے اپنی حکومت خیبر تک پھیلا دیں گے۔ نتیجتاً بچی کھچی مسلم فوج بھی مدینہ منورہ لوٹ آئیگی اور ان خطرے کی گھڑیوں میں مہدی کی تلاش شروع ہو گی۔

سفیانی کا خروج

چوتھا واقعہ سفیانی کے خروج کا ہے جو دمشق کے صحرائی اطراف سے نکل کر جزیرۃ العرب میں فتنہ و فساد برپا کرے گا حضرت ابو ہریرہ کی روایت کے مطابق جسے ابو عبد اللہ حاکم نے بخاری و مسلم کی شرط پر قرار دیا اور حافظ ذہبی نے بھی اس پر کوئی تنقید نہیں کی سفیانی کی تفصیل حسب ذیل ہے:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجل یقال لہ السفیانی فی عمق دمشق وعامۃ من یتبعہ من کلب فیقتل حتی یقر بطون النساء ویقتل الصبیان فتجمع لھم قیس فیقتلھا حتی لا یمنع ذنب تلعۃ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دمشق کے صحرائی اطراف سے ایک شخص نکلے گا جس کو سفیانی کہا جائے گا۔ اس کے پیرو کار عموماً قبیلہ کلب کے لوگ ہوں گے وہ عورتوں کے پیٹ پھاڑے گا۔ بچوں کو قتل کرے گا۔ اس کے مقابلے کے لیے قبیلہ قیس کے لوگ جمع ہوں گے۔ (لیکن وہ شکست

کھائیں گے) اور سفیانی ان کو اتنا قتل کرے گا کہ مقتولین سے کوئی وادی خالی نہ بچے گی۔

قبیلہ کلب کے لوگ سفیانی کے ہمنوا کیوں ہوں گے؟ ابو داؤد کی روایت میں تصریح ہے کہ:

ثم ینشأ رجل من قریش اخواله کلب.

سفیانی تو قریشی ہوگا لیکن اس کی ننھیال قبیل کلب میں ہوگی۔

جلیل القدر بزرگ کی شہادت

پانچواں واقعہ "نفس زکیہ" کے قتل کا ہے۔ یہ محمد بن عبداللہ بن حسین بن علی مرتضیٰ کا بھی لقب ہے جنہوں نے ۱۴۵ھ میں عباسی خلیفہ منصور کے خلاف خروج کر کے جام شہادت نوش کیا لیکن شیخ محمد بن عبدالرسول البرزنجی اپنی کتاب "الاشاعة لا شراط الساعة" میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہاں یہ مراد نہیں بلکہ اسی لقب کے دوسرے بزرگ مراد ہیں جو آخیر زمانہ میں ہوں گے اور ان کی شہادت کے فوراً بعد ہی امام مہدی کا ظہور ہوگا چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول ہے۔

عن مجاهد عن رجل من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ان المهدی لا یخرج حتی یقتل النفس الزکیة فاذا قتلت النفس الزکیة غضب علیهم من فی السماء ومن فی الارض فاتی الناس المهدی فزفوه کما تزف العروس الی زوجها لیلة عرسها وهو یملا الارض قسطا وعدلا وتخرج الارض نباتها وتمطر السماء مطرها وتنعم امتی فی ولایته نعمة لم تنعمها قط.

حضرت مجاہد ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا نفس زکیہ کے قتل ہوتے ہی مہدی کا ظہور ہوگا۔ جب وہ قتل ہوں گے تو زمین و

آسمان والے غم وغصہ کا اظہار کریں گے پھر لوگ مہدی کے پاس آئیں گے اور انہیں آراستہ وپیراستہ کریں گے وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے زمین اپنی تمام پیداوار اگادے گی، آسمان خوب برسے گا اور ان کے دور خلافت میں امت اس قدر خوشحال ہوگی کہ ایسی آسودگی اسے کبھی نہ ملی ہوگی۔

ابو بکر ابن ابی شیبہ کی سند میں یہاں چار راوی ہیں پہلے عبد اللہ بن نمیر ہیں جو ائمہ ستہ کے رواۃ میں داخل ہیں دوسرے موسی جہنی ہیں جنہیں امام احمد، نسائی، ابو حاتم اور ابن معین نے ثقہ قرار دیا اور مسلم، نسائی، ترمذی، اور ابن ماجہ نے ان سے روایتیں لی ہیں تیسرے عمر بن قیس ماصر ہیں جن کی ابن معین، ابو حاتم، ابو داؤد، ابن حبان، ابن شاہین نے توثیق کی اور ابو داؤد نے سنن میں اور امام بخاری نے الادب المفرد میں ان کی روایت نقل کی ہے چوتھے امام مجاہد ہیں جن کی امامت پر سب کا اتفاق ہے اور وہ ائمہ ستہ کے رواۃ کی فہرست میں داخل ہیں اس تفصیل کے پیش نظر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں کہ تمام رجال ثقہ ہیں اور روایت صحیح ہے۔

شام پر عیسائیوں کی یلغار

ملک شام پر عیسائیوں کا قبضہ ہوگا اور وہ حجاز پر حملہ کرنے کے لیے شام کے شہر اعماق یا دابق میں آٹھ لاکھ یورپی فوجیوں کا لشکر اتار دیں گے چنانچہ صحیح مسلم میں منقول ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لاتقوم الساعة حتى تنزل الروم بالأعماق او بدابق فيخرج إليهم جيش من المدينة من خيار أهل الأرض يومئذ.

قیامت اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک کہ رومی (یورپی عیسائی) اعماق یا دابق میں پڑاؤ نہ ڈالیں ان سے مقابلہ کرنے کے لیے (مہدی کی

قیادت میں) مدینہ منورہ سے ایک لشکر چلے گا جو تمام دنیا سے افضل ہو گا۔

اسی طرح بخاری میں مروی ہے کہ فیأتونکم تحت ثمانين غاية وتحت كل غاية اثنا عشر الفا۔

منیٰ میں خونریزی

ساتواں واقعہ حجاج میں کشت وخون کا ہے حج کا زمانہ ہو گا عازمین منی میں ٹھہریں گے کہ اچانک ان میں جنگ چھڑ جائے گی، قبائل بھڑک اٹھیں گے، بھاری کشت وخون ہو گا جمرۂ عقبہ لہو سے تر ہو جائے گا پھر اہل مکہ امام مہدی کو تلاش کریں گے یہ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طرق سے مروی ہے۔

والیٔ حجاز کی وفات

اس سلسلہ کا سب سے آخری واقعہ حجاز کے والی کی وفات ہے یہ ظہور مہدی سے کچھ دنوں پہلے واقع ہو گی اور اس کے فوراً بعد ہی امام کی شخصیت منظر عام پر آجائے گی چنانچہ ابو داؤد کی صحیح روایت میں منقول ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يكون اختلاف عند موت خليفة فيخرج رجل من أهل المدينة هاربا إلى مكة فيأتيه ناس من أهل مكة فيخرجونه وهو كاره فيبا يعونه بين الركن والمقام۔

ایک خلیفہ کی موت پر (مدینہ میں) اختلاف شروع ہو گا اور ایک شخص (مہدی) وہاں سے مکہ کا رخ کریگا یہاں کچھ لوگ (پہچان کر) ان کے پاس آئیں گے اور باصرار انہیں قیامگاہ سے باہر لاکر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ان کی بیعت کریں گے۔

ہمارے نزدیک یہ صرف آٹھ واقعات ہیں جو مہدی کے ظہور سے پہلے دنیا میں رونما ہوں گے اس کے علاوہ علامات مہدی کے تحت لوگوں نے بے سروپا کہانیوں کا جو طومار باندھا ہے ہم وقوع کا تو بالکلیہ انکار نہیں کرتے لیکن ان کی اسناد ہرگز اس قابل نہیں کہ انہیں ذکر بھی کیا جائے اس لیے ہم سب کو نظر انداز کرتے ہیں اور اس ضمن میں ہم نے صرف صحیح اور معتبر احادیث نبوی نقل کی ہیں۔

یہ ہے شروع سے آخر تک امام مہدی کے ظہور کا پس منظر جو مختلف رموز و علامات کا پتہ دے کر ہمیں خطرناک و بھیانک مستقبل سے آگاہ کر رہا ہے دین کا زوال، فتنوں کی بارش، ظلم و تفرقہ کی بھرمار، عالم اسلام کی بند ربانٹ، یہود و نصاریٰ کا عروج و غلبہ، مسلم حکمرانوں کی بے کسی، ملی سرمائے پر مغرب کا قبضہ اور جزیرۃ العرب میں بیٹھی امریکی فوجیں! یہی حادثے کیا کم تھے اس پر مستزاد مصر و عراق اور شام کا دم توڑ دینا، فرات کے سونے پر عجمیوں کا ٹوٹ پڑنا، عیسائیوں کا شام و فلسطین میں فوجیں اتارنا، مسلمانوں کا خیبر تک سمٹ جانا پھر رہے سہوں کا منی میں کٹ مرنا اور اسلام اور مسلمانوں کا تمام دنیا سے شکست کھا کر پھر حرمین پلٹ آنا!! یہ تو ایسی خوفناک خبریں ہیں جو حوصلے ہی نہیں توڑتیں انہیں تو سننے کے لیے ہی کلیجہ تھامنا پڑتا ہے۔

اس ڈگری پر پہنچ کر دین کے زوال کی انتہا ہو گی اور امت مسلمہ اتنی کمزور و بے بس ہو جائے گی کہ دوبارہ اس کے عروج و غلبہ کا تصور کرنا بھی محال ہو گا۔ چنانچہ حاوی میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ:

یبعث المھدی بعدایاس حتی یقول الناس لا مھدی.

مہدی کا ظہور اس وقت ہو گا جبکہ لوگ مایوس ہو کر کہیں گے اب مہدی کیا آئے گا۔

طلوع صبح

جب ساری شمعیں بجھ جائیں گی اور روشنی کی کوئی ہلکی سی کرن بھی کہیں دکھائی نہ دے گی تو اسی گھٹاٹوپ اندھیرے میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی کے روشن چراغ کی بشارت دی ہے چنانچہ مسند احمد اور مسند ابویعلی کی روایت ہے جس کے رجال کو شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی نے ثقہ قرار دیا ہے کہ:

ابشرکم بالمهدی یبعث فی امتی علی اختلاف من الناس وزلزال فیملأ الارض قسطاوعدلا کما ملئت جوراوظلماً.

میں تمہیں مہدی کی خوشخبری دیتا ہوں جو میری امت میں اختلافات ومصائب کے موقعہ پر بھیجا جائے گا وہ زمین کو اسی طرح عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وستم سے بھر چکی ہوگی۔

صحابہ کرام کو مہدی کی خوشخبری دینے کی کیا وجہ ہے اور کیوں اتنے اہتمام سے رسول اللہ ﷺ نے ان کے سامنے امام عالی مقام کا تذکرہ کیا۔ اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے برصغیر کے نابغۂ روزگار محدث حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی تحریر فرماتے ہیں:

ان النبی صلی الله علیه وسلم لماکان اخبرهم بخیریة القرن الذی هو فیه ثم بخیریة من بعدهم وهکذاالی ثان وثالث علموا بوقوع الا حداث بعد ذلك فخافوان یاتیهم الساعة بغتة وهم لا یشعرون فکان ذلك شفقة منهم علی امة نبیهم محمد صلی الله علیه وسلم وحسرة علی حالهم ان یفاجئهم الموت فی حال غفلتهم و اشتغالهم بمالا ینفعهم فی غدهم فدفعه النبی صلی الله علیه وسلم با ظهار ظهور المهدی اذذاك فیزکیهم

ویعلمهم ویطهرهم عن دلنس البدعات ویکملهم فلا یهلك الامة باسرها غافلة عن ربها لاهیة فی زهرة الدنیا وحبها ویمکن ان یقال فی الجواب انهم لما علموا ان کل یوم شرمن الامس فکان مقتضی ذلك ان یضل الآخرون شر ضلالة لما رووا عن النبی صلی الله علیه وسلم قوله ثم یفشوالکذب الخ وکذالك ماورووا فی الروایات الاخر من احوال هذه الامة الذین لم یاتوا بعدفخافوا علی اخوانهم المسلمین مابالهم فی هاتیك الضلالات ومن ذا الذی ینبههم عن سنة الغفلات مع وفور الشرارات وتزاید الجهالات علی مر الشهور والسنوات فسلاهم النبی صلی الله علیه وسلم بان بین حال المهدی الذی هو آخر مجددی هذه الامة وبذلك علم حال ما یقدمه من الزمان دلالة فان ظهور الهداة فی ذلك الزمان الذی هوغایة فی الضلال والغوایة وظهور الفتن وفشوالجهالة دال علی ان مادة الخیر کانت باقیة بعد لم تنقطع وعروق تعلیم الدین وافشاء السنن متصلة لم ترتفع

(الکوکب الدری،ج:۲،ص:۵۶-۵۷)

رسول اللہ ﷺ نے جب صحابہ کو اول ثانی ثالث تینوں قرنوں کی خیر وسلامتی سے آگاہ کیا تو وہ فوراً سمجھ گئے کہ حوادث وفتنے ان کے بعد ہی وقوع پذیر ہوں گے۔چنانچہ انہیں اندیشہ ہوا کہ شاید قیامت ایک دم آجائے گی اور مسلمانوں کو پتہ بھی نہ ہوگا۔کیونکہ انہیں اپنے نبی کی امت سے حد درجہ تعلق تھا اس لیے انہیں افسوس ہونے لگا کہ اگر موت اس حال میں آئی کہ وہ دنیاداری میں مشغول ہوں تو ہمارے ان بھائیوں کا کیا بنے گا رسول اللہ ﷺ نے ظہور مہدی کی خوش خبری سنا کر ان کے اسی اندیشے کو زائل کیا ہے کہ اس وقت امت کی تعلیم وتزکیہ اور بدعات وخرافات سے

اس کو پاک و صاف کرنے کے لیے مہدی کھڑے ہوں گے اور یہ امت خدا سے غافل اور دنیا داری میں ڈوب کر ختم نہیں ہوگی۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب صحابہ کو معلوم ہوا کہ ہر آنے والا دن گذشتہ سے بدتر ہوگا اور مختلف روایتوں یفشو الکذب وغیرہ کی رو سے امت آئندہ بدترین گمراہی میں مبتلا ہوگی تو انہیں اپنے مسلمان بھائیوں کے بارے میں ڈر لگا کہ کہیں وہ ان گمراہیوں میں مبتلا نہ ہو جائیں اور اس صورت میں جبکہ گردش زمانہ شر و فساد کا طوفان اٹھادے گی کون انہیں غفلت کی نیند سے بیدار کرے گا رسول اللہ ﷺ نے مہدی کے احوال بیان کر کے انہیں تسلی دی جو اس امت کے آخری مجدد ہیں اور اسی سے ان کے دور کا حال بطور دلیل جانا جا سکتا ہے کیونکہ گمراہی، کجی کے حد درجہ ترقی کرنے، فتنوں کے ظاہر ہونے اور جہالت کے پھیل جانے کے باوجود اس زمانہ میں بھی ہادیوں کا ظہور اس بات کی واضح دلیل ہے کہ خیر کا عنصر ابھی بھی موجود ہے اور دینی تعلیم و سنت کی اشاعت جاری و ساری ہیں وہ کبھی نہیں رکیں۔

ظہور کی تاکید

رسول اللہ ﷺ نے محض بشارت پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مہدی کے ظہور کی مزید تاکید کی اور اس ضمن کے تمام شکوک و شبہات کو رفع کرتے ہوئے فرمایا کہ:

لاتذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من اهل بيتى يواطى اسمه اسمي.

دنیا فنا نہیں ہو سکتی جب تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عربوں کا حکمران نہ بن جائے۔ جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔

اس روایت کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے، امام ابو داؤد، منذری اور علامہ ابن قیم نے بھی اس پر کوئی تنقید نہیں کی اور امام ابو عبداللہ حاکم فرماتے ہیں کہ اسے سفیان ثوری، شعبہ اور زائدہ جیسے ائمہ نے حضرت عاصم سے روایت کیا ہے نیز عاصم سے عبداللہ صحابی تک بھی تمام طرق بالکل صحیح ہیں۔

اسی مضمون کی دوسری روایت مستدرک میں آئی ہے جسے حاکم نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا اور حافظ ذہبی نے بھی ان کی تائید کی ہے۔

لاتذهب الايام والليالي حتى يملك رجل من اهل بيتي يواطي اسمه اسمي واسم ابيه اسم ابي فيملأ الارض قسطا وعدلا كما ملئت ظلما وجورا.

رات و دن فنا نہیں ہو سکتے جب تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص خلیفہ نہ ہو اس کا نام و ولدیت میرے نام و ولدیت کی طرح ہو گی وہ زمین کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہو گی۔

تیسری روایت میں مزید تاکید ہے۔ حاکم کے نزدیک وہ بھی بخاری و مسلم کے درجہ کی حدیث ہے اور حافظ ذہبی بھی اس سے متفق ہیں۔

لاتقوم الساعة حتى تملأ الارض ظلما وجورا وعدوانا ثم يخرج من اهل بيتي من يملاها قسطا وعدلا .

قیامت اس وقت تک نہیں آ سکتی جب تک کہ زمین ظلم و ستم اور سرکشی سے نہ بھر جائے اس کے بعد میرے اہل بیت میں سے ایک شخص ظاہر ہو گا وہ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

اس زمرے کی چوتھی روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول ہے۔ جس میں فطر کو چھوڑ کر بقیہ تمام صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ فطر سے صرف امام

مسلم نے روایت نہیں لی۔ امام احمد، ابن معین، عجلی اور ابن سعد نے فطر کی توثیق کی ہے۔

لا تذهب الدنیا حتی یبعث الله رجلا من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی.

دنیا ختم نہیں ہو گی تا آنکہ خداوند قدوس میرے اہل بیت سے ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا جس کا نام وولدیت میرے نام وولدیت کی طرح ہوگی۔

مہدی کا ظہور و خروج اتنا یقینی اور قطعی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ:

لو لم یبق من الدهر الایوم لبعث الله رجلا من اهل بیتی یملاها عدلا کما ملئت جورا(۱)

اگر زمانہ کا صرف ایک دن ہی باقی رہ جائے گا تو بھی اللہ تعالی میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جو دنیا کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھرے گا جس طرح وہ ظلم سے بھر چکی تھی۔

لولم یبق من الدنیا الایوم قال زائدة لطول الله ذلك الیوم حتی یبعث رجلا منی اومن اهل بیتی یواطی اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی(۲)

اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی بچے گا تو اللہ تعالی اسی کو دراز فرمادیں گے تا آنکہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو پیدا فرمائیں جس کا نام وولدیت میرے نام وولدیت کے مطابق ہو گی۔

یہ تمام تر احادیث وروایات بشارت کے ساتھ ہمیں مہدی کے وجود کا پورا یقین دلاتی ہیں اور وہ امام کے ظہور و خروج کی اتنی قطعی اور

---

(۱) ابو داؤد۔ مصنف ابن ابی شیبہ قال شیخ الاسلام المدنی بعد ان اثبت توثیق الرواۃ ان الحدیث صحیح علی شرط البخاری۔ (۲) حضرت شیخ الاسلام کی تصریح کے مطابق یہ حدیث بھی بخاری و مسلم کے درجہ کی ہے۔

زوردار تعبیریں ہیں کہ ذخیرۂ حدیث میں ان کی نظیریں مشکل ہی سے ملیں گی اور شاید ہی کسی دوسرے موضوع پر نبی نے اتنا زور صرف کیا ہو اس لیے مہدی کے مسئلہ میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہنا چاہیے۔

نسب وخاندان

امام مہدی رسول اللہ ﷺ کی نسل یعنی اہل بیت کے خاندان سے ہوں گے۔ چنانچہ سنن ابی داؤد، ترمذی، مستدرک حاکم، اور مصنف ابن ابی شیبہ کی تقریباً پندرہ صحیح روایتوں میں یہ مضمون مذکور ہے۔ ان کے متفرق ٹکڑے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

رجل من اهل بيتي

میرے اہل بیت میں ایک شخص ہوگا

يبعث رجل مني اومن اهل بيتي.

اللہ تعالیٰ میری نسل اور میرے خاندان سے ایک شخص کو اٹھائے گا۔

لبعث الله رجلا من اهل بيتي

اللہ تعالیٰ یقیناً میرے خاندان سے ایک شخص کو بھیجے گا۔

المهدی من عترتی

مہدی میرے خاندان سے ہے۔

المهدی منی

مہدی مجھ سے ہے

يخرج رجل من اهل بيتي.

میرے اہل بیت میں ایک شخص ظاہر ہوگا۔

فيخرج رجل من عترتي.

میرے خاندان سے ایک شخص ظاہر ہوگا

فیخرج رجل من بنی هاشم
بنی ہاشم میں ایک شخص نکلے گا۔

المهدی منا اهل البیت
مہدی ہم سے یعنی اہل بیت کے خاندان سے ہیں۔

یہ احادیث وروایات بتاتی ہیں کہ امام مہدی ہاشمی اور خاندان نبوت کے فرد ہوں گے۔ اس لیے فانه من ولد عبد شمس والی رویت قطعاً صحیح نہیں۔ یقیناً وہ بنی امیہ کے عہد کی پیداوار ہے۔ جسے بہت ہی فرصت کے ساتھ ذخیرۂ حدیث میں شامل کیا گیا ہے۔

فاطمی نسبت

حضور ﷺ کا نسل وخاندان آپ کی صاحبزادیوں سے چلا ہے۔ جو بالاتفاق چار تھیں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمۃ الزہراء۔ امام مہدی ان میں کس کی نسل سے ہوں گے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

هو من ولد فاطمة

یہ مستدرک کی روایت ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ حاکم اور حافظ ذہبی نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔ اس لیے رجال حدیث کے پیش نظر یہ صحیح روایت ہے۔ جبکہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

المهدی من عترتی من ولد فاطمة

یہ سنن ابی داؤد کی روایت ہے۔ جس میں صاحب کتاب سے رسول اللہ ﷺ تک سات واسطے ہیں۔ پہلے راوی احمد ابن ابراہیم ہیں۔ ابوداؤد کے علاوہ امام ابن ماجہ نے بھی اپنی تفسیر میں ان سے روایتیں لی ہیں۔ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کے نزدیک وہ معتبر ہیں اور ابن حبان نے بھی ان کو

ثقات کی فہرست میں درج کیا ہے۔ دوسرے راوی عبد اللہ بن جعفر رقی ہیں۔ ابو حاتم نے ان کی توثیق کی ہے اور ائمہ ستہ نے بھی ان سے روایتیں لی ہیں تیسرے ابو الملیح الحسن بن عمر ہیں۔ یہ ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ امام بخاری نے بھی تعلیقا ان سے روایتیں لی ہیں۔ احمد بن حنبل، ابو حاتم، دار قطنی، ابو زرعہ، ابن حبان اور یحییٰ بن معین جیسے ائمہ جرح و تعدیل سے ان کی توثیق منقول ہے۔ چوتھے راوی زیاد بن بیان ہیں جن کو امام نسائی اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ پانچویں کڑی کے طور پر یہاں علی بن نفیل کا نام آتا ہے جن کی ابو حاتم اور ابن حبان نے توثیق کی ہے۔ چھٹے سعید بن مسیب ہیں جو تمام متقدمین و متاخرین کے نزدیک بلاشبہ مسلم امام ہیں اور ان کی دیانت و تقوے کے امت قرون اولی سے آج تک قصیدے پڑھ رہی ہے۔ اس لیے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی ضعف نہیں۔

اس زمرے کی تیسری روایت حضرت ام سلمہ سے منقول ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مہدی کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

هو حق وهو من ولد فاطمة

مہدی کا ظہور برحق ہے اور وہ فاطمہ کی نسل سے ہوں گے۔

یہ مستدرک حاکم کی روایت ہے، حافظ ذہبی نے اس پر کوئی تنقید نہیں کی اور نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے اپنی کتاب **"الاذاعة لما كان ويكون بين يدي الساعة"** میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

سنن ابو داؤد اور مستدرک حاکم کی تینوں صحیح روایتیں یہی بتاتی ہیں کہ امام مہدی ہاشمی خاندان میں حضرت فاطمۃ الزہراء کی نسل سے ہوں گے اور ان کا دوسری شاخوں سے تعلق نہ ہوگا چنانچہ سنن دار قطنی میں جو **المهدي من ولد عباس** کی روایت ملتی ہے۔ وہ حافظ ابن کثیر کے بقول

غریب ترین روایت ہے جسے صرف محمد بن ولید ہی نقل کرتا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ امویوں کے زوال کے بعد یہ حدیث عباسیوں کو تقدس فراہم کرنے کے لیے وضع کی گئی ہے اور اسی کا سہارا لے کر بعض لوگوں نے ایک عباسی خلیفہ کو مہدیٔ موعود بنانے کے لیے تمام کوششیں صرف کر ڈالی تھیں۔

حسنی ہوں گے

حضرت فاطمہ کے صاجزادوں میں ہمیں تین نام ملتے ہیں حسن حسین اور محسن ان میں آخر الذکر کا انتقال تو بچپن ہی میں ہو گیا جبکہ بڑے دو صاجزادے عہد کہولت تک زندہ رہے فاطمی خاندان دراصل انہیں حسنی و حسینی دو کنبوں کا نام ہے امام مہدی ان میں کس شاخ سے ہوں گے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

نظر الی ابنه الحسن فقال ان ابنی هذا سید کما سماه النبی صلی الله علیه وسلم وسیخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم صلی الله علیه وسلم یشبهه فی الخُلق ولا یشبهه فی الخلَق ثم ذکر قصة یملأ الارض عدلا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت حسن کو دیکھتے ہوئے کہا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سید ہی کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اس کی اولاد میں ایک شخص پیدا ہوگا۔ اس کا نام تمہارے نبی کی طرح (محمد) ہوگا۔ وہ عادات واخلاق میں تو آپ کے مشابہ ہوگا لیکن شکل وصورت میں مشابہ نہیں ہوگا۔ اس کے بعد حضرت علی نے حضور کا ارشاد آخیر تک نقل کیا کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔

مہدی کا اخلاق نبی کا سا ہوگا۔ لیکن شکل مختلف ہوگی عام طور سے شارحین نے حدیث کے الفاظ سے یہی سمجھا ہے لیکن حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند اس مفہوم سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میرے نزدیک یہ ترجمہ درست نہیں ہے کیونکہ ایک حدیث میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ خلیفہ مہدی شکل وصورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے۔اس لیے اس حدیث کے پیش نظر مفعول کی ضمیر کا مرجع بجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت حسن ہی ہیں(۱)

حضرت مولانا کی یہ رائے بلاشبہ وزنی ہے اور اسے رد کرنے کی کوئی بھی معقول دلیل موجود نہیں ہے اس لیے اب صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ امام مہدی اخلاق وعادتوں میں حضرت حسن کی طرح نرم وشفیق ہوں گے اور شکل وصورت حضور سے ملتی ہوگی۔

یہ سنن ابی داؤد کی حدیث ہے جس میں مصنف سے حضرت علی تک چار واسطے ہیں۔ہارون بن مغیرہ ابو داؤد کے علاوہ ترمذی کے بھی راوی ہیں۔امام نسائی یحییٰ بن معین، ابو داؤد، امام احمد بن حنبل اور ابن حبان نے ان کو ثقہ قرار دیا جبکہ دوسرے مقام پر ابو داؤد نے کہا کہ وہ شیعہ ہیں۔سلیمانی کہتے ہیں کہ ان میں محتاط رہنا چاہیے فیہ نظر اور ابن حبان کے نزدیک وہ بسا اوقات احادیث کی روایت میں غلطی بھی کرتے ہیں مختصر یہ کہ وہ ایک کام چلاؤ راوی ہیں۔دوسرے ابو قبیس ہیں، امام بخاری نے تعلیقاً، نسائی، اور ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے ان سے باقاعدہ روایتیں لی ہیں۔سفیان ثوری، ابن حبان، ابن شاہین۔ابو داؤد عثمان ابن ابی شیبہ اور ابو بکر بزار سے ان کی توثیق مروی ہے۔ابو داؤد اور ابن ابی شیبہ نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ وہ حدیث میں غلطی بھی کرتے تھے اور کبھی کبھی انہیں وہم بھی ہو جاتا تھا۔تیسرے راوی شعیب بن خالد ہیں۔ابو داؤد نے ان کی روایتیں لی ہیں اور سفیان بن عیینہ، امام نسائی، ابن معین، ابن حبان اور امام عجلی نے

---

(۱) الخلیفہ المہدی فی الاحادیث الصحیحہ، ص:۳۶۔

انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ ابو اسحاق کے بارے میں دو احتمال ہیں یا تو وہ ابو اسحاق سبیعی ہیں جن کی شہرت و عدالت مسلم ہے اور وہ ائمہ ستہ کے راوی ہیں یا ابو اسحاق شیبانی ہیں وہ بھی معتبر اور صحاح کے راوی ہیں۔ حافظ منذری کہتے ہیں کہ یہ اول الذکر ہیں۔ انہوں نے حضرت علی اور مغیرہ بن شعبہ کی زیارت کی ہے جبکہ ایک قول یہ بھی ہے کہ انہوں نے مذکورہ دونوں صحابہ سے روایت نہیں کی۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی فرماتے ہیں کہ ان کی حضرت علی سے تمام روایتیں منقطع ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مدنی فرماتے ہیں کہ اگر ابو داؤد کی ہارون سے ملاقات ثابت ہو جائے تو یہ بہترین سند کی روایت ہے ورنہ وہ معلق ہو گی اور ان لوگوں کے نزدیک پھر بھی معتبر ہو گی جو مرسل کو حجت مانتے ہیں۔

یہ حدیث مہدی کے حسنی ہونے کی دلیل ہے جبکہ ایک دوسری روایت میں انہیں حسینی بھی کہا گیا ہے لیکن اس کی سند میں ابن لیعہ جیسے کمزور راوی ہیں جو بالاتفاق ضعیف ہیں اس لیے دوسری روایت کے بالمقابل یہاں پہلی حدیث ہی راجح اور عمدہ ہے۔ علامہ سیوطی اور دوسرے بعض محدثین نے دونوں روایتوں پر اعتماد کر کے یہ توجیہ کی ہے کہ امام مہدی باپ کی جانب سے تو حسنی ہوں گے لیکن ماں کی طرف سے حسینی ہوں گے۔

نام وولدیت

حسنی خاندان، فاطمی نسل اور نبوی خانوادے سے متعلق ہونے کے بعد اب مسئلہ آتا ہے کہ مہدی اور ان کے والد کا نام کیا ہو گا؟ تو اس سلسلے میں دیگر روایات کے علاوہ سنن ترمذی، ابو داؤد، مستدرک حاکم اور مصنف ابن ابی شیبہ کی صحیح روایتوں میں ہمیں دو جملے ملتے ہیں۔

یواطی اسمہ اسمی

یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی۔

ان کا نام میرے نام پر ہوگا ان کا نام وولدیت میری طرح ہوگی۔

حضور ﷺ کی طرح امام مہدی کا نام بھی محمد بن عبد اللہ ہوگا کیونکہ یہاں آپ کا حقیقی نام ہی مراد ہے صفاتی نہیں اس لیے بعض کتابوں میں امام موصوف کا نام جو احمد بن عبد اللہ لکھا ہے وہ عقل ونقل کے خلاف اور مصنف کی لغزش ہے اس کے علاوہ کچھ لوگوں نے امام کی والدہ کا نام آمنہ نقل کیا ہے جو بلاشبہ غلط ہے سید برزنجی کی تصریح کے مطابق ذخیرۂ حدیث ایسی کسی روایت سے آشنا نہیں ہے جس میں والدہ کے نام کی بھی تصریح ہو۔

شکل وصورت

انسانی ذہن اب بھی سیراب نہیں ہوتا اور نسل وخاندان، نام ونسبت اور وقتِ ظہور کے بعد ہر مسلمان کا دل چاہتا ہے کہ وہ مہدی کے کچھ حلیے سے بھی واقف ہو تاکہ امام کا اگر زمانہ نہ پاسکے تو کم از کم ان کے حسین تصور ہی سے کچھ دل ٹھنڈا ہو۔ اس سلسلے میں پہلی چیز تو یہ ہے کہ موصوف قدووقامت اور اپنی جسمانی ساخت میں رسول اللہ ﷺ کی طرح فربہ، قدرے لانبے اور ایک وجیہ شخصیت کے حامل ہوں گے جبکہ ان کے روئے مبارک کا تعارف مستدرک حاکم کی روایت میں اس طرح منقول ہے۔

اشم الانف اقنی اجلی

ان کی ناک بلند وستواں اور چہرہ روشن ہوگا۔

ابو عبد اللہ حاکم کہتے ہیں کہ یہ مسلم کے درجہ کی حدیث ہے لیکن حافظ ذہبی نے فرمایا کہ اس کی سند میں عمران قطان راوی ضعیف ہیں اور امام مسلم نے ان کی کوئی روایت نہیں لی شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی فیصلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ راجح بات یہ ہے کہ وہ ضعیف نہیں

ہیں کیونکہ ناقدین کی بنسبت ان کے مدح سراؤں کی تعداد زیادہ ہے اور امام بخاری نے بھی ان سے تعلیقاً روایت لی ہے۔

اسی سے ملتی جلتی دوسری حدیث ابوداؤد میں آئی ہے۔

اجلي الجبهة اقنى الانف

پیشانی کشادہ اور ناک بلند و ستواں ہوگی۔

روایت باب کے پہلے راوی سہل بن تمام ہیں۔ ان سے امام ابوداؤد نے سنن میں روایتیں لی ہیں، ابوحاتم، ابن حبان اور ابوزرعہ کے نزدیک وہ تقریباً قابل اعتبار ہیں۔ دوسرے راوی کا نام عمران قطان ہے۔ یہ ایک مختلف فیہ راوی ہیں اور ائمہ جرح و تعدیل ان کے سلسلے میں دو فریق بن گئے ہیں۔ یحییٰ بن سعید، عفان بن مسلم، احمد بن حنبل، ابوداؤد، ابن حبان، ساجی، ابن شاہین عجلی، حاکم اور امام بخاری سے ان کی توثیق منقول ہے جبکہ ابن معین امام نسائی اور ابوداؤد وغیرہ نے ان پر تنقید کی ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی فرماتے ہیں کہ اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ عمران قطان کے سلسلے میں توثیق کرنے والے بہت ہیں اور ان کی تعدیل معقول ہے جبکہ ناقدین کی تعداد بھی تھوڑی ہے اور کی جرح بھی قابل التفات نہیں۔ اسی لیے حاکم نے ان کی روایتوں کو صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر نے بھی جرح کے مقابلے میں توثیق کو اختیار کرتے ہوئے کہا **صدوق یهم**۔ تیسرے راوی قتادہ صحاح ستہ کے راوی اور مشہور و معروف امام ہیں۔ چوتھے ابونضرہ ہیں۔ امام بخاری نے تعلیقاً اور مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، اور ابن ماجہ نے ان سے باقاعدہ روایتیں لی ہیں اور ابن معین، نسائی، ابوزرعہ اور ابن سعد نے ان کی توثیق کی ہے۔ شیخ الاسلام فیصلہ کرتے ہیں۔

ان الحديث صحيح لا غبار عليه۔

ان روایات کی رو سے امام مہدی کی پیشانی صاف و کشادہ ناک بلند

دستواں، اور چہرہ خوب روشن و تابناک ہوگا۔ صحیح احادیث بس اتنا ہی بتاتی ہیں اس کے علاوہ گندمی رنگ، داہنے رخسار میں ایک بڑا تل اور زبان میں ثقل کا تذکرہ ان روایتوں میں ملتا ہے جن کی سند منقطع اور موقوف ہے یا ان کے راوی اتنے کمزور ہیں کہ اسماء الرجال کی روشنی میں ان پر بالکل اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح بعض روایات میں یہ بھی منقول ہے کہ مہدی کے دونوں کاندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی عقل و نقل کی رو سے یہ سراسر بہتان ہے قصر رسالت کی تکمیل کے بعد غیر نبی کے جسم پر نبوت کی مہر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

وطن مالوف

حضرت ام سلمٰی کے حوالہ سے سنن ابی داؤد کی صحیح روایت میں مروی ہے۔

رجل من اهل المدينه

وہ شخص مدینہ منورہ کا ہوگا

یہ تصریح دوسری روایتوں میں بھی منقول ہے اس لیے ابن عدی کی "الکامل" میں جو روایت ملتی ہے کہ امام مہدی یمن کی ایک بستی "قرعہ" کے باشندے ہوں گے وہ بالکل موضوع اور بے بنیاد ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بقول اس کتاب کی اکثر احادیث کا یہی حال ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دام ظلہ نے بھی مقدمہ درس ترمذی میں شاہ صاحب کی اس رائے سے اتفاق کیا ہے۔

حقیقت کا انکشاف

امام احمد بن حنبل، ابن ماجہ ابو بکر ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی نے اپنی اپنی سندوں سے حضرت علی کی ایک مرفوع روایت نقل کی ہے جس میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المهدى منا اهل البيت يصلحه الله تعالى في ليلة .

مہدی میرے خاندان سے ہوں گے خداوند قدوس ایک ہی رات میں ان کو ہادی و مہدی بنا دے گا۔

امام ابن کثیر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اى يتوب عليه ويوفقه ويلهمه ويرشده بعدان لم يكن كذلك(۱)

یعنی خداوند قدوس اپنے خصوصی فضل و توفیق سے سرفراز فرما کر پہلے انہیں (حقیقت کا) الہام کریں گے اور اس مقام سے آشنا کریں گے

جس سے وہ پہلے بالکل ناواقف تھے۔

مصر کے نامور و عبقری محدث احمد شاکر فرماتے ہیں **اسناده صحيح** روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی بھی اس رائے کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں **لاغبار عليه** حدیث میں کوئی جھول نہیں۔ معروف عالم حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی نے ترجمان السنہ میں حدیث باب کی بہت ہی عمدہ اور دلنشیں تشریح کی ہے ذیل میں ہم اسے نقل کرتے ہیں۔

> ایک عمیق حقیقت اس سے حل ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں پر بعض ضعیف الایمان قلوب میں یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ جب امام مہدی ایسی کھلی ہوئی شہرت رکھتے ہیں تو پھر انکا تعارف عوام و خواص میں کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ اس لیے مصائب و آلام کے وقت ان کے ظہور کا انتظار معقول معلوم نہیں ہوتا لیکن اس لفظ نے یہ حل کر دیا کہ یہ صفات خواہ کتنے ہی اشخاص میں کیوں نہ ہوں لیکن ان کے وہ باطنی تصرفات اور روحانیت مشیت الٰہی کے تحت او جھل رکھی جائے گی۔ یہاں تک کہ جب ان کے

---

(۱) الفتن والملاحم، ج:۱، ص:۳۱۔

ظہور کا وقت آئے گا تو ایک ہی شب کے اندر اندر ان کی اندرونی خصوصیات منظر عام پر آجائیں گی گویا یہ بھی ایک کرشمۂ قدرت ہوگا کہ ان کے ظہور کے وقت سے قبل کوئی شخصیت ان کو پہچان نہ سکے گی اور جب وقت آئے گا تو قدرت الٰہیہ شب بھر میں وہ تمام صلاحیتیں ان میں پیدا کردے گی جن کے بعد ان کا امام مہدی ہونا ایک نابینا پر بھی منکشف ہو جائے گا۔

(ترجمان السنہ، ج:۴، ص:۴۰۵)

مہدی کے ظہور سے پہلے حجاز مقدس کے والی کی موت واقع ہوگی اور جانشین کے تقرر پر مدینہ منورہ میں اختلاف اٹھ کھڑا ہوگا۔ امام کے منظرعام پر آنے سے قبل ظہور پذیر ہونے والے تمہیدی واقعات کے ضمن میں ہم پیچھے ذکر کرچکے ہیں کہ ملک شام میں عیسائیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے بادشاہ اسلام شہید ہو جائے گا اور نصاریٰ خیبر تک اپنی حکومت پھیلا دیں گے۔ اس بادشاہ کی تعیین یہاں غوروفکر کا موضوع ہے کہ آیا شامی سرزمین پر شہادت کا جام پینے والا ہی حجاز کا فرمانروا ہے یا اس سے الگ وہ حرمین شریفین کا کوئی دوسرا حکمراں ہے جس کی وفات ہی مہدی کے ظہور کا پیش خیمہ ہوگی؟ صحیح صورت حال کا علم تو اللہ ہی زیادہ جانتا ہے لیکن بعض آثار و قرائن کی بنیاد پر ہمارا اندازہ ہے کہ یہ کوئی الگ شخصیت نہیں بلکہ حجاز مقدس ہی کا فرمانروا ہے جو اسلام کی پاسبانی کرتے ہوئے بالآخر اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہادے گا اور اس پہاڑ کے ہٹتے ہی امت پر خطرات و حوادث کے ایسے بادل گھر آئیں گے کہ دوسرے خطوں کا تو ذکر ہی کیا اب حرمین شریفین کو بھی دشمنوں سے بچانا کسی کرشمے اور معجزے سے کم نہ ہوگا۔ ایک طرف تمام عیسائی متحد ہو کر مدینہ پر آخری حملہ کرنے کے لیے خیبر کے دروازے کھٹکھٹا رہے ہوں گے تو دوسری جانب سفیانی کا لشکر آگ و خون کا طوفان اٹھا کر جزیرۃ العرب کے لیے سنگین چیلنج کی

صورت اختیار کر چکا ہو گا جبکہ تیسری سمت یہودیت اسلام کا قلع و قمع کرنے کے لیے اپنی تمام تر توانائیوں کو محفوظ و یکجا کر رہی ہو گی ان تینوں طاقتوں کے بر عکس مسلمان تمام وسائل سے تہی دست ہوں گے۔ تاریخ اسلام کا یہ بلاشبہ سب سے خطرناک وقت ہو گا اور اسی نازک موڑ پر عالم اسلام کو حزم و تدبر سے لیس ایک جری قیادت کی تلاش ہو گی۔ ظہور مہدی کے پس منظر میں ہم یہ بھی وضاحت کر چکے ہیں کہ شام میں عیسائیوں کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اپنے شہید قائد کے جھنڈے تلے لڑنے والے تمام مجاہدین مایوس ہو کر مدینہ کا رخ کریں گے اور مہدی کا خیال وہاں سب سے پہلے انہیں دردمندوں کے ذہن میں آئے گا جو عیسائیت کے عروج اور اسلام کی پسپائی پر کرب و اضطراب سے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ اٹھیں گے۔

امام موصوف اس وقت اپنے آبائی وطن مدینہ منورہ ہی میں ہوں گے اور ایک رات جب وہ سو کر اٹھیں گے تو ان کی تمام روحانی صلاحتیں اور باطنی تصرفات اچانک اس طرح انگڑائی لیں گے کہ صبح ان کے دل و دماغ کی حالت ہی کچھ اور ہو گی اور وہ بڑی حد تک اپنی حقیقت کا ادراک کر لیں گے۔ مدینہ والوں کو تو پہلے ہی سے ان کی تلاش ہو گی وہ اس خوف و ڈر سے فوراً مکہ کا رخ کریں گے کہ اہل نظر تاڑ کر کہیں خلافت کا بار گراں ان کے کاندھوں پر نہ ڈال دیں۔ چنانچہ ابوداؤد کی صحیح روایت میں منقول ہے۔

یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اھل المدینة ھاربا الی مکة فیاتیه ناس من اھل مکة فیخرجونه وھو کارہ فیبا یعونه بین الرکن والمقام.

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک خلیفہ کی وفات پر (مدینہ میں) اختلاف شروع ہو گا تو ایک شخص (مہدی) وہاں سے

مکہ کا رخ کرے گا لیکن مکے کے کچھ حضرات (انہیں پہچان کر) ان کے پا
س آئیں گے اور انہیں باصرار باہر نکال کر (بیت اللہ میں) حجر اسود اور
مقام ابراہیم کے درمیان ان کے ہاتھ پر بیعت (خلافت) کریں گے۔

حضرت ام سلمہ کی دوسری روایت میں جو مسند احمد، طبرانی اوسط، مسند ابو
یعلی۔ المنار المعیف اور سنن ابی داؤد میں منقول ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من بنی هاشم فیاتی مکة فیستخرجه الناس من بیته وهو کاره فیبایعونه بین الرکن والمقام.

خلیفہ کی موت پر اختلاف ہوگا۔ خاندان بنی ہاشم کا ایک شخص (یہ دیکھ
کر) مدینہ سے مکہ چلا جائے گا (مبادا لوگ مجھے خلیفہ بنادیں) اہل مکہ تلاش
کرکے انہیں باصرار ان کے گھر سے باہر نکلنے کی زحمت دیں گے اور پھر حجر
اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان (بٹھا کر) ان کے ہاتھ پر بیعت کرینگے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں
کہ رجاله رجال الصحیح حدیث کے تمام رواۃ صحیح حدیث کی شرط
پوری کرتے ہیں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی استاذ حدیث
دار العلوم دیوبند اس کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

والحدیث حسن ومثله مما یجوز ان یقال فیه صحیح

(الخلیفه المهدی، ص: ۷۱)

حدیث حسن ہے اور ایسی احادیث کو صحیح کہا جا سکتا ہے۔

اس سلسلے کی تیسری روایت مصنف ابن ابی شیبہ اور مستدرک حاکم میں
آئی ہے حضرت ابو قتادہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ:

یبایع للرجل بین الرکن والمقام

ایک شخص (مہدی) سے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت

کی جائے گی۔

حدیث کے تمام رجال قابل اعتماد ہیں۔اس لیے ابو عبداللہ حاکم کہتے ہیں کہ یہ بخاری و مسلم کے درجہ کی حدیث ہے۔ حافظ ذہبی کو اس خیال سے اتفاق ہے اور شیخ الاسلام حضرت مدنی نے بھی اسے صحیح احادیث میں شامل کیا ہے۔

کچھ ضعیف روایتیں

تینوں احادیث یہی بتاتی ہیں کہ قدرت کو جب امام کا ظہور مقصود ہوگا تو انہیں مدینہ منورہ سے نکال کر وہ بیت اللہ کے جوار میں کھینچ لائے گی تاکہ جس سرزمین سے دین و توحید کا آوازہ بلند ہوا تھا اسی مبارک خطہ سے تجدید دین اور احیاء اسلام کی سب سے عظیم تحریک شروع ہو۔بعض ضعیف روایات جن کی سند میں ابن لہیعہ جیسے کمزور راوی ہیں میں منقول۔ ہے کہ جمرۂ عقبہ میں حجاج کے کشت وخون کے بعد اطراف عالم سے علماء مہدی کی تلاش میں مکہ پہنچیں گے اور سب مل کر انہیں ڈھونڈ نکالیں گے لیکن مہدی انہیں جل دے کر چپکے سے مدینہ پہنچ جائیں گے۔یہ لوگ بھی ان کے تعاقب میں مدینہ کی راہ لیں گے۔ اب امام مکہ آجائیں گے۔ایسا تقریباً تین مرتبہ ہوگا بالآخر انہیں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان پکڑ کر یہ ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کریں گے۔ابن لہیعہ ہی کی دوسری روایت میں منقول ہے کہ مہدی حضور ﷺ کے جھنڈے، تلوار اور آپ کی قمیص لے کر ظاہر ہوں گے۔ایک روایت میں آیا ہے کہ ان کی بیعت کے وقت آسمان سے آواز آئے گی **هذا خليفة الله المهدى فاطيعوه** اور بادل کا ایک ٹکڑا ان پر سایہ فگن ہوگا جس میں سے ایک ہاتھ ظاہر ہو کر مہدی کی طرف اشارہ کرے گا۔کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مہدی کا

ظہور محرم میں عاشورہ کی رات کو عشاء کے بعد ہوگا۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اس سال رمضان کی پہلی تاریخ کو چاند گرہن اور پندرہویں شب کو سورج گرہن ہوگا۔ پھر اسی ماہ میں چاند کو دوبارہ گہن لگے گا۔

مہدی کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ ساری روایتیں موجود ہیں کیونکہ ہم نے اپنی کتاب میں صرف صحیح احادیث کا التزام کیا ہے اس لیے یہاں یہ تصریح کرنا ضروری ہے کہ یہ سب ضعیف، مقطوع اور موضوع روایتیں ہیں جن کی کسی صورت تصدیق نہیں کی جاسکتی خصوصاً مہدی کا جُل دے کر مدینہ بھاگ جانا تو ان پر ایسا بھونڈا الزام ہے جو روایت گڑھنے والے کی کم عقلی کا پتہ دیتا ہے۔ اتنا بڑا ولی کامل اور مجدد اعظم جس کے دیدار کی صحابہ و تابعین نے تمنا کی ہو جھوٹ بول کر علماء کو دھوکہ دے! ہرگز ہرگز تسلیم نہیں اسی طرح مہدی کا حضورؐ کی قمیص، جھنڈا اور تلوار کے ساتھ ظہور کرنا ہمارے نزدیک خالص شیعی تخیل ہے جو یقیناً رافضیوں کی کتابوں سے لیا گیا ہے۔ شیعوں کی روایت میں ان چیزوں کے علاوہ قرآن کریم کے اصل نسخے کا بھی ذکر ہے جبکہ یہاں راوی نے چالاکی کا ثبوت دیتے ہوئے اسے حذف کر دیا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ یہ چیزیں مہدی کو کہاں سے دستیاب ہوں گی؟ کیا ان کی نسل میں قرن اول سے یہ محفوظ چلی آرہی ہیں؟ اگر ایسا ہے تو اس دعوے کی کوئی ٹھوس دلیل چاہیے۔ آگے شب عاشورہ میں مہدی کا ظاہر ہونا آسمان سے ہذا خلیفۃ اللہ المہدی کی آواز آنا اور بادلوں میں سے ہاتھ نکل کر ان کی طرف اشارہ کرنے کا جو تذکرہ ہے وہ اتنے کمزور اور غیر معتبر راویوں کی حکایتیں ہیں کہ محدثین کے اقوال کی روشنی میں ان پر بالکل اعتماد نہیں کیا جاسکتا جبکہ چاند و سورج گرہن کی داستانیں حدیث رسول نہیں بلکہ وہ محمد بن علی کا قول ہے جو بلاشبہ ایک مجہول راوی ہیں، اس سند میں پہلا راوی عمرو بن شمر ہے

جس کے متعلق حافظ بن حجر عسقلانی نے " لسان المیزان " میں تحریر فرمایا ہے کہ وہ جھوٹا رافضی اور گمراہ ہے، وہ صحابہ کو گالیاں دیتا تھا اور ثقہ لوگوں کے حوالے سے موضوعات کی روایت کرتا تھا اسی لیے محدثین نے اسے منکر و متروک قرار دیکر اس کی حدیثیں قبول نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے، اسی طرح دوسرا راوی جابر بھی یہاں مجہول ہے اور اس کی شخصیت سے متعلق کوئی علم نہیں اس لیے روایت پایہ اعتبار سے گر جاتی ہے اور مہدی کے باب میں ہم اسے کبھی قبول نہیں کر سکتے۔

ہاں البتہ علماء کا مہدی کو ڈھونڈنا اور طواف کرتے ہوئے انہیں پہچان لینا بڑی حد تک سمجھ میں آتا ہے کیونکہ صحیح حدیث کے حوالے سے ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں کہ وہ مدینہ سے بھاگ کر مکہ آئیں گے اور خلافت سے بچنے کے لیے وہیں قیام پذیر ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ بیت اللہ کے جوار میں آکر وہ طواف تو ضرور کریں گے۔ پھر ادھر مکہ والے بھی اہل مدینہ کی طرح ان کے متلاشی ہوں گے اس لیے نظر پڑتے ہی اہل بصیرت تاڑ لیں گے لیکن ابھی کچھ تردد کی بنیاد پر شاید فوراً ملاقات نہ ہو گی پھر غور و فکر کے بعد جب انہیں یقین کامل ہو جائے گا تو آپ کو ڈھونڈتے ہوئے قیام گاہ تک پہنچیں گے اور باصرار بیت اللہ میں لا کر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ چنانچہ مستدرک حاکم میں محمد بن الحنفیہ سے روایت ہے کہ:

كنا عند علی رضی الله عنه فسأله رجل عن المهدی فقال علی رضی الله عنه هيهات ثم عقد بيده سبعا فقال ذاك يخرج فی آخر الزمان اذاقال الرجل الله الله قتل فيجمع الله تعالى قوما قزع كقزع السحاب يولف الله قلوبهم لا يستوحشون الى احد ولا يفرحون باحد يدخل فيهم على عدة اصحاب بدر لم يسبقهم

الاولون ولا يدركهم الآخرون وعلى عدد اصحاب طالوت الذين جاوزوا معه النهر.

قال ابن الحنفية اتريده قلت نعم قال انه يخرج من بين هذين الخشبتين قلت لاجرم والله لا اديمهما حتى اموت فمات بها يعني بمكة حرسها الله.

ہم ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے ان سے مہدی کے بارے میں سوال کیا حضرت نے مذاقاً فرمایا دور ہو پھر ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ مہدی بالکل اخیر میں ظاہر ہوں گے اور اس وقت (اتنی بے دینی ہوگی کہ) اللہ کا نام لینا ہی گردن زنی جرم ہوگا (ظہور کے وقت) خداوند قدوس بادل کے ٹکڑوں کی طرح آناً فاناً (مخلصین کی) چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو ان کے گرد اکٹھا کر دے گا اور ان کے دلوں کو باہم جوڑ دیا جائے گا وہ نہ کسی سے خائف ہوں گے اور نہ ہی کسی کو دیکھ کر خوش ہوں گے (بیعت کرتے ہوئے بالکل نہ ڈریں گے اور مہدی کے مل جانے پر ان میں فخر و اکڑ پیدا نہ ہوگی بلکہ گوہر مقصود کی بازیابی کے فوراً بعد مقصد کی دھن سوار ہو جائے گی) مہدی کے گرد سب سے پہلے اکٹھا ہونے والوں کی تعداد اصحاب بدر اور اصحاب طالوت کی طرح (۳۱۳) ہوگی جنہوں نے حضرت طالوت کے ہمراہ نہر (اردن) کو پار کیا تھا وہ (صحابہ کو چھوڑ کر) اگلے پچھلے تمام لوگوں سے افضل ہوں گے۔

حضرت ابوالطفیل کہتے ہیں کہ محمد ابن الحنفیہ نے پوچھا کیا تم اس جماعت میں شریک ہونا چاہتے ہو۔ میں نے کہا۔ جی۔ تو انہوں نے (بیت اللہ کے) دو ستونوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا خلیفہ مہدی کا ظہور انہیں کے درمیان ہوگا۔ اس پر ابوالطفیل نے کہا بخدا میں یہاں سے تاحیات جدا نہ ہوں گا (راوی کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا اور) ان کی وفات مکہ ہی میں ہوئی۔

ابو عبداللہ حاکم کہتے ہیں کہ یہ بخاری ومسلم کے درجہ کی حدیث ہے، جرح وتعدیل کے مسلّم امام حافظ ذہبی کو اس رائے سے پورا اتفاق ہے اور شیخ الاسلام حضرت مدنی بھی اسے بالکل صحیح سمجھتے ہیں حیات مہدی کے ضمن میں آگے ہم احادیث نقل کریں گے جن کے مطابق ظہور کے بعد ان کی عمر ۷ یا ۹ سال ہو گی اور اسی مختصر وقت میں انہیں پوری دنیا کو فتح کر کے ہر جگہ اسلام کی حقانیت کے جھنڈے گاڑنے ہیں۔ قارئین ذرا غور فرمائیں کیا اسباب کی دنیا میں یہ عجوبہ ممکن ہے؟ جبکہ اس سے زائد عرصہ تو ایک بہت محدود انقلاب کی تمہید میں لگ جاتا ہے اور برسہا برس کی عرق ریزی کے بعد کہیں جا کر بڑی مشکل سے انقلاب کی شروعات ہوتی ہے پھر آخر مہدی اتنی کم مدت میں اتنا بڑا انقلاب کیسے لے آئیں گے؟ کہ دنیا کا کوئی گوشہ ان کے دست قابو سے باہر نہ رہ سکے گا۔ کرامت کے منکر جو چاہیں کہیں لیکن اسلاف کے دامن میں پناہ لینے والا ایک صحیح العقیدہ مسلمان تو بہر حال اس گتھی کا حل بھی حدیث رسول ہی میں ڈھونڈے گا۔ چنانچہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

لاتزال طائفة من امتي ظاهرين علي الحق منصورين لايضرهم من خذلهم حتى تقوم الساعة.

میری امت میں ایک ایسی جماعت ہر زمانے میں موجود رہے گی جو اللہ کی تائید ونصرت سے حق پر ڈٹی ہو گی۔ اسلام کے دشمن قیامت تک اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

حدیث کے ذیل میں منقول احمد بن حنبل، علی بن مدینی اور امام بخاری کی تمام تشریحات کی توجیہ کر کے بعض محققین بہت زور لگا کر کہتے ہیں کہ یہاں صرف مجاہدین مراد ہیں جو اللہ کے راستے میں دشمنوں سے جہاد کرتے ہیں تو گویا یہ روایت **الجهاد ماض الي يوم القيمة** کی عملی تفسیر ہے یعنی دشمن

مجاہدین کو روکنے کی پوری کوششیں کریں گے لیکن وہ ان تمام ہتھکنڈوں کے باوجود بڑھتے اور پھیلتے ہی جائیں گے۔ مخالفین کی کوئی چال بھی کارگر نہ ہو گی۔ روایت کی دوسری معتبر سند میں یہ بھی تصریح ہے کہ اس جماعت کا آخری دستہ دجال سے جہاد کرے گا دوسری قابل اعتماد احادیث ہمیں صاف بتاتی ہیں کہ یہ مہدی ہی کی فوج ہو گی جو مسیح بن مریم کی قیادت میں یہودیوں سے آخری معرکہ لڑے گی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ امت میں جہاد کبھی موقوف نہیں ہو گا اور مجاہدین کی یہ آخری جماعت ہی مہدی کا لشکر ہو گی۔

اب موجودہ عالمی صورت حال کا ذرا سرسری جائزہ لیجئے۔ جہاد افغانستان کے بعد یہ جماعت بڑی تیزی سے پوری دنیا میں پھیل گئی۔ دشمن دہشت پسند، انتہا پسند، رجعت پسند، بنیاد پرست، اور نہ جانے کتنی گالیاں دے کر اسے دبانے کی مسلسل کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن یہ طائفہ منصورہ ہے کہ برابر آگے ہی بڑھ رہا ہے اور دجال سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے اب وہ پوری طرح تیار ہے۔ اگر کچھ کمی ہے تو وہ صرف ایسے عبقری قائد کی جو بکھری ہوئی امت کی شیرازہ بندی کر کے سیسہ پلائی دیوار کی طرح اسے دشمنوں کے مقابل ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کرے۔

امام مہدی امت کی اسی اہم ضرورت کو پورا کریں گے۔ انہیں انقلاب کا ابتدائی کام کرنا نہیں پڑے گا جس کے لیے طویل مدت درکار ہو۔ بلکہ یہ تمام انتظامات تو پہلے ہی مکمل ہو چکیں گے۔ وہ صرف قیادت کے خلا کو پر کرنے کے لیے دنیا میں مبعوث ہوں گے مصر و فلسطین، سوڈان والجزائر، اور چیچنیا وبوسنیا وغیرہ میں مہدی ہی کے سپاہی تیار ہو رہے ہیں جو ظہور ہوتے ہی پروانوں کی طرح ان کے گرد اکٹھا ہوں گے اور وہ ان ٹرینڈ مجاہدین کو لے کر آن کی آن میں دنیا کو فتح کر ڈالیں گے۔ ظاہر ہے ہوائی جہازوں کے زمانے میں اب ۷ یا ۹ سال کی مدت بہت ہے

ایسے حالات میں ہمارے نزدیک تو صرف دو سال کافی ہیں۔

تین دشمن

ظہور کے وقت مسلمانوں سے برسرپیکار تین طاقتیں ہوں گی۔ سفیانی، عیسائی اور یہودی ان میں سب سے قریب اور جلد باز دشمن سفیانی ہوگا جو اعلاء کلمۃ اللہ کے اس باب کو فوراً بند کرنے میں اپنی تمام تر طاقت جھونک دے گا۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔

عن ام المومنین ان رسول اللہ ﷺ قال سیعوذ بهذا البیت یعنی الکعبة قوم لیس لهم منعة ولا عدد ولا عدة یعث الیهم جیش حتی اذا کانوا ببیداء من الارض خسف بهم.

ام المومنین (حضرت عائشہ) روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب بیت اللہ کے اندر ایک قوم پناہ گزیں ہوگی جو قوت و شوکت، افرادی طاقت اور ہتھیاروں سے تہی دامن ہوگی اس سے جنگ کے لیے (شام سے) ایک لشکر چلے گا جو (مکہ و مدینہ) کے درمیان ایک چٹیل میدان میں پہنچ کر زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

کتاب الفتن ہی میں حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت بھی موجود ہے جو صورتحال کے کچھ دوسرے پہلوؤں سے بھی پردہ اٹھاتی ہے۔ فرماتی ہیں۔

عبث رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی منامه فقلنا یا رسول اللہ صنعت شیئا فی منامك لم تکن تفعله فقال العجب ان ناسا من امتی یؤمون البیت برجل من قریش قدلجابالبیت حتی اذا کانوا بالبیداء خسف بهم فقلنا یا رسول اللہ ان الطریق قدیجمع الناس قال نعم فیهم المستبصر والمجبور وابن السبیل

يهلكون مهلكا واحدا ويصدرون مصادر شتى يبعثهم الله على نياتهم (صحيح مسلم)

ایک مرتبہ (خلاف معمول) نیند کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں کچھ حرکت ہوئی۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آج (نیند میں) آپ سے ایسا کام ہوا جو (اس سے پہلے) آپ نے کبھی نہیں کیا۔ ارشاد فرمایا عجیب بات ہے کہ کعبۃ اللہ میں پناہ گزیں ایک قریشی (مہدی) سے جنگ کرنے کے لیے میری امت کے کچھ لوگ مکے کی طرف چلیں گے لیکن بیداء میں پہنچتے ہی وہ سب زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ان میں تو بہت سے رہ گیر بھی ہو سکتے ہیں (انہیں کس جرم کی سزا دی جائے گی؟) فرمایا ہاں کچھ تو واقعی جنگجو ہوں گے کچھ مجبور ہوں گے (جنہیں زبردستی ساتھ لیا ہوگا) اور کچھ رہ گیر ہوں گے یہ سب کے سب دھنسا دیئے جائیں گے البتہ قیامت میں نیتوں کے مطابق ان کا حشر ہوگا۔

اس زمرے کی تیسری روایت مسلم شریف میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے عبداللہ بن قبطیہ کہتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان اور عبداللہ بن زبیر کی لڑائی کے دوران حارث بن ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس موقعہ پر میں بھی ان حضرات کے ساتھ تھا۔ انہوں نے اس لشکر کے بارے میں دریافت کیا جو زمین میں دھنسا دیا جائے گا تو ام المومنین نے فرمایا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يعوذ عائذ بالبيت فيبعث اليه بعث فاذا كانو ببيداء من الارض خسف بهم فقلت يا رسول الله فكيف بمن كان كارها قال يخسف به معهم ولكنه يبعث يوم القيمة على نيته قال ابو جعفر هي بيداء المدينة.

حضور ﷺ نے فرمایا ایک پناہ لینے والا (مہدی) حرم کعبہ میں پناہ لے گا تو اس سے جنگ کے لیے ایک لشکر چلے گا لیکن ایک چٹیل میدان میں پہنچتے ہی وہ دھنس جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجبور لوگ (جنھیں زبردستی بھرتی کیا گیا) کس جرم میں زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے آپ نے فرمایا یہ لوگ بھی دھنسائے تو ان کے ساتھ ہی جائیں گے البتہ قیامت میں حشر ان کی نیتوں کے مطابق ہو گا۔

یہ روایت مستدرک میں بھی آئی ہے، حاکم کا خیال ہے کہ وہ بخاری وسلم کے درجہ کی حدیث ہے، حافظ ذہبی بھی اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں۔ اس مضمون کی چوتھی حدیث حضرت حفصہ سے مروی ہے۔ امام مسلم نے اسے بھی کتاب الفتن ہی میں نقل کیا ہے عبداللہ بن صفوان ام المومنین سے روایت کرتے ہیں۔

اخبرتنی حفصة انها سمعت النبی صلی الله علیه وسلم لیؤمنّ هذا البیت جیش یغزونه حتی اذا کانوا ببیداء من الارض یخسف باوسطهم وینادی اولهم آخرهم ثم یخسف بهم فلا یبقی الا الشرید الذی یخبر عنهم۔

فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ ایک لشکر حملہ کے لیے بیت اللہ کی طرف چلے گا۔ لیکن بیداء میں پہنچتے ہی اس کا درمیانی حصہ زمین میں دھنس جائے گا اور آگے والے (خبردار کرنے کے لیے) پیچھے والوں کو پکاریں گے لیکن فوراً ہی ان دونوں کو بھی دھنسا دیا جائے گا اور اتنے بڑے لشکر میں صرف مشکل سے ایک شخص ہی زندہ بچ پائے گا جو لوگوں کو اس حادثہ کی خبر دے گا۔

پانچویں روایت حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے جس کا ابتدائی حصہ ہم سفیانی کے ظہور میں نقل کر چکے ہیں۔ اب متعلقہ ٹکڑے کو یہاں درج کرتے ہیں۔

یخرج رجل من اهـل بیتی فی الحرة فیلغ السفیانی فیبعث الیـه جنـدا من جنده یهزمهم فیسیرالیه السفیانی بمن معـه حتی اذا صاربیـداء من الارض خسف بهم فلا ینجومنهم الاالمخبر عنهم۔

میرے اہل بیت میں سے ایک شخص (مہدی) کا ظہور حرم میں ہوگا سفیانی کو جب ان کی اطلاع ملے گی تو اپنا ایک لشکر ان سے جنگ کے لیے بھیجے گا۔ یہ لشکر شکست کھا جائے گا تو خود سفیانی اپنے ہمنواؤں کو لے کر چلے گا لیکن بیداء میں پہنچ کر وہ پورا لشکر زمین میں دھنس جائے گا اور ایک مخبر کے علاوہ کوئی بھی زندہ نہ بچے گا۔

چھٹی روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے جو شامی لشکر کے دھنسنے اور سفیانی کی ہلاکت و تباہی کے ساتھ ساتھ ہمیں واقعات کے تسلسل کی کچھ مزید نئی کڑیوں کا پتہ دیتی ہے فرماتی ہیں:

یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اهل المدینة هاربا الی مکة فیاتیه ناس من اهل مکة فیخرجونه وهو کاره فیبا یعونه بین الرکن والمقام ویبعث الیه بعث من الشام فیخسف بهم بالبیداء بین مکة والمدینة فاذا رای الناس ذلك اتاه ابدال الشام وعصائب اهل العراق فیبایعونه ثم ینشأ رجل من قریش اخواله کلب فیبعث الیهم بعثا فیظهرون علیهم وذلك کلب والخیبة لمن لم یشهد غنیمة کلب فیقسم المال ویعمل فی الناس بسنة نبیه صلی الله علیه وسلم ویلقی الاسلام بجرانه الی الارض فیلبث سبع سنین ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون.

ایک خلیفہ کی موت پر (نئے خلیفہ کے انتخاب میں) مدینہ منورہ میں اختلاف شروع ہوگا تو وہاں سے ایک شخص (مہدی) بھاگ کر مکہ آجائے گا

(مبادا لوگ مجھ ہی کو خلیفہ بنادیں) مکے کے بعض لوگ انہیں پہچان لیں گے اور باہر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان لاکر باصرار ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے (جب یہ خبر عام ہو گی) تو ملک شام سے ایک لشکر ان سے لڑنے کے لیے روانہ ہو گا لیکن مکہ اور مدینہ کے درمیان بیداء میں پہنچتے ہی وہ زمین میں دھنس جائے گا۔ پھر شام کے ابدال اور عراق کے اولیاء آکر آپ کی خلافت کی بیعت کریں گے۔ بعد ازاں ایک قریشی جس کی نہال قبیلہ کلب میں ہو گی مہدی اور ان کے متبعین سے جنگ کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجے گا لیکن اہل حق اس پر غالب آئیں گے۔ یہی (جنگ) کلب ہے اور وہ شخص بد نصیب ہو گا جو کلب کی غنیمت میں شریک نہ ہو (فتح کے بعد) خلیفہ مہدی خوب داد و دہش کریں گے اور لوگوں کو نبی کی سنت پر چلائیں گے۔ اسلام ساری دنیا پر چھا جائے گا۔ مہدی سات یا نو سال رہ کر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

ابو داؤد نے یہ روایت تین سندوں سے نقل کی ہے جو بذات خود اس کی صحت و قوت کی دلیل ہے۔ منذری اور ابن القیم نے بھی اس پر کوئی تنقید نہیں کی اس طریق میں ام سلمہ تک چھ راوی ہیں اور یہ سب کے سب صحاح ستہ کے رجال ہیں۔ اس لیے نواب صدیق حسن خاں بھوپالی شیخ الاسلام حضرت مدنی فرماتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ کی اسناد کی بدولت یہ بخاری و مسلم کے درجہ کی حدیث ہے ابو داؤد کے علاوہ یہ حدیث کچھ معمولی تغیرات کے ساتھ مسند احمد بن حنبل، مسند ابو یعلی اور اوسط طبرانی میں بھی آئی ہے لیکن یہاں اس کی سند اتنی عمدہ اور بے غبار نہیں ہے۔

ساتویں روایت بھی مذکورہ بالا احادیث ہی سے ملتی جلتی ہے اور ان کے درمیان واقعات و ترتیب میں بھی بڑی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔ ام سلمہ فرماتی ہیں۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یبایع لرجل من امتی بین الرکن والمقام کعدة اهل بدرفیاتیه عصب العراق وابدال الشام فیأتیهم جیش من الشام حتی اذا کانوا بالبیداء خسف بهم ثم یسیر الیه رجل من قریش اخواله کلب فیهزمهم الله قال وکان یقال ان الخائب یومئذ من خاب من غنیمة کلب.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کے ایک شخص (مہدی) سے بدری صحابہ کی طرح (۳۱۳) افراد حجراسود اور مقام ابراہیم کے درمیان خلافت کی بیعت کریں گے اور پھر اس خلیفہ کے پاس عراق کی جماعتیں اور شام کے ابدال آئیں گے۔ اسکے بعد اس سے جنگ کرنے کے لیے شام سے ایک لشکر چلے گا جو بیداء میں پہنچ کر زمین میں دھنسا دیا جائے گا آخر میں ایک قریشی جس کی ننہال قبیلۂ کلب میں ہوگی مہدی کا قصد کرے گا لیکن خداوند قدوس اسے بھی شکست دیگا۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اس دن کہا جائے گا وہ شخص آج بڑے گھاٹے میں رہا جو کلب کی غنیمت سے حصہ نہ پا سکا۔

حاکم نے مستدرک میں اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے لیکن حافظ ذہبی کو اس رائے سے اختلاف ہے کیونکہ حدیث کی سند میں عمران قطان جیسے راوی موجود ہیں جن پر محدثین نے تنقید کی ہے اور انہیں خارجی تک کہا گیا ہے۔ حضرت مدنی انہیں بڑی حد تک قابل اعتبار سمجھتے ہیں۔ اس لیے روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ ان کے علاوہ بقیہ رواۃ معتبر اور قابل اعتماد ہیں۔

یہ سفیانی کی شکست تک کا قصہ ہے اب آخری حدیث میں اس معرکہ کے بالکل اختتامی منظر کی عکاسی کی گئی ہے کہ مہدی کی فتح کے بعد دشمن فوجوں کا انجام کیا ہوگا۔ اور کس طرح خدائی لشکر اس کی غنیمت کو لوٹے گا۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المحروم من حرم غنيمة كلب ولو عقالا والذی نفسی بيده لتباعن نساء هم علی درج دمشق حتی تردالمرأة من كسر يوجد لساقها.

وہ شخص محروم ہے جو کلب کی غنیمت سے محروم رہا گرچہ ایک رسی ہی کیوں نہ ہو اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کلب کی عورتیں یقیناً دمشق کے راستے پر فروخت ہوں گی یہاں تک کہ ایک باندی پنڈلی ٹوٹی ہونے کی وجہ سے واپس کردی جائے گی۔

یہ بھی مستدرک کی روایت ہے حاکم اسے بخاری و مسلم کے درجہ کی حدیث قرار دیتے ہیں۔ حافظ ذہبی کے نزدیک بھی وہ صحیح ہے۔

خسف وشکست

مہدی و سفیانی کی معرکہ آرائی کے سلسلے میں یہ کل آٹھ حدیثیں ہیں جن سے اس دور کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ اس سلسلے میں گرچہ قارئین کے لیے ایک تفصیلی روایت ہی کافی تھی اور دیگر احادیث کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی لیکن ہمارا مقصد واقعاتی کڑیوں کو مرتب و یکجا کرنے کے ساتھ ساتھ اس ذیل میں آنے والی تمام ترصحیح و مستند روایات کو بھی جمع کرنا ہے اس لیے اختصار کے بجائے ہم نے قدرے تطویل سے کام لیا ہے اور اپنی ساری معلومات تحقیق و شواہد کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کردی ہیں۔ اب ان تمام طرق واسناد کو جوڑ کر واقعہ کی تصویر اس طرح ابھرتی ہے کہ سب سے پہلے خلیفۂ وقت کی وفات ہوگی اور نئے خلیفہ کے انتخاب پر مدینہ میں اختلاف اٹھ کھڑا ہوگا۔ مہدی اسی دوران ولایت کے مقام پر فائز ہوں گے اس لیے فوراً مکہ کا رخ کریں گے مبادا لوگ پہچان کر خلافت کی ذمہ داری ان کے کاندھوں پر ڈالدیں۔

یہاں طواف کرتے ہوئے مقبولین انہیں پہچان لیں گے اور ڈھونڈتے ہوئے ان کی قیام گاہ پہنچ کر انہیں بالآخر بیت اللہ شریف میں لے آئیں گے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان باصرار بیعت ہو گی۔ بادل کے ٹکڑوں کی طرح مخلصین بیعت کے لیے ٹوٹ پڑیں گے۔ ان کی تعداد بدری صحابہ کی طرح ۳۱۳ ہو گی۔ وہ اس وقت کے افضل ترین مسلمان ہوں گے یہ افراد و ہتھیار کی طاقت سے تہی دست ہوں گے ظہور کی خبر حجاز میں پر لگا کر اڑے گی۔ سفیانی اس نور کو بجھانے کے لیے فوراً ایک لشکر روانہ کرے گا۔ اس کی منزل مکہ مکرمہ ہو گی۔ وہ ذوالحلیفہ کے سامنے مکے کی سمت ایک چٹیل میدان میں پڑاؤ ڈالے گا کہ اچانک لشکر کا درمیانی حصہ زمین میں دھنس پڑے گا آگے والے پیچھے والوں کو خبردار کریں گے کہ کہیں وہ بھی اس مصیبت کا شکار نہ ہو جائیں لیکن کسی بھی حفاظتی تدبیر سے پہلے ان دونوں کو بھی زمین میں دھنسا دیا جائے گا صرف ایک شخص بڑی مشکل سے بچ سکے گا جو دوسروں کو اس حادثے کی اطلاع دے گا اب سفیانی خود لشکر لے کر مکے پر چڑھائی کرے گا۔ وہ قریشی ہو گا۔ اس کی ننھیال قبیلہ کلب کی ہو گی اور زیادہ تر فوجی بھی اسی قبیلے کے ہوں گے۔ اس وقت صورت حال غزوۂ بدر کی سی ہو گی کہ دشمن ہر طرح کے اسلحوں سے لیس ہو گا اور مسلمان ہر طرح سے کمزور ہونا تو اس بالآخر تاریخ اپنے آپ کو دہرائے گی، نصرت الٰہی آسمان سے اترے گی اور مہدی اپنی تمام تر مادی کمزوریوں کے باوجود سفیانی کو بھاری شکست دیں گے۔ بے پناہ مال غنیمت ہاتھ لگے گا، باندیوں کی اتنی کثرت ہو گی کہ وہ دمشق کی طرف جانے والے راستے پر فروخت ہوں گی۔ آج کے دن اس شخص کو بڑا بدقسمت سمجھا جائے گا جو اس جہاد و غنیمت میں شریک نہ ہو سکا کیونکہ لڑائی کے بعد امام مہدی خوب داد و دہش کریں گے اور شرکاء جہاد بھی ان کی سخاوت سے خوب لطف اندوز

ہوں گے۔ مہدی کی اس کھلی کرامت کو دیکھ کر مسلمانوں میں خوشی کی گونج سنائی دے گی اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک عالم اسلام میں ایک شور برپا ہو جائے گا۔ لوگ بیعت کے لیے ٹوٹ پڑیں گے سب سے پہلے شام کے ابدال و علماء اور عراق کی جماعت و ٹولیاں حاضر خدمت ہوں گی پھر امت کا مغز و جوہر ہر خطہ سے ان کا قصد کرے گا اور ساری تحریکیں اور ادارے اپنی تمام تر توانائیوں کو لے جا کر ان کے قدموں میں رکھ دیں گے۔ مستدرک حاکم کی صحیح روایت میں حضور ﷺ نے امت کو تاکید کی ہے کہ اس وقت خلافت پر امام کی بیعت ضرور کی جائے چاہے اس کے لیے ہمیں برف پر گھسٹ کر آنا پڑے۔ یہ دراصل مہدی کی نصرت و اعانت پر ابھارنے کی ایک زور دار نبوی تعبیر ہے جس کے ذریعہ رسول اللہ نے امت کے ہر فرد کو حق و باطل کے آخری معرکے میں بھرپور شرکت کی دعوت دی ہے تاکہ دنیا میں کفر بری طرح رسوا ہو کر ایک بار پھر دین کا کلمہ بلند ہو۔ اس دور میں امت پر یہ اللہ کا فضل ہو گا کہ سب مہدی کو بالاتفاق اپنا قائد و پیشوا تسلیم کریں گے اور اس مسئلہ میں کسی کو ذرہ برابر بھی اختلاف نہ ہو گا۔ کیونکہ ان کی بعثت و ظہور کا مقصد ہی اختلاف و تفرقہ کو مٹا کر اتحاد و الفت پیدا کرنا ہے اس لیے مسلمانوں میں جو اس کے برعکس کہانیاں مشہور ہیں کہ مہدی اپنے دور کے علماء سے بہت تکلیف اٹھائے گا اور وہ اس کی خلافت و مجددیت کو تسلیم نہیں کریں گے خالص بہتان و جھوٹ ہے جسے اپنے ناپاک مقاصد کی خاطر ہندوستان میں قادیانیوں نے پھیلایا ہے۔

مدینے سے شام روانگی

سفیانی کو شکست دے کر فتوحات کا ایک نیا باب شروع ہو گا، لوگ

جوق در جوق مہدی کے لشکر میں شامل ہونے شروع ہوں گے، امام کی جمعیت بڑھ جائے گی وہ ان سب مجاہدوں کو لے کر مدینہ منورہ کا قصد کریں گے۔ شاہ رفیع الدین کے حوالے سے ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ملک شام پر عیسائی قابض ہوں گے اور ان کی حکومت خیبر تک پھیل جائے گی۔ اس وقت بالکل غزوہ تبوک جیسا منظر ہوگا، فلسطین و بیت المقدس میں یہودی پنجے گاڑے ہوں گے عیسائی شام میں بیٹھ کر مدینہ پر حملہ کا پروگرام بنارہے ہوں گے اس وقت سفیانی کی شکست سے جنگی فائدہ اٹھانے کے لیے عیسائیت کے خلاف فوجی اقدام ضروری ہوگا تاکہ دشمن دفاعی پوزیشن میں آجائیں اور انہیں مسلمانوں پر از خود حملہ کرنے کا موقعہ نہ مل سکے۔ امام مہدی اسی حکمت عملی کو اپنائیں گے اور روضۂ اقدس کی زیارت سے فارغ ہو کر عیسائیوں پر یلغار کرنے کے لیے ایک بھاری لشکر لے کر دمشق کی طرف چلیں گے۔ راستہ غالباً معروف ہی ہوگا یعنی مدینہ طیبہ کے شمال میں پہلے جبل احد کے مغربی جانب سے ہو کر شام جانے والی شاہراہ پر پہنچیں گے جو خیبر، مدائن صالح اور تبوک ہوتی ہوئی انہیں اردن کی سرحد پر چھوڑ دے گی وہ اردن کے بیچ سے ہو کر شام کی سرحد پر پہنچیں گے عمان راستے میں پڑے گا یہاں سے دمشق شمال کی جانب بس سو کلو میٹر رہ جاتا ہے۔ اس کے بعد اسی سمت میں بعلبک، حمص، حماۃ اور حلب ہے جہاں دابق او راعماق کی بستیوں میں عیسائی فوجیں ٹھہری ہوں گی۔ آگے کیا ہوگا۔ امام مسلم حضرت ابو ہریرۃؓ سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم الساعۃ حتی تنزل الروم بالاعماق اوبدابق فیخرج الیھم جیش من المدینۃ من خیار اھل الارض یومئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلوا بیننا وبین الذین سبوا منا نقاتلھم فیقول المسلمون

لاواللہ لاتخلی بینکم وبین اخواننا فیقاتلونهم فینهزم ثلث لایتوب اللہ علیهم ابدا ویقتل ثلث هم افضل الشهداء عند اللہ ویفتتح الثلث لا یفتنون ابدا.
(ج:۲ کتاب الفتن)

حضور ﷺ نے فرمایا قیامت ہرگز نہیں آئے گی جب تک کہ رومی (عیسائی) اعماق اور دابق میں پڑاؤ نہ ڈالیں۔ انہیں سے مقابلہ کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے ایک لشکر چلے گا جو اس وقت روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمانوں سے افضل ہوگا۔ جب دونوں لشکر (ایک دوسرے کے خلاف) صف آرا ہو جائیں گے تو نصاری (مدنی لشکر سے) کہیں گے تم (خواہ مخواہ کیوں بیچ میں پڑتے ہو۔ بہتر ہے) ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ تاکہ ہم ان لوگوں سے نمٹ لیں جنہوں نے ہمارے بال بچے گرفتار کر لیے ہیں تو مسلمان کہیں گے نہیں۔ خدا کی قسم ہم تم کو اپنے بھائیوں پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس کے بعد رومی مسلمانوں پر حملہ کریں گے۔ مدنی لشکر کا ایک تہائی حصہ بھاگ نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں کبھی معاف نہیں فرمائے گا۔ ایک تہائی شہید ہو جائے گا جن کا شمار قیامت میں افضل ترین شہداء میں ہوگا۔ بقیہ تہائی لشکر فتحیاب ہوگا یہ فاتحین کبھی فتنے اور کسی بلا میں مبتلا نہ ہوں گے۔

اسی مضمون کی دوسری روایت امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے نقل کی ہے فرماتے ہیں:

ان الساعة لا تقوم حتی لا یقسم میراث ولا یفرح بغنیمة ثم قال بیده هکذا ونحّاها نحو الشام فقال عدو یجمعون لا هل الشام ویجمع لهم اهل الاسلام قلت الروم تعنی قال نعم قال ویکون عند ذاکم القتال ردة شدیدة فیشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الاغالبة فیقتلون حتی یحجزبینهم اللیل فیفی

هؤلاء وهؤلاء كل غيرغالب وتفنى الشرطة ثم يشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فيقتتلون حتى يحجز بينهم الليل فيفئ هؤلاء وهؤلاء كل غير غالب وتفنى الشرطة ثم يشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فيقتتلون حتى يمسوا فيفئ هولاء وهولاء كل غير غالب وتفنى الشرطة فاذا كان اليوم الرابع نهدإليهم بقية اهل الاسلام فيجعل الله الدابرة عليهم فيقتتلون مقتلة اما قال لا يرى مثلها واما قال لم يرمثلها حتى ان الطائرليمربجنبا تهم فما يخلفهم حتى يخرميتا فيتعاد بنو الاب كانوا مائة فلا يجلونه بقى منهم الاالرجل الواحدفباى غنيمة يفرح اواى ميراث يقسم۔

(ج:۲: كتاب الفتن)

قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ ترکہ نہ بٹے گا اور مال غنیمت پاکر (مسلمانوں کو) کوئی خوشی نہ ہو گی پھر ملک شام کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور کہا دشمن (نصاریٰ) مسلمانوں سے جنگ کے لیے وہاں جمع ہوں گے اور مسلمان بھی ان سے لڑنے کے لیے آپہنچیں گے (راوی کہتے ہیں) میں نے پوچھا دشمن سے آپ کی مراد نصاریٰ ہیں انہوں نے کہا جی پھر فرمایا کہ اس وقت زوردار لڑائی شروع ہو گی۔ مسلمان ایک لشکر کو آگے بھیجیں گے وہ یہ عزم کر کے آگے بڑھے گا کہ یا تو مر جائیں یا فتح یاب ہوں گے پھر دونوں جنگ کریں گے یہاں تک کہ دن چھپ کر رات آجائے گی اور دونوں طرف کی فوجیں اپنی اپنی قیام گاہوں میں لوٹ آئیں گی۔ ان میں سے کسی کو فتح نہ ہو گی اور مسلمانوں کا پورا لشکر شہید ہو جائے گا دوسرے دن پھر ایک لشکر موت کی قسم کھا کر آگے بڑھے گا کہ بغیر فتح کے نہیں لوٹیں گے۔ دونوں میں پھر جنگ ہو گی یہاں تک کہ رات آجائے

گی اور دونوں اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف لوٹ جائیں گے۔ اب بھی کسی کو فتح نہ ہو گی اور مسلمانوں کا یہ لشکر بھی سب شہید ہو جائے گا۔ تیسرے دن پھر مسلمانوں کا لشکر شہادت یا فتح کی قسم کھا کر آگے بڑھے گا۔ لڑائی شام تک جاری رہے گی سورج ڈوبتے ہی دونوں طرف کی فوجیں واپس ہوں گی۔ اب بھی کسی کو فتح نہ ہو گی اور مسلمانوں کا یہ تیسرا لشکر بھی سب شہید ہو جائے گا۔ جب چوتھا دن آئے گا تو تمام مسلمان ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نصاریٰ کو زبردست شکست دے گا اور دونوں میں ایسی جنگ ہو گی کہ جس کی نظیر ماضی میں نہ ملے گی۔ یا مستقبل ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر رہے گا حتی کہ ایک پرندہ ان کی لاشوں پر پرواز کرے گا۔ وہ مردہ ہو کر گر جائے گا لیکن یہ لاشیں ختم نہ ہوں گی اور جب ایک دادا کی اولاد کی مردم شماری ہو گی تو ۹۹ رفیصد آدمی مارے جا چکے ہوں گے اور ان میں صرف ایک زندہ بچا ہو گا۔ ایسی حالت میں (مسلمان) غنیمت سے کیوں کر خوش ہو سکتے ہیں اور ان کا ترکہ کیسے تقسیم ہو سکتا ہے۔

مہدی و نصاریٰ کی اسی فیصلہ کن جنگ سے متعلق تیسری روایت اوسط طبرانی میں منقول ہے جس کے تمام رواۃ صحیح ہیں بس ابن لہیعہ نے آکر اس میں ضعف پیدا کر دیا ہے حاکم نے مستدرک میں اسی حدیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہے جو ابن لہیعہ کے وجود سے خالی ہے اس لیے مصنف کہتے ہیں کہ یہ بالکل صحیح روایت ہے۔ حافظ ذہبی اور علامہ ہیثمی دونوں حاکم کی رائے کی تصدیق کرتے ہیں۔

عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال تکون فی آخرالزمان فتنة یحصل الناس فیها کما یحصل الذهب فی المعدن فلا تسبوا اهل الشام ولکن سبوا اشرارهم فان فیهم الابدال یوشك ان یرسل علی اهل الشام

سیبٌ من السماء فیغرق جما عتهم حتی لو قاتلتهم الثعالب غلبتهم فعند ذلك یخرج خارج من اهل بیتی فی ثلث رایات المکثر یقول لهم خمسة عشر الفاوالمقلل یقول اثنا عشر اماراتهم اَمِت امت یلقون سبع رایات تحت کل رأیة رجل یطلب الملك فیقتلهم الله جمیعا ویردالله الی المسلمین الفتهم ونعیمهم وقاصیهم ودانیهم۔

حضرت علی سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آخیر زمانے میں فتنے برپا ہوں گے اور لوگ ان میں اس طرح چھٹ جائیں گے جس طرح سونا کان سے چھانٹا جاتا ہے پس تم اہل شام کو برا مت کہو ہاں جو لوگ واقعی برے ہیں انہیں برا کہہ سکتے ہو۔ ان میں اولیاء اللہ بھی ہیں۔ عنقریب ان پر (بارش کی وجہ سے) سیلاب آئے گا جو ان کی جمعیت کو غرق کردے گا (پھر وہ اتنے کمزور ہوجائیں گے کہ) اگر لومڑیاں بھی ان پر حملہ کردیں تو وہ بھی غالب ہوں گی اسی ناتوانی کی حالت میں میرے اہل بیت میں ایک شخص (مہدی) وہاں تین جھنڈوں کے ساتھ آئے گا اس کے لشکر کی تعداد زیادہ سے زیادہ پندرہ اور کم سے کم بارہ ہزار ہوگی۔ ان کا علامتی لفظ اَمِت اَمت ہوگا وہ سات جھنڈوں پر مشتمل فوج سے مقابلہ کریں گے جن میں ہر جھنڈے کے تحت لڑنے والا سربراہ مملکت اور حکومت کا خواہاں ہوگا اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کردے گا اور مسلمانوں کے بُعد وتفرقہ کو مٹا کر انہیں دوبارہ الفت و آسودگی سے سرفراز فرمائے گا۔

علامات مہدی کے باب میں ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ دور آخر میں شام پر نصاری کا تسلط ہوجائیگا بس دمشق اور اس سے متصل چند علاقے ایسے ہوں گے جہاں بدستور مسلمانوں کا قبضہ رہے گا غالباً انہیں علاقوں میں مسلمانوں کے پاس عیسائیوں کے کچھ قیدی ہوں گے جو انہوں نے اس سے پہلے والی

جنگ میں پکڑے ہوں گے۔ نصاریٰ اپنی فتح کے بعد حلب کے قریب اعماق یادابق میں مزید یورپی واطالوی فوجیں اتاردیں گے تاکہ یہاں سے وہ اسلام کے مرکز پر اب آخری اور فیصلہ کن حملہ کرسکیں۔ اس وقت صورت حال بالکل غزوۂ تبوک کی سی ہوگی کہ اسلام گھوم پھر کر مدینہ میں پناہ لے گا اور رومی دشمن مسکن نبوت پر چڑھائی کے لیے شام میں ایک بھاری لشکر فراہم کر چکیں گے۔

شام کی فتح

ادھر تو چراغ محمدی کو بجھانے کے لیے یہ پلان بن رہے ہوں گے ادھر خداوند قدوس امام مہدی کو کھڑا کر کے دین کی سربلندی کے ایک ہمہ گیر باب کا آغاز کر چکا ہوگا۔ شروع میں ان کی مڈ بھیڑ سفیانی سے ہوگی جسے وہ بالآخر شکست دیں گے پھر ان کے سامنے سب سے بڑا خطرہ یہی نصاری کا لشکر ہوگا جو مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے بس کوچ کرنے ہی والا ہوگا اس وقت جنگی نقطہ نظر سے عیسائیت کے خلاف بھرپور اقدامی کارروائی ضروری ہوگی تاکہ وہ دفاع میں آجائیں اور اسلامی قلعہ کو ڈھانے کے بجائے اپنے گھروندوں کی فکر کریں مہدی اس موقعہ پر وہی قدم اٹھائیں گے جو رسول اللہ نے غزوۂ تبوک میں اٹھایا تھا چنانچہ سفیانی کے معرکہ سے فراغت پا کر وہ پہلے مدینہ منورہ کا رخ کریں گے اور وہاں روضۂ پاک پر سلام ودرود پڑھنے کے بعد ایک لشکر لے کر بڑی تیزی سے شام کی طرف روانہ ہوں گے تاکہ مدینے آنے سے پہلے ہی ان پر دمشق پہنچ کر دھاوا بول دیں چنانچہ یہ لشکر جب شام پہنچے گا تو اس آفت ناگہانی سے رومیوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے۔ اور انہیں موقعہ نکل جانے کا بے حد افسوس ہوگا۔ وہ پینترا بدل کر کہیں گے کہ ہمارا مقصد اسلام سے جنگ نہیں

بلکہ ہم تو صرف ان شامیوں سے لڑنے آئے ہیں جنہوں نے ہمارے بال بچوں کو قید کرر کھا ہے اس لیے مدینہ والو!! جھگڑا صرف ہمارا اور شامیوں کا ہے تم بیچ میں کہاں سے گھس آئے۔ ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ ہم انہیں سبق سکھا کر رہیں گے اس پر مہدی کا لشکر بول اٹھے گا ہم مسلمانوں کے والی ہیں انہیں بچانے کے لیے ہی یہاں تک آئے ہیں۔ شامی حجازی کچھ نہیں سب مسلمان بھائی بھائی ہیں ہم تمہیں امت کے کسی فرد کے خلاف بھی دست درازی کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ عیسائی اس کرارے جواب پر تلملا اٹھیں گے اور لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ ان کی جمعیت بھاری ہو گی اس لیے مہدی پر ان کا حملہ اتنا شدید اور سخت ہو گا کہ لشکر کے تہائی آدمی تو اسی وقت بھاگ نکلیں گے۔ اللہ تعالی ان نافرمانوں کو کبھی معاف نہیں کریگا اب صرف دو تہائی مجاہدین بچیں گے انہیں میں سے ایک دستہ یہ عزم لے کر میدان کارزار کی طرف بڑھے گا کہ یا تو وہ حق کے پرچم گاڑے گا یا شہادت کا جام پئے گا۔ میدان سے زندہ واپس نہیں ہو گا۔ اس سے شام تک عیسائیوں کی جنگ ہو گی اور سورج چھپنے پر دونوں فوجیں اپنی قیامگاہ پر واپس آجائیں گی۔ اس دن کسی کو فتح نہ ہو گی اور مسلمانوں کا یہ پورا لشکر شہید ہو جائے گا۔ دوسرے دن پھر ایک لشکر موت کی قسم کھا کر آگے بڑھے گا دونوں میں پھر جنگ ہو گی یہاں تک کہ رات آجائے گی اور فتح وشکست کا فیصلہ نہ ہو گا۔ مسلمانوں کا یہ لشکر بھی سب شہید ہو جائے گا۔ تیسرے دن بھی بالکل یہی قصہ پیش آئے گا جب چوتھا دن آئے گا تو امام مہدی بچے کھچے مجاہدوں کو لے کر مقابلے کے لیے نکلیں گے مگر اس وقت دشمنوں کی بنسبت آپ کے پاس بہت تھوڑی فوج ہو گی۔ عیسائی اس قلت کو دیکھ کر بڑے طرے سے صلیب کی فتح کا نعرہ لگائیں گے اور دونوں میں ایسی بھیانک جنگ چھڑے گی کہ دنیا کی تاریخ

اس کی مثال پیش کرنے سے ہمیشہ قاصر و عاجز رہے گی۔ خون کی ندیاں بہیں گی کشتوں کے پشتے لگ جائیں گے۔ نصرت الٰہی کی بدولت مسلمانوں کی فتح ہوگی اور عیسائی اس بری طرح قتل ہوں گے کہ سینکڑوں میل تک ان کی لاشیں بچھی ہوں گی حتیٰ کہ ایک پرندہ اگر صبح سے اڑنا شروع کرے گا تو شام تک اڑتا ہی رہیگا وہ مردہ ہو کر گر پڑے گا لیکن عیسائیوں کی لاشیں ختم نہ ہوں گی۔

یہ تیسری عالمی جنگ ہوگی جس میں بڑی حد تک عیسایت کی کمر توڑ دی جائے گی اور پھر وہ تیزی سے یورپ کی طرف بھاگیں گے لیکن اس معرکہ میں مسلمان بھی اتنے شہید ہوں گے کہ لشکر کا صرف ایک فیصد ہی حصہ باقی ہوگا اور ننانوے فیصد شہادت کا جام پی چکے ہوں گے۔ اس لیے مال غنیمت سے کوئی خوش نہ ہوگا کیونکہ اس کی بھاری قیمت چکائی گئی ہوگی۔

لبنان و اٹلی کی فتح

ہم شاہ رفیع الدین کے حوالہ سے پہلے بتا چکے ہیں کہ ظہور مہدی سے قبل قسطنطنیہ پر نصاریٰ کا تسلط ہوگا اس لیے شام میں بری طرح شکست کھا کر بہت سے عیسائی ترکی کی طرف بھاگیں گے کچھ لبنان میں پناہ لیں گے جبکہ ان کی بڑی اکثریت یورپی ملک اٹلی میں پہنچ کر دم لے گی۔ وہ اس وقت اسلام دشمن طاقتوں کا مرکز ہوگا۔ عیسائیت پر آخری وار کرنے کے لیے مہدی کے سامنے اب دو صورتیں ہوں گی قسطنطنیہ پر حملہ کریں یا یورپ پہنچ کر پہلے اٹلی کی خبر لیں جنگی نقطۂ نظر سے یورپ پر حملہ قسطنطنیہ سے زیادہ اہم ہوگا تاکہ عیسائیوں کی ہمیشہ کے لیے کمر توڑ کر انہیں بآسانی پھر ترکی میں گھیر لیا جائے۔ امام موصوف اسی اہمیت کو محسوس کر کے فوراً اٹلی پر حملہ کا پروگرام بنائیں گے تاکہ وہ کمین گاہ ہی تباہ کر دی

جائے جو صدیوں سے اسلام کو چیلنج کرتی رہی ہے۔ نیز ان دنوں دمشق اور اس کے اطراف میں تعفن بھی پھیل رہا ہوگا جو خود مسلمانوں کے لیے ایک آفت ہوگی اس لیے مہدی انہیں لے کر بڑی تیزی سے وہاں سے نکلیں گے اور دمشق سے بائیں سمت لبنان کی طرف چلیں گے۔ یہاں سے غالباً ان کا راستہ جنوب مغرب کی طرف ہوگا جہاں وہ زحلا جانے والی سڑک کو دائیں طرف چھوڑ کر بائیں طرف مڑ جائیں گے اور کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد علیہ پہنچیں گے۔ اس کے بعد ان کی منزل بابدا ہوگی اور پھر بیروت آجائے گا جو لبنان کا دارالحکومت اور بحیرۂ روم کے ساحل پر واقع ایک خوبصورت شہر ہے۔ دوسرا راستہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ علیہ جانے کے بجائے پہلے زحلا پہنچیں اور وہاں سے سفر کے لیے بائیں سمت جانے والی اس شاہراہ کو منتخب کریں جو جبل لبنان کو بائیں طرف چھوڑتی ہوئی سیدھی بک فیا اور بیروت تک پہنچتی ہے۔

دمشق سے بحیرۂ روم پہنچنے کے سب سے قریب یہی دو راستے ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے تمام راستے طویل مسافت پر مبنی ہیں۔ امام مہدی کو بہت تھوڑے عرصے میں پوری دنیا فتح کرنی ہے اس لیے قیاس یہی کہتا ہے کہ دور دراز سمت اختیار کرنے کے بجائے وہ جلد از جلد بیروت و یورپ پہنچنے کے لیے انہیں میں سے کسی راستہ کا انتخاب فرمائیں گے اور لبنان کو فتح کر کے بیروت پر اسلامی پرچم لہرائیں گے۔ یہ مسلم اکثریت ہونے کے باوجود اب ایک عیسائی ملک ہے اور جل فریب کا سہارا لے کر صلیب یہاں اپنے پنجے گاڑ چکی ہے۔ مہدی ان تمام صلیبی اثرات کو مٹا کر اپنے جہازوں کو بحیرۂ روم میں ڈال دیں گے اور یہاں سے ان کا رخ اب اٹلی کی طرف ہوگا۔

عن ابی قبیل انه حدثه انه سمع عبدالله عمرو بن العاص رضی الله عنهما یقول تذاکرنا فتح القسطنطینیة والرومیة

فدعاعبدالله ابن عمر بصندوق ففتحه فقال كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم نكتب فقال رجل اى المدينتين تفتح قبل يا رسول الله قال مدينة هرقل يريد مدينة القسطنطنية هذا حديث صحيح على شرط الشيخين (مستدرك، ج: ٤، ص: ٤٢٢)

ابو قبیل کی روایت ہے کہ ہم عبد اللہ بن عمرو بن عاص کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان سے پوچھا گیا کہ دونوں میں پہلے کون سا شہر فتح ہو گا قسطنطنیہ یا روم؟ اس پر عبد اللہ بن عمرو نے ایک صندوق منگایا جس میں بہت سے خانے تھے۔ ایک خانے سے انہوں نے اپنا نوشتہ نکالا اور فرمایا کہ ہم بھی اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے آپ کے فرمودات لکھ رہے تھے کہ اتنے میں کسی نے پوچھا کہ دونوں میں سے پہلے کون سا شہر فتح ہو گا قسطنطنیہ یا روم؟ آپ نے فرمایا ہر قل کا شہر یعنی پہلے قسطنطنیہ فتح ہو گا۔

یہ روایت مسند احمد، دارمی، ابن ابی شیبہ اور مستدرک میں آئی ہے۔ حاکم اسے صحیح قرار دیتے ہیں امام ذہبی کو بھی ان کی رائے سے پورا اتفاق ہے۔ اسی طرح حافظ مقدسی نے "کتاب العلم" میں اس کی سند کو حسن کہا ہے جبکہ دور حاضر کے شیخ ناصر الدین البانی نے اسے اپنی کتاب "سلسلة الاحادیث الصحیحه" میں درج کر کے اس پر صحت ویقین کی مہر لگائی ہے اس لیے ان زبردست شہادتوں کے بعد ہمارے نزدیک روایت شک وشبہ سے بالاتر ہے اور اس پر اب اعتماد نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں رہ جاتی۔

حدیث بالا میں دو شہروں کے فتح ہونے کی خوش خبری ہے قسطنطنیہ اور روم!! ان میں پہلا شہر سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں نویں صدی ہجری کے وسط میں فتح ہو چکا ہے اور اس پر اب تک ہماری حکمرانی ہے جب کہ دوسرا شہر "رومیہ" روم کا عربی تلفظ ہے جو اس وقت اٹلی کا دار الحکومت ہے،

معجم البلدان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ شروع میں یوروپ میں بھی یہی عربی تلفظ رائج تھا لیکن درازیٔ زمانہ نے اب اس میں تھوڑی تبدیلی کردی ہے بہر حال اب یہ ملک فتح ہونا ہے اور ہمارے رسول اللہ ﷺ نے جس چیز کی خبر دی ہے وہ پورا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

چنانچہ اسی نبوی پیشین گوئی کا مصداق بننے کے لیے قسطنطنیہ کو ہمارے بہت سے فرمانرواؤں نے فتح کرنے کی کوشش کی لیکن یہ سعادت اللہ نے سلطان محمد فاتح کی قسمت میں لکھی تھی اس لیے ہرقل کے اس آخری قلعہ کو وہی ڈھانے میں کامیاب ہوئے اسی طرح دوسرے شہر روم کو زیر کرنے کا عظیم کارنامہ ازل میں امام مہدی کے نام لکھا ہے اس لیے وہ اس پیشین گوئی کو سچا کرنے کے لیے اٹلی پر چڑھائی کریں گے۔ اور لبنان سے روانہ ہوکر ان کا قافلہ بحیرۂ روم میں شمال مغرب کی طرف بڑھے گا۔ یونان کو دائیں طرف چھوڑ کر اس سے آگے اٹلی ہے۔ یہاں بندرگاہ پر ان کے جہاز لنگر انداز ہوں گے۔ دارالحکومت روم یہاں سے کچھ دوری پر واقع ہے اس لیے مجاہدین کی پیش قدمی اب بری راستے سے ہوگی اور وہاں پہنچ کر امام کی قیادت میں وہ پورے ایمانی جوش وولولے کے ساتھ روم پر دھاوا بول دیں گے اس وقت مہدی کی ناقابل تسخیر طاقت کی کہانیاں پر لگا کر اڑیں گی اس لیے رومیوں میں مقابلہ کا حوصلہ تو کیا ہوگا وہ تو مسلمانوں کے قدموں کی دھمک سے ہی لرزاٹھیں گے۔ اور معمولی مزاحمت کے بعد اٹلی پر اسلامی پرچم لہرا اٹھے گا۔ اس طرح سیدنا محمد ﷺ کی وہ پیشین گوئی امر واقعہ بن کر ظاہر ہوگی جو آج سے چودہ سو سال پہلے آپ سے صحابہ نے سنی تھی۔

حدیث میں صرف اٹلی کی فتح کا تذکرہ ہے اور دوسرے یورپی ملکوں پر چڑھائی کا کوئی ذکر نہیں لیکن یہاں رک کر ہمیں یہ سوچنا ہے کہ امام مہدی کا مشن عیسائیت کا مکمل خاتمہ ہے اور اسی کی تکمیل کے لیے وہ اپنی پوری فوج

لیکر یوروپ کا طویل سفر کریں گے تو عقل ہرگز تسلیم نہیں کرتی کہ وہ اٹلی کو فتح کرتے ہی ایک دم واپس ہو جائیں اور آگے ذرا بھی پیش قدمی نہ کریں جبکہ وہاں ابھی اٹلی سے کہیں زیادہ بڑے اور پرانے نصرانیت کے گڑھ موجود ہوں یہ درحقیقت اس زمانہ میں پورے براعظم کا نام تھا اور یورپ کی جگہ روم ہی استعمال ہوتا تھا۔ اٹلی بحری راستہ سے یورپ کا جنوبی دروازہ ہے اور کسی بھی دروازہ کی فتح قلعہ کی فتح کی تمہید ہوتی ہے اس لیے غالب گمان یہی ہے کہ امام اٹلی کے بعد پہلے فرانس، جرمنی، آسٹریا اور انگلینڈ کی طرف طوفانی پیش قدمی کریں گے پھر پلٹ کر یورپ کے مشرقی ملکوں کو بھی فتح کر ڈالیں گے۔

قسطنطنیہ کی فتح

اس طرح یورپ میں عیسائیت کے خاتمہ کے بعد اب انکا رخ ترکی کی طرف ہوگا تاکہ قسطنطنیہ پر قابض ان عیسائیوں کو بھی اچھی طرح سبق سکھادیا جائے جنہوں نے شام پر غاصبانہ قبضہ کر کے مہدی کے خلاف ہتھیار اٹھائے تھے۔ یہ ایک جزیرہ نما شہر ہے جس کی تین سمتوں میں باسفورس، بحیرہ مرمرا اور گولڈن ہارن نامی سمندر پھیلے ہوئے ہیں اور اس کا بری راستہ صرف مشرق کی جانب سے ہے۔ امام مہدی غالباً بلغاریہ یا چیکوسلاویہ کے راستے سے ہو کر پہلے یونان پہنچیں گے پھر اس کے ساحل سے بحیرۂ روم میں مجاہدوں کا یہ قافلہ مشرق کی طرف چلے گا اور برق رفتاری سے استنبول کے ساحل پر پہنچ جائے گا۔ اس وقت قسطنطنیہ کے چاروں طرف بلند و بالا فصیلیں ہوں گی۔ امام مہدی اس پر مغربی سمت سے چڑھائی کریں گے حضرت ابوہریرہ حضور ﷺ سے اس معرکہ کی تفصیل نقل کرتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ہل سمعتم بمدینۃ

جانب منهافی البر وجانب منها فی البحر قالوا نعم یا رسول الله قال لا تقوم الساعة حتی یغزوها سبعون الفامن بنی اسحاق فاذا جاء وها نزلوا فلم یقاتلوابسلاح ولم یرموا بسهم قالوا لا اله الاالله والله اکبر فیسقط احد جانبیها قال ثور ابن یزید الراوی لا اعلمه الاقال الذی فی البحر ثم یقولون الثانیة لا اله الا الله والله اکبر فیسقط جانبها الآخرثم یقولون الثالثة لا اله الا الله والله اکبر فیفرج لهم فیدخلونها فیغنمون فبیناهم یقتسمون المغانم اذ جاء هم الصریخ ان الدجال قدخرم فیترکون کل شئ ویرجعون. (صحیح مسلم. کتاب الفتن)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس شہر کی بابت کچھ جانتے ہو جس کی ایک سمت خشکی میں اور دوسری سمندر میں ہے۔ صحابہ نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ قبیلہ بنو اسحاق یا بنو اسمٰعیل کے ستر ہزار مسلمان اس پر چڑھائی نہ کریں۔ جب وہ اس شہر کے ساحل پر پہنچیں گے تو نہ ہتھیار اٹھائیں گے نہ کوئی تیر چلائیں گے۔ بس لا الہ الا اللہ۔ اللہ اکبر کا نعرہ لگائیں گے جس کی برکت سے شہر کی ایک فصیل زمین پر آرہے گی۔ ثور ابن یزید راوی کہتے ہیں کہ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ سمندری سمت کے بارے میں ہے۔ اس کے بعد وہ دوبارہ نعرۂ تکبیر بلند کریں گے تو اس کی دوسری فصیل بھی گر جائے گی۔ پھر جب تیسری مرتبہ یہ نعرہ بلند ہوگا تو خود بخود ان کا راستہ صاف ہو جائے گا اور وہ شہر میں فاتحانہ داخل ہو کر آپس میں مال غنیمت تقسیم کرنے لگیں گے کہ اچانک دجال کے خروج کی افواہ اڑے گی جسے سنتے ہی وہ تمام چیزوں کو چھوڑ چھاڑ کر تیزی سے واپس ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کو ہم دمشق کی عالمی جنگ کے

موقعہ پر ذکر کر چکے ہیں اس کے بھی آخری الفاظ یہی ہیں کہ:

فجاء هم الصريخ ان الدجال قد خلفهم في ذراريهم فيرفضون ماياتيهم ويقبلون

(صحیح مسلم. کتاب الفتن)

ان کے پاس ایک شخص آ کر شور مچائے گا کہ ان کے بال بچوں میں دجال آ گیا۔ یہ سنتے ہی وہ سب چھوڑ چھاڑ کر تیزی سے پلٹیں گے۔

خطیب نے حضرت ابو ہریرہؓ کی جو روایت نقل کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

فبينا هم يقتسمون فيها بالاتراس اذا تاهم صارخ ان الدجال قد خلفكم في ذراريكم.

فتح قسطنطنیہ کے بعد وہ ڈھالیں بھر کر مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے کہ ایک آواز لگانے والا پکارے گا کہ دجال تمہاری اولاد میں گھس آیا۔

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک اور روایت نقل کی ہے جس میں واقعہ کے مزید کئی اور پہلو بھی گرفت میں آئے ہیں:

فبينا هم يقتسمون الغنائم قد علقوا سيوفهم بالزيتون اذصاح فيهم الشيطان ان المسيح قد خلفكم في اهليكم وذلك باطل فاذاجاؤا الشام خرج

(صحیح مسلم)

فتح کے بعد اپنی تلواروں کو زیتون کے درختوں میں لٹکا کر وہ مال غنیمت تقسیم ہی کر رہے ہوں گے کہ شیطان آواز لگائے گا کہ دجال تمہارے بال بچوں تک آ پہنچا ہے وہ فوراً وہاں سے چل پڑیں گے حالانکہ یہ خبر بالکل غلط ہو گی لیکن چلتے چلتے جب وہ شام پہنچیں گے تو اس وقت دجال نکل آئے گا۔

ان تمام طرق کے مطابق واقعات کی ترتیب یہ ہو گی کہ امام مہدی کے جیالے مجاہدین قسطنطنیہ کے مغربی ساحل پر اتر کر ایک زور دار نعرہ ماریں گے جس کی ہیبت و جلال سے شہر کی فصیل ڈھیر ہو جائے گی۔ وہ پھر شمالی فصیل پر جا کر یہی نعرہ لگائیں گے یہ بھی توحید کے رعب و دبدبہ کی

تاب نہ لا کر زمین پر آ رہے گی۔ پھر تیسری مرتبہ جب یہ آوازہ بلند ہوگا تو ملبے کا ڈھیر خود بخود ان کے لیے راستہ بنا دے گا۔ وہ فوراً بلہ بول کر شہر کو فتح کرلیں گے اور اپنی تلواروں کو زیتون کے درخت کی ٹہنیوں پہ لٹکا کر ڈھالوں سے مال غنیمت تقسیم کرنے لگیں گے کہ اچانک باطل کی طرف سے دجال کے خروج کی خبر پھیلے گی۔ امام مہدی اپنے لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے شام کی طرف روانہ ہوں گے اور اس اطلاع کی تحقیق کے لیے دس سواروں کا ہراول دستہ آگے بھیج دیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

انی لاعرف اسماء هم واسماء آباء هم والوان خيولهم هم خير فوارس على ظهر الارض يومئذ اومن خير فوارس على الارض يومئذ. (صحیح مسلم)

میں ان سواروں کے نام، ولدیت اور ان کے گھوڑوں کے رنگ تک کو جانتا ہوں وہ اس وقت روئے زمین کے سب سے بہتر لوگ ہوں گے۔

استنبول سے دمشق پہونچنے کا سب سے قریبی راستہ یہ ہے کہ امام مشرقی سمت میں زفت ہو کر پہلے انقرہ آئیں، وہاں سے جنوب مشرق کو جانے والی اس شاہراہ کا انتخاب کریں جو سیدھی کیسری تک پہنچتی ہے۔ یہاں سے عین جنوبی سمت میں کچھ فاصلہ پر عدانا آئے گا جو اس وقت ترکی کا اہم صنعتی شہر ہے۔ اس کے فوراً بعد ہی شام کی سرحدیں شروع ہوتی ہیں۔ دمشق یہاں سے جنوبی سمت میں ٹھیک سامنے واقع ہے۔ اس لیے مہدی کو پہلے عروج، حاما، اور حمص کی منزلیں طے کرنی ہوں گی پھر وہ لبنان کے مشرقی حصہ کو روندتے ہوئے تیزی سے دمشق پہنچیں گے۔ شام جانے کے اس کے علاوہ اور بھی راستے ہیں لیکن اس وقت صورتحال اتنی ناگفتہ بہ ہوگی کہ امام اڑ کر دمشق پہنچنا چاہیں گے کیونکہ ذرا سی تاخیر بھی ان کے کیے کرائے پر پانی پھیر دے گی اس لیے مجھے قوی امید ہے کہ وہ قسطنطنیہ سے

دمشق کے سفر کے لیے مذکورہ بالا راستے ہی اختیار فرمائیں گے اگرچہ اس کی میرے پاس کوئی نقلی دلیل موجود نہیں ہے۔

ایک روایت میں مذکور ہے کہ امام مہدی انطاکیہ کے پہاڑ سے توریت کے اصل نسخے نکالیں گے اور یہود کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دیں گے تیس ہزار یہودیوں پر مشتمل بہت سی جماعتیں ایمان لائیں گی اور بہت تھوڑی تعداد ہی ان سے اعراض کرے گی۔ دوسری روایت بتاتی ہے کہ وہ انطاکیہ کے غار سے تابوت سکینہ کو نکالیں گے جس میں الواح توریت، حلۂ آدم، عصاءِ موسیٰ اور منبر سلیمان جیسے قیمتی تبرکات رکھے ہوں گے۔ تیسری روایت تصریح کرتی ہے کہ انطاکیہ کی سرزمین سے توریت وانجیل کو نکال کر یہود ونصاریٰ کے فیصلے انہیں کے مطابق کریں گے۔ چوتھی روایت کا کہنا ہے کہ تابوتِ سکینہ بحیرۂ طبریہ سے نکل کر خود مہدی کے ہاتھ پر ظاہر ہوگا یہودی اسے دیکھتے ہی ایمان لائیں گے اور ان کی بہت تھوڑی تعداد یہودیت پر قائم رہے گی۔ پانچویں روایت میں مذکور ہے کہ مہدی کی مدد کے لیے آسمان سے تین ہزار فرشتے اتریں گے جبرئیل ہراول دستہ کی قیادت کریں گے میکائیل لشکر کے پچھلے حصہ کے نگراں ہوں گے چھٹی روایت میں آتا ہے کہ مہدی جس وقت دمشق پہنچیں گے ان کی عمر ۱۸ سال ہوگی۔ ساتویں روایت کے مطابق امام مہدی حضور ﷺ کا چوکور کالا ریشمی جھنڈا لیکر برآمد ہوں گے۔ اس میں ایک پتھر ہوگا حضورؐ کی وفات سے امام کے ظہور تک یہ جھنڈا اور پتھر کسی نے دریافت نہ کیا ہوگا۔ ہمارے نزدیک یہ تمام تر روایات غلط ہیں اور محدثین نے انہیں ہر زمانہ میں اسرائیلی ذہن کی پیداوار قرار دیا ہے۔ مہدی محض ایک مجدد اور خلیفہ ہیں جو باطل کا زور توڑ کر قرآن وحدیث کی سربلندی کے لیے اخیر زمانہ میں ظاہر ہوں گے۔ اب انکا توریت وانجیل کو نکالنا عیسائیت ویہودیت کو زندہ کرنا اور اسلام کے

بجائے اہل کتاب کو ان محرف مذاہب کی طرف دعوت دینا ایسا الزام اور بہتان ہے جس کی تردید کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مذکورہ بالا افسانے بلاشبہ یہودی ذہن کی پیداوار ہیں جس میں راوی تقدس مہدی کے پس منظر میں توریت وانجیل کے محفوظ رہنے اور قیامت کے قریب ان کے دریافت ہونے کا پرچار کر رہا ہے حالانکہ مآخذ شریعت اس بات پر مصر ہیں کہ یہ کتابیں دنیا سے مٹ چکی ہیں اور حال و مستقبل میں ان کے دریافت ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اسی طرح تابوت سکینہ، توریت کی تختیاں، عصاء موسیٰ اور منبر سلیمانی کا افسانہ بھی بالکل فرضی ہے یہ سب یقیناً انبیاء کے تبرکات تھے جو دنیا سے کبھی کے محو ہو چکے ہیں اور دورِ مہدی تک ان کے محفوظ رہنے کی کوئی بھی صحیح روایت ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ پھر یہاں یہودیوں کے ایمان لانے کی کہانی تو بالکل ہی حلق سے نیچے نہیں اترتی کیونکہ صحیح روایات ہمیں بتاتی ہیں کہ مہدی و عیسیٰ سے سب سے بھیانک جنگ یہودی ہی لڑیں گے جن کی قیادت اس وقت دجال ملعون کر رہا ہوگا اس لیے وہ ایمان تو کیا لاتے مسلمانوں کے ہاتھوں اس بری طرح قتل ہوں گے کہ ان کے لیے زمین تنگ کر دی جائے گی اور شجر و حجر بھی انہیں پناہ دینے سے انکار کر دیں گے۔ یہ ہے مہدی کے زمانہ میں یہودیوں کا انجام۔ اب ہم مذکورہ روایات کی بنیاد پر یہ گمان کرنے لگیں کہ اس وقت یہودی ایمان لے آئیں گے اور ان کی بہت تھوڑی تعداد اس نعمت سے محروم رہے گی تو ہمیں اس موقف سے پہلے بخاری و مسلم وغیرہ کی تمام صحیح احادیث کا انکار کرنا پڑے گا کیونکہ اس صورت میں مہدی و عیسیٰ کس سے جہاد کریں گے؟

دجال کا لشکر جرار کن لوگوں پر مشتمل ہوگا؟

دمشق پر چڑھائی کرنے والے کون ہوں گے؟

ابن مریم مقام لد تک کس کا تعاقب کریں گے ؟
دجال کے قتل کے بعد آخروہ کونسی قوم ہوگی جسے مسلمان چن چن کر قتل کریں گے ؟

یہ سوالات ثابت کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا روایتیں اسرائیلیوں کی دیو مالائی کہانیاں ہیں۔ جن کا زیادہ تر حصہ کعب احبار سے مروی ہے اور وہ محققین کے نزدیک ایک مشکوک اور مختلف فیہ شخصیت رہے ہیں۔

دجال کا خروج

خبر جھوٹی نکلے گی لیکن یہ لشکر جب شام پہنچے گا تو دجال حقیقتاً نکل آئے گا اور شام و عراق کی وسطی گھاٹیوں سے ظاہر ہو کر دنیا کا ایک طوفانی دورہ کریگا اس کی نسل یہودی ہوگی قد کچھ ٹھگنا ہوگا، دونوں پاؤں ٹیڑھے ہوں گے۔ جسم پر بالوں کی بھرمار ہوگی، رنگ سرخ یا گندمی ہوگا، سر کے بال حبشیوں کی طرح گھنگھریالے ہوں گے، ناک چونچ کی طرح ہوگی، بائیں آنکھ سے کانا ہوگا دائیں آنکھ میں انگور کے بقدر ناخنہ ہوگا۔ اس کے ماتھے پر ک، ف، ر، لکھا ہوگا جسے ہر مسلمان بآسانی پڑھ سکے گا۔ اس کی آنکھ سوئیگی مگر دل جاگتا رہے گا۔ شروع میں وہ ایمان واصلاح کا دعویٰ لے کر اٹھے گا لیکن جیسے ہی تھوڑے، بہت متبعین میسر ہوں گے وہ نبوت اور پھر خدائی کا دعویٰ کریگا، اس کی سواری بھی اتنی بڑی ہوگی کہ اس کے دونوں کانوں کا درمیانی فاصلہ ہی چالیس گز ہوگا، ایک قدم تاحد نگاہ مسافت کو طے کر لے گا۔ دجال پکا جھوٹا اور اعلیٰ درجہ کا شعبدے باز ہوگا، اس کے پاس غلوں کے ڈھیر اور پانی کی نہریں ہوں گی، زمین میں مدفون تمام خزانے باہر نکل کر شہد کی مکھیوں کی مانند اس کے ساتھ ہولیں گے۔ جو قبیلہ اس کی خدائی پر ایمان لائے گا دجال اس پر بارش برسائے گا جس کی وجہ سے کھانے پینے

کی چیزیں ابل پڑیں گے، درختوں پر پھل آ جائیں گے مویشی فربہ ہو جائیں گے، ان کے تھنوں میں دودھ اتر آئے گا اور جو لوگ اس کی مخالفت کریں گے دجال ان پر زمین تنگ کر دے گا وہ قحط میں مبتلا ہوں گے۔ ان کے پاس کھانے کو ایک دانہ بھی نہ ہوگا بس تسبیح و تہلیل ہی غذا کا کام دے گی وہ جنت دوزخ کو بھی ساتھ لیے پھرے گا، مخالفوں کو آگ میں جھونکے گا، ہمنواؤں کو جنت میں داخل کرے گا مگر اس کی دوزخ حقیقتاً جنت اور اس کی جنت حقیقتاً دوزخ ہوگی وہ کچھ لوگوں سے آکر کہے گا کہ اگر میں تمہارے مردہ ماں باپوں کو زندہ کر دوں تو تم کیا میری خدائی کا اقرار کرو گے؟ لوگ اثبات میں جواب دیں گے۔ اب دجال کے شیطان ان لوگوں کے ماں باپوں کی شکل لے کر نمودار ہوں گے نتیجتاً بہت سے افراد ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

اس کی رفتار آندھیوں کی طرح رواں اور بادلوں سے زیادہ تیز ہوگی وہ کرشموں اور شعبدے بازیوں کو لے کر دنیا کے ہر ہر چپہ کو روندے گا تمام دشمنان اسلام اور دنیا بھر کے یہودی امت مسلمہ کے بغض میں اس کی پشت پر ہوں گے وہ مکہ معظمہ میں گھسنا چاہے گا لیکن وہاں فرشتوں کا سخت پہرہ ہوگا اس لیے نامراد و ذلیل ہو کر مدینہ منورہ کا رخ کریگا تاکہ اس مقدس شہر کو تاخت و تاراج کرے۔ اس وقت مدینہ طیبہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر ہوں گے لہٰذا دجال یہاں بھی منہ کی کھائے گا اور مدینے کے قریب بھی نہ پھٹک سکے گا لیکن اسی دوران مدینہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا جس سے گھبرا کر بہت سے بے دین شہر سے بھاگ نکلیں گے اور دجال انہیں لقمہ تر کی طرح نگل لے گا آخر میں ایک بزرگ اس سے بحث و مناظرے کے لیے نکلیں گے اور خاص اس کے لشکر میں پہنچ کر دجال کی بابت دریافت کریں گے، لوگوں کو

ان کی باتیں شاق گزریں گی اور قتل کا فیصلہ ہوگا لیکن چند افراد یہ دلیل دے کر اس قتل کو روکیں گے کہ ہمارے خدا دجال نے کسی کو بھی بغیر اجازت قتل کرنے سے منع کیا ہے بالآخر ان کو دجال کے دربار میں پہنچادیا جائے گا جہاں وہ اس کے چہرے کو دیکھتے ہی چلا اٹھیں گے میں نے پہچان لیا تو ہی دجال ملعون ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تیرے ہی خروج کی خبر دی ہے دجال آپے سے باہر ہو کر انہیں آرے سے چیرنے کا حکم دے گا، درباری فوراً دو ٹکڑے کر ڈالیں گے، اب وہ ان دونوں کے بیچ سے نکل کر کہے گا کہ اگر میں اس کو دوبارہ زندہ کردوں تو کیا تم میری خدائی کا پختہ یقین کرو گے حاضرین عرض کریں گے ہم تو پہلے ہی سے آپ کو خدا مانتے ہیں ہاں اگر یہ معجزہ بھی ہو جائے تو ہمارے یقین میں مزید اضافہ ہوگا دجال دونوں ٹکڑوں کو جوڑ کر انہیں زندہ کرنے کی کوشش کرے گا وہ بزرگ اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جائیں گے اور چیخ کر کہیں گے کہ اب مجھے اور زیادہ یقین ہو گیا کہ تو ہی دجال ملعون ہے وہ جھنجھلا کر انہیں دوبارہ ذبح کرنا چاہے گا لیکن اب اس کی قدرت سلب کرلی جائے گی۔ دجال شرمندہ ہو کر انہیں جہنم میں جھونک دے گا لیکن یہ آگ ان کے لیے ٹھنڈی اور گل گلزار ثابت ہو گی اس کے بعد وہ شام کا رخ کرے گا لیکن دمشق پہنچنے سے پہلے امام مہدی وہاں آچکے ہوں گے۔

دجال دنیا میں صرف چالیس دن رہے گا ایک دن ایک سال دوسرا ایک مہینہ اور تیسرا ایک ہفتہ کے برابر ہوگا۔ بقیہ معمول کے مطابق ہوں گے۔

اس تفصیل کو پڑھ کر ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ کتنا عظیم فتنہ ہوگا اور اس کے شر و فساد سے ایمان و یقین کی دنیا میں کیسی کیسی قیامتیں ٹوٹیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ دجال سے ہر نبی نے اپنی امت کو ڈرایا ہے اور زندگی کے آخری لمحات تک تمام انبیاء اس سے اللہ کی پناہ مانگتے رہے ہیں

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد کے بعد اس فتنے سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے اور امت کی خاطر آپ نے تفصیل سے اس کے خدوخال، قدرت وطاقت اور شعبدے بازیوں پر روشنی ڈالی ہے کہ اب اس کی شخصیت کی تعیین میں کوئی شک وشبہ نہیں رہ جاتا۔

امام مہدی دمشق پہنچ کر زور وشور سے جنگ کی تیاریاں شروع کردیں گے لیکن اس وقت صورت حال پورے طور سے دجال کے حق میں ہوگی کیونکہ وہ اپنی زبردست مادی وافرادی طاقت کے بل پر پوری دنیا میں دھاک بٹھا چکا ہوگا اس لیے عسکری طاقت کے اعتبار سے تو اس کی شکست مشکل ہوگی ہاں اللہ کی تائید ونصرت کا سب کو یقین ہوگا کہ جنگ دمشق میں جس طرح مٹھی بھر مسلمانوں نے عیسائیت کے لشکر جرار کو شکست فاش دی تھی اسی طرح وہ اس نازک موڑ پر آج اپنے مخلص بندوں کو تنہا نہ چھوڑے گا اور ان کی کمک کے لیے آسمان سے کسی کرشمے کا نزول فرمائے گا اس نے ہر موڑ پر امت کی مدد کی ہے تو آج سب سے بڑے فتنے کے مقابلے میں وہ ہمیں تنہا کیسے چھوڑے گا؟ یقیناً مدد آئے گی فرشتوں کا نزول ہوگا اور دشمن سر پیٹتا بھاگے گا۔

جامع اموی

اسی امید، اسی تمنا اور اسی آرزو کو لے کر مہدی کے جیالے دمشق میں جہاد کی تیاری کرتے رہیں گے اور ان کی نمازوں کی ادائیگی زیادہ تر دمشق کی قدیم شہرہ آفاق مسجد جامع اموی میں ہوگی یہ ایک قدیم اور تاریخی مسجد ہے جو پرانے شہر کے بالکل وسط میں واقع ہے اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اسے بڑے اہتمام سے بنوایا تھا اور شروع سے آخر تک اس کی تعمیر میں ایک کروڑ بارہ لاکھ دینار خرچ ہوئے تھے، مسجد کا اندرونی حصہ

جس میں منبر و محراب واقع ہیں دو سو فٹ لمبا اور سو فٹ چوڑے وسیع و عریض ہال پر مشتمل ہے اس کے اوپر ایک شاندار گنبد بنا ہے جسے "قبۃ النسر" کہا جاتا ہے اس کی یہ خاصیت ہے کہ مکڑی اور چمگادڑیں یہاں بسیرا نہیں کر سکتیں دیوار قبلہ میں متعدد محرابیں ہیں جو خلافت عثمانیہ تک مختلف مسلکی و فقہی مصلوں کا کام دیتی رہی ہیں اور آج بھی احناف و شوافع کی جماعتیں یہاں الگ الگ ہوتی ہیں اسی ہال میں ایک قبر بھی موجود ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک مدفون ہے اس کے بعد ایک کشادہ برآمدہ ہے جو گیلری کی صورت میں صحن کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ قبۃ النسر کے علاوہ اوپر مزید تین منارے بنے ہیں ایک مشرقی سمت میں دوسرا مغربی جانب میں اور تیسرا منارۃ العروس کہلاتا ہے۔ اگر صحن میں کھڑے ہو کر اس کا دیدار کیا جائے تو مسجد کا منظر بڑا حسین و دلفریب نظر آتا ہے۔

یہ قدیم و تاریخی مسجد جو کبھی دنیا کا حسین ترین عجوبہ کہلاتی تھی آج گنجان آبادی میں گھر چکی ہے۔ اور تنگ و پرہجوم سڑکوں نے اس کے جائے وقوع کو بہت ہی نقصان پہنچایا ہے۔ ابھی کچھ عرصہ قبل شامی حکومت نے ادھر توجہ کی اور اردگرد کی تمام عمارتوں کو ہٹا کر عین مسجد کے سامنے ایک وسیع و کشادہ پارک بنا دیا ہے جس سے صورت حال میں کافی سدھار آیا ہے اور اب دجال اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ یہاں بآسانی پڑاؤ ڈال سکتا ہے(۱)

نزول عیسیٰ

ملی شیرازہ بندی، لشکر کی ترتیب اور یہود کے خلاف مجاہدوں کو مسلح و منظم کرنے کے ساتھ ساتھ مہدی دمشق پہنچ کر اس مسجد کو اپنی فوجی

(۱) حدیث میں مذکور ہے کہ دجال مسجد کے دروازے کے سامنے آکر ٹھہریگا۔ قدرت کی جانب سے یہ اسی کا انتظام ہے۔

سرگرمیوں کا مرکز بنائیں گے اور اس وقت یہی مقام ان کا ہیڈ کوارٹر ہوگا جہاں دجال سے مقابلہ کرنے کے لیے تمام ہی خواہان امت جمع ہوں گے مہدی ایک دن جب انہیں فجر کی نماز پڑھانے کے لیے مصلے کی طرف بڑھیں گے۔ تو عین اسی وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ اس وقت کیا کیفیت ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے ہم وہ تمام احادیث یہاں بالترتیب نقل کرتے ہیں۔

۱۔ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم. (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارا اسوقت (خوشی سے) کیا حال ہوگا جب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اور تمہارا امام خود تمہاری ہی ملت کا ایک فرد ہوگا۔

۲۔ عن جابر بن عبدالله قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم فینزل عیسی بن مریم علیه السلام فیقول امیرهم صل فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله هذه الامة (صحیح مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے تو مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا آگے تشریف لائیے اور نماز پڑھایئے تو وہ عرض کریں گے نہیں، تم لوگ خود ایک دوسرے کے امیر ہو اور اللہ کی جانب سے یہ اس امت کا اکرام ہے۔

۳۔ عن النواس بن سمعان (فی قصة الدجال) فبینما هو کذلک اذبعث الله المسیح ابن مریم فینزل عندالمنارة البیضاء شرقی دمشق بین مهرودتین واضعاً کفیه علیّ اجنحة ملکین اذا طأطأ

راسه قطر واذارفعه تحدّر منه جمان كاللؤلؤفلا يحل لكافر يجدريح نفسه الامات ونفسه ينتهي الى حيث ينتهي طرفه فيطلبه حتى يدركه بباب لد فيقتله (صحيح مسلم)

حضرت نواس ابن سمعان (دجالی واقعہ کو بیان کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ اسی دوران خداوند قدوس مسیح ابن مریم کو بھیجے گا وہ زرد رنگ کے دو کپڑوں میں ملبوس دو فرشتوں کے بازوؤں کو تھامے ہوئے دمشق کے مشرقی حصے میں سفید منارہ کے پاس اتریں گے جب وہ سر جھکائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ڈھلکتے دکھائی پڑیں گے ان کے سانس کی ہوا تاحد نگاہ پہنچے گی وہ جس کافر کو بھی لگے گی زندہ نہ بچ سکے گا پھر وہ دجال کا تعاقب کریں گے اور لد کے دروازے پر پکڑ کر اسے قتل کر ڈالیں گے۔

٤- عن جابر بن عبداللهؓ (فی قصة الدجال) فاذاهم بعيسى بن مريم عليه السلام فتقام الصلوة فيقال له تقدم ياروح الله فيقول ليتقدم امامكم فليصل بكم فاذا صلى صلوة الصبح خرجوا اليه قال فحين يرى الكذاب ينماث كما ينماث الملح فى الماء فيمشي اليه فيقتله حتى ان الشجر والحجر ينادى ياروح الله هذا اليهودى فلا يترك ممن كان يتبعه احدا الا قتله (مسند احمد)

حضرت جابر بن عبداللہ حضور ﷺ کے حوالے سے دجال کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس وقت اچانک عیسیٰ بن مریم مسلمانوں کے پاس پہنچیں گے نماز کھڑی ہو رہی ہو گی ان سے کہا جائے گا کہ اے روح اللہ آگے بڑھیے۔ وہ کہیں گے تمہارا امام ہی بڑھ کر نماز پڑھائے نماز سے فارغ ہو کر مسلمان دجال کے مقابلے پر نکلیں گے دجال حضرت عیسیٰ کو دیکھ کر ایسا گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھ کر اسے قتل کر ڈالیں گے اور حالت یہ

ہو گی کہ شجر و حجر آواز لگائیں گے کہ اے روح اللہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہے چنانچہ وہ دجال کے چیلوں میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے سب کو قتل کر ڈالیں گے۔

۵-عن ابی امامة الباهلی(فی حدیث طویل فی ذکر الدجال) فبینما امامهم قد تقدم یصلی بهم الصبح اذ نزل علیهم عیسی بن مریم فرجع ذٰلك الامام ینكص یمشی قهقری لیقدم عیسی فیضع عیسیٰ یده بین كتفیه ثم یقول له تقدم فصل فانها لك اقیمت فیصلی بهم امامهم فاذا انصرف قال عیسیٰ علیه السلام افتحوا الباب فیفتح ووراءه الدجال ومعه سبعون الف یهودی كلهم ذوسیف محلی ومساج فاذا نظرالیه الدجال ذاب كما یذوب الملح فی الماء وینطلق هاربا ویقول عیسی ان لی فیك ضربة لن تسبقنی بها فیدركه عند باب اللد الشرقی فیهزم الله الیهود .... وتملأ الارض من المسلم كما یملأ الاناء من الماء وتكون الكلمة واحدة فلا یعبد الا الله تعالی (ابن ماجه)

حضرت ابو امامہ باہلی (دجال کے واقعات پر مشتمل ایک طویل حدیث بیان کرتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں کا امام انہیں فجر کی نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے گا تو ٹھیک اسی وقت وہاں عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے امام ٹھٹھک کر الٹے پاؤں واپس ہو گا تا کہ حضرت عیسیٰ آگے بڑھیں مگر ابن مریم امام کے دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہیں گے چلو اور نماز پڑھاؤ کیونکہ تکبیر تمہارے ہی لیے کہی گئی ہے چنانچہ وہی نماز پڑھائے گا سلام پھیرنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے دروازہ کھولو دروازہ کھولا جائے گا باہر ستر ہزار مسلح یہودیوں کے ساتھ دجال موجود ہو گا جوں ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس کی نظر پڑے گی وہ اس طرح گھلنے

لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے اور فوراً بھاگ پڑے گا اس وقت حضرت عیسیٰ کہیں گے میرے پاس تیرے لیے ایسی ضرب ہے جس سے تو بچ کر نہیں جاسکتا چنانچہ وہ اسے لد کے مشرقی دروازہ پر جا پکڑیں گے اور اللہ تعالی یہودیوں کو ہرادے گا پھر روئے زمین مسلمانوں سے اس طرح لبریز ہو جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جاتا ہے پوری دنیا کلمہ پڑھ لے گی اور اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں ہوگی۔

٦-عن عثمان ابن ابی العاص قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول....... وینزل عیسیٰ ابن مریم علیه السلام عند صلوة الفجر فیقول له امیرهم یاروح الله تقدم،صلّ فیقول هذه الامة بعضهم امراء علی بعض فیتقدم امیرهم فیصلی فاذا قضی صلوته اخذ عیسی حربته بین شندوبته فیقتله وینهزم اصحابه لیس یومئذ شئ یواری منهم احدا حتی ان الشجرة لتقول یا مومن هٰذا کافر ویقول الخجر یامؤمن هذا کافر.

(مسند احمد، طبرانی،حاکم)

عثمان ابن ابی العاص کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فجر کی نماز کے وقت آسمان سے اتریں گے مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا کہ اے روح اللہ آگے آکر نماز پڑھایئے وہ جواب دیں گے کہ اس امت کے لوگ خود ہی ایک دوسرے کے امام ہیں تب مسلمانوں کا امیر آگے بڑھ کر نماز پڑھائے گا نماز سے فارغ ہو کر حضرت عیسیٰ اپنا حربہ لیکر دجال کو قتل کریں گے اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگیں گے مگر آج انہیں کہیں پناہ نہ ملے گی یہاں تک کہ درخت پکار کر کہے گا اے مومن یہاں کافر موجود ہے اسی طرح پتھر بھی چیخ کر کہے گا اے مومن یہاں کافر چھپا ہے۔

۷- عن حذیفة(فی ذکر الدجال) فلما قاموا یصلون نزل عیسی ابن مریم اما مهم فصلی بهم فلما انصرف قال هکذا فرجوا بینی وبین عدوالله..... ویسلط الله علیهم المسلمین فیقتلونهم حتی ان الشجر والحجر لینادی یاعبدالله یا عبدالرحمن یا مسلم هذا الیهودی فاقتله فیفنیهم الله تعالی ویظهر المسلمون فیکسرون الصلیب ویقتلون الخنزیر ویضعون الجزیة (۱)

(مستدرک حاکم)

حضرت حذیفہ ابن الیمان (دجال کا ذکر کرتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ جب مسلمان نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوں گے تو اچانک ان کے سامنے عیسیٰ ابن مریم اتر آئیں گے۔ اور ان کی امامت کریں گے پھر سلام پھیر کر نمازیوں سے کہیں گے کہ میرے اور اس دشمن خدا کے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ (دجال اور اس کے ساتھیوں پر) مسلمانوں کو مسلط کردے گا جو انہیں بری طرح قتل کریں گے یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی پکار اٹھیں گے کہ اے عبداللہ اے عبدالرحمٰن اے مسلمان یہ رہا ایک یہودی اس کی گردن اڑا دے اس طرح خداوند قدوس یہودیوں کو نیست ونابود کردیں گے اور مسلمان فاتح ہو کر صلیب کو توڑدیں گے خنزیر کو قتل کرڈالیں گے اور جزیہ ساقط کردیں گے۔

۸- عن ابی هریرة (بعد ذکر خروج الدجال) فبینما هم یعدون للقتال یسوون اذ اقیمت الصلوٰة فینزل عیسی ابن مریم فامهم فاذا راه عدوالله یذوب کما یذوب الملح فی الماء ولوترکه لانذاب حتی یهلك ولکن یقتله الله بیده فیریهم دمه فی حربته

(صحیح مسلم)

---

(۱) حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اسے صحیح قرار دیا ہے اور یہ روایت اختصار کے ساتھ مسلم میں بھی منقول ہے

حضرت ابو ہریرہ ﷺ (دجال کے خروج کا ذکر کرتے ہوئے) حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمان جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہوں گے کہ (صبح صادق ہو جائے گی) وہ صفیں باندھ کر فجر کی نماز کے لیے کھڑے ہوں گے تکبیر واقامت مکمل ہو گی کہ اچانک عیسیٰ بن مریم وہاں اتر آئیں گے اور ان کی امامت کریں گے جب اللہ کا دشمن دجال ان کو دیکھے گا تو اس طرح گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے حتی کہ اس کو اسی حال پر چھوڑ دیں تو وہ خود بخود گھل کر مر جائے گا مگر اللہ ان کے ہاتھ سے دجال کو قتل کرائے گا اور وہ اپنے نیزہ میں لگا اس کا خون تمام مسلمانوں کو دکھائیں گے۔

۹- عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ینزل عیسی بن مریم علیه السلام فیقول امیرهم المهدی تعال صلِّ لنا.

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم جب آسمان سے اتریں گے تو مسلمانوں کا امیر مہدی ان سے عرض کرے گا کہ آگے تشریف لائیے اور ہمیں نماز پڑھایئے۔

یہ حدیث علامہ ابن القیم نے "المنار المنیف" میں نقل کرنے کے بعد مسند ابن ابی اسامہ کا حوالہ دیا ہے اور ان کے نزدیک روایت کی سند عمدہ ہے، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نے بھی اس رائے کی توثیق کی ہے اور حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۱۰ - عن ابی امامة (فی حدیث طویل) خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ...... وامامهم المهدی رجل صالح فبینما امامهم قد تقدم یصلی بهم الصبح اذنزل علیهم عیسی بن مریم الصبح فرجع ذلك الامام ینکص یمشی القهقری لیتقدم عیسی فیضع عیسی یده بین کتفیه ثم یقول له تقدم فانها لك اقیمت

فیصلی بهم امامهم (ابن ماجه. حاکم. ابن خزیمه)

ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (امت کے آخری دور اور دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے) فرمایا اس وقت (عربوں کی تعداد کم ہو گی ان میں زیادہ تر ملک شام میں ہوں گے اور) ان کے امیر و امام نیک و متقی شخص امام مہدی ہوں گے وہ ایک دن صبح کی نماز کی امامت کے لیے جب آگے بڑھیں گے تو ٹھیک اسی وقت حضرت عیسیٰ آسمان سے اتر آئیں گے مہدی ٹھٹھک کر الٹے پاؤں واپس ہوں گے تاکہ عیسیٰ (امامت کے لیے) آگے بڑھیں لیکن عیسیٰ علیہ السلام مہدی کے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے کہ آپ ہی آگے بڑھئے کیونکہ اقامت آپ ہی کے لیے کہی گئی ہے چنانچہ مہدی مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے۔

۱۱- عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لیس بینی وبینه نبی (یعنی عیسی) وانه نازل فاذا رأیتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة والبیاض بین ممصرتین کان رأسه یقطر وان لم یصبه بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویهلك الله فی زمانه الملل کلها الا الاسلام ویهلك المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنة ثم یتوفی فیصل علیه المسلمون (ابو داؤد، مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میرے اور ان (عیسیٰ) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور وہ عنقریب نازل ہوں گے جب تم انہیں دیکھو تو پہچان لینا ان کا قد میانہ ہے اور رنگ سرخی مائل سفید ہے اور وہ اس وقت زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے گویا ابھی ان سے پانی ٹپک پڑے گا حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسلام کی خاطر تمام دنیا

سے جنگ کریں گے صلیب کو پاش پاش کردیں گے خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کردیں گے اور خداوند قدوس انکے زمانے میں تمام مذاہب کو مٹادے گا وہ دجال کو ہلاک کردیں گے اور دنیاں میں چالیس سال زندہ رہیں گے پھر ان کا انتقال ہو جائے گا اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

۱۲- عن سفينة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم (في قصة الدجال) فينزل عيسى عليه السلام فيقتله الله تعالى عند عقبة افيق(مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ (دجال کے ذیل میں) بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور خداوند قدوس افیق کی گھاٹی کے قریب دجال کو ہلاک کردے گا۔

۱۳- عن سمرة بن جندب عن النبى صلى الله عليه وسلم (في حديث طويل) فيصبح فيهم عيسى ابن مريم فيهزمه الله وجنوده حتى اجذام الحائط واصل الشجر لينادى يا مومن هذا كافر يستتربى فتعال اقتله(حاكم ،مسند احمد)

سمرۃ ابن جندب (ایک طویل حدیث میں) رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ صبح کے وقت مسلمانوں میں حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول ہو گا پھر اللہ دجال اور اس کی فوجوں کو شکست دے دیگا یہاں تک کہ دیواروں کی نیویں اور درختوں کی جڑیں بھی پکاریں گی کہ اے مومن میرے پیچھے یہ کافر چھپا ہے آ اور اسے قتل کردے۔

۱٤- عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفسى بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الحرب ويفيض المال حتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خير امن الدنيا وما فيها .(بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ ابن مریم حاکم عادل بن کر ضرور بالضرور تمہارے درمیان نازل ہوں گے وہ صلیب کو توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے اور جنگ کا خاتمہ کر دیں گے اور مال کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور لوگوں کے نزدیک خدا کے حضور میں ایک سجدہ کر لینا دنیا وما فیہا سے بہتر ہوگا۔

۱۵ – عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تقوم الساعة حتى يقاتل المسلمون اليهود فيقتلهم المسلمون حتى يختبئ اليهود من وراء الحجر والشجر فيقول الحجر والشجر يامسلم ياعبدالله هذا يهودى خلفى فتعال فاقتله الا الغرقد فانه من شجر اليهود. (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک مسلمان یہودیوں سے جنگ نہ لڑلیں، چنانچہ وہ یہود کو قتل کریں گے یہاں تک کہ یہودی اگر کسی درخت یا پتھر کے پیچھے بھی چھپ جائے گا تو یہ شجر و حجر بھی پکار اٹھیں گے اے مسلمان اے اللہ کے بندے میرے پیچھے یہودی چھپا ہے آ اور اسے قتل کر دے ہاں غرقد خاموشی اختیار کرے گا کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔

واقعات کی ترتیب

نزول عیسیٰ، ہلاکت دجال اور یہود کی تباہی کے سلسلے میں یہ کل پندرہ حدیثیں ہیں جو بخاری و مسلم، ابو داؤد، مسند احمد، ابن ماجہ، مستدرک حاکم اور طبرانی میں منقول ہیں ان کے علاوہ اس سلسلے کی ہمارے پاس اور بھی بہت ساری روایات موجود ہیں لیکن اختصار اور جامعیت کے پیش نظر ہم نے

صرف مضبوط روایتوں پر اکتفاء کیا ہے اور کمزور احادیث بالکل نہیں لی ہیں۔ اب مذکورہ معلومات کی روشنی میں ہم بآسانی دجال و مسیح کے معرکے کی تمام تفصیلات کو اس طرح مرتب و یکجا کرسکتے ہیں کہ اس معرکے کی کوئی کڑی بھی ہماری نظروں سے غائب نہیں ہوسکتی، چنانچہ واقعات کی ترتیب اس طرح ہوگی امام مہدی دمشق پہنچ کر صورت حال کا گہرائی سے جائزہ لیں گے اور پھر دجال کی طاقت وہیبت کا پورا اندازہ لگا کر جنگ کی تیاریاں شروع کردیں گے لڑائی گھمسان کی ہوگی اس لیے دن ورات اسی کی دھن میں مصروف ہوں گے کہ کس طرح اس عالمی فتنے کا زور توڑ کر دنیا میں حق کا پرچم لہرائیں اس طرح ان کی نمازیں زیادہ تر جامع اموی دمشق میں ادا ہوں گی جو اس وقت ان کا فوجی ہیڈ کوارٹر ہوگا دجال مکہ اور مدینہ سے مایوس ہوکر حجاز کو روندتا ہوا شام کی طرف بڑھے گا امام کی تیاریوں میں اب اور تیزی آجائیگی اور معرکے سے ایک دن پہلے تو وہ پوری رات لشکر کی ترتیب اور مجاہدوں کو جنگی تربیت دیں گے یہاں تک کہ اذان فجر صبح صادق کے طلوع کی خبر دے گی اور تمام مشاغل کو چھوڑ کر یہ لوگ مسجد کی طرف دوڑیں گے اقامت کہی جائے گی اور امام مہدی مصلے پر پہنچ کر تکبیر کہنے والے ہوں گے کہ دو زرد کپڑوں میں ملبوس دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے مسجد کے مشرقی مینارے کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

قال الحافظ ابن کثیرھذا ھوالاشھر فی موضع نزولہ قال وقدجددت منارۃ فی زماننا فی سنۃ احدی واربعین وسبع مائۃ من حجارۃ بیض ولعل ھذایکون من دلائل النبوۃ الظاھرۃ حیث قیض اللہ بناء ھذہ المنارۃ لینزل عیسی بن مریم علیھا قلت

هومن دلائل النبوة بلاشك فانهٗ صلی اللہ علیہ وسلم أوحی الیہ بجمیع مایحدث بعدہٗ ممالم یکن فی زمنہٖ وقدرویت مرة الحدیث الصحیح وھوقولہٗ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی یبعث علی کل رأس مائة سنة من یجدد لھٰذہ الامة امردینھم فبلغنی عن بعض من لاعلم عندہٗ انہ استنکرذلک وقال ما کان التاریخ فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی یقول علی رأس کل مائة سنة وانماحدث التاریخ بعدہٗ فقلت عرفوہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم علم جمیع مایحدث بعدہٗ وان لم یکن فی زمنہٖ موجودا۔ ومن لطیف ذٰلک ان عثمان رضی اللہ عنہ لما جمع القرآن فی المصاحف روی لہٗ ابو ھریرة انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اشد امتی حبالی قوم یاتون من بعدی یؤمنون بی ولم یرونی یعملون بما فی الورق المعلق قال ابو ھریرة فای ورق حتی رأیت المصاحف ففرح عثمان واجازابا ھریرة بعشرة الاف درھم وقال لہٗ واللہ انک لتحفظ علینا حدیث نبینا فلیت شعری اذاعرض علیہ ھٰذا الحدیث الصحیح الثابت فی صحیح مسلم وغیرہ یقول ان دمشق کانت فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دارکفرولم یکن بھاجامع ولامنارة فینکرالحدیث الصحیح ویردہ بذلک نعوذ باللہ من غلبة الجھل۔

(السراج المنیر شرح الجامع الصغیرفی احادیث البشیرالنذیر، ج: ٤، ص: ٤٤١)

ان کے نزول کی جگہوں میں یہی جگہ سب سے زیادہ مشہور ہے ۱۴۱ء میں خود ہمارے سامنے اس منارے پر سفید پتھر لگائے گئے تھے اور یہ نبوت کی ایک روشن دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منارے کی تعمیر کو نزول عیسیٰ کے لیے مقدر فرمادیا ہے یہ نبوت ہی کی نشانی ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے ان تمام چیزوں کو بھی بیان فرمادیا جو آپ کے بعد دنیا میں رونما ہوں گی جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالی ہرصدی کے آخر میں ایک مجدد پیدا کرے گا جو دین کو تروتازہ کردے گا مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض کم علم اسے بعید خیال کرتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں تاریخ نہیں تھی تو آپ نے صدی کے آخر کی تعیین کیسے کردی یہ تاریخی نظام تو وفات کے بعد قائم ہوا ہے میں جواباً عرض کرتا ہوں کہ گرچہ وہ حضور کے زمانے میں نہ تھا لیکن آپ کو ان تمام چیزوں کا علم تھا جو عہد رسالت کے بعد ظاہر ہوں گی اور اس سے زیادہ حیرت ناک بات یہ ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے قرآن کو مصحف میں جمع کیا تو حضرت ابوہریرۃ نے پہلے ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حدیث سنی تھی کہ آپ نے فرمایا کہ میرے راستے پر سب سے مضبوطی کے ساتھ چلنے والی وہ قوم ہوگی جو مجھے دیکھ تو نہیں سکے گی لیکن مجھ پر ایمان لائے گی اور ورق میں لکھے ہوئے قرآن پر عمل کرے گی حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں اس ورق کو اس وقت نہیں سمجھا تھا لیکن جب میں نے مصحف عثمان کو دیکھا تو بات سمجھ میں آئی حضرت عثمان بھی اس سے بہت خوش ہوئے اور انہیں دس ہزار درہم کا انعام دیتے ہوئے کہا خدا کی قسم آپ نے ہمارے لیے ہمارے نبی کی حدیث کو محفوظ رکھا۔ تو ہائے افسوس جب ان کم علموں کے سامنے صحیح مسلم کی یہ حدیث پیش کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ دمشق تو عہد رسالت میں دارالکفر تھا جس میں نہ کوئی جامع مسجد تھی نہ کوئی منارہ تھا۔ اسی بنیاد پر وہ اس حدیث کو رد کردیتے ہیں نعوذ باللہ جہالت کی بھی کوئی حد ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سر کے بال اس وقت اتنے نرم ہوں گے گویا ابھی ان سے پانی کے قطرے ڈھلک پڑیں گے حضور ﷺ نے فرمایا کہ

جب وہ نازل ہوں تو انہیں پہچان لینا ان کا قد میانہ اور رنگ سفید سرخی مائل ہے چنانچہ مسلمان انہیں پہچان لیں گے اور ان کی شخصیت کے بارے میں کسی کو ذرہ برابر بھی شک نہ ہوگا اسی لیے مہدی ایک نظر دیکھتے ہی ٹھٹھک کر الٹے پاؤں مصلے سے واپس ہوں گے کیونکہ امامت اصالۃً نبی ہی کا حق ہے اور محراب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں نماز پڑھانے کی دعوت دیں گے کہ اے روح اللہ، اے اللہ کے نبی ازراہ کرم آگے تشریف لاکر ہماری امامت فرمائیں یہ اس وقت تمام نمازیوں کی بھی خواہش ہوگی، حضرت عیسیٰ جواب دیں گے کہ امت مسلمہ کا یہ اعزاز وامتیاز ہے کہ تم خود ایک دوسرے کے امیر ہو اس لیے تمہارا امام ہی آگے بڑھ کر تمہیں نماز پڑھائے لیکن مہدی جب اس پر بھی آگے نہیں بڑھیں گے اور سب کا انہیں کی امامت پر اصرار ہوگا تو ابن مریم پیچھے سے مہدی کے دونوں شانوں کے درمیان پیٹھ تھپتھپا کر بڑی محبت سے کہیں گے چلو اور نماز پڑھاؤ کیونکہ تکبیر اقامت تمہارے ہی لیے کہی گئی ہے چنانچہ وہ آگے بڑھ کر نماز شروع کریں گے۔

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ابن مریم سہ پہر کے وقت دنیا میں اتریں گے اور یہاں آکے ہی عصر کی نماز ادا کریں گے یہ فاش غلطی ہے صحیح روایات نماز صبح کی ہی نشاندہی کرتی ہیں اور ان میں عصر کا کوئی تذکرہ نہیں اس لیے واقعہ یہی ہے کہ وہ جامع اموی میں اتر کر مسلمانوں کے ساتھ فجر کی نماز ہی میں شریک ہوں گے، یہ نماز مہدی کی اقتداء میں ہوگی لیکن اس کے بعد امامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منتقل ہو جائے گی اور تمام نمازیں پھر وہی پڑھائیں گے چنانچہ حافظ ابن حجر نے "مناقب الشافعی" کے حوالہ سے امام ابو الحسن آبری کی یہ تحریر فتح الباری میں نقل فرمائی ہے۔

تواترت الاخبار بان المهدی من هذه الامة وان عیسی علیه السلام یصلی خلفهٗ (۱)

اس مسئلہ میں احادیث متواتر ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلی نماز مہدی کی اقتداء میں ادا کریں گے۔

بعض صحیح روایت میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی امامت کریں گے محدث کبیر حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی علیہ الرحمہ اس اشکال کو رفع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اصل اللفظ امامکم منکم کما عند البخاری وکما عند ابن ماجه وامامهم رجل صالح والبواقی اوهام............... ان المراد من الإمامة فی الحدیث الاول الامامة الکبری ومصداقهٗ المهدی ای ینزل ابن مریم فیکم حکماعدلاً فی زمان یکون فیه امامکم المهدی وقدبین هذا المعنی حدیث ابن ماجه مفصلا واسنادهٗ قوی ثم اعلم ان الامام فی اول صلاة بعد نزولهٖ علیه السلام یکون هو المهدی واما فی سائرها فیکون هو ابن مریم صلی الله علیه وسلم. (فیض الباری، ج: ٤، ص: ٤٦)

اصل لفظ امامکم منکم ہے جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے یا ابن ماجہ کی روایت کے مطابق امامهم رجل صالح ہے اور باقی سب وہم ہیں.......... تو پہلی حدیث میں امامت سے مراد امامت کبری ہے اور اس کے مصداق امام مہدی ہیں یعنی ابن مریم تم میں منصف حاکم بن کر اس زمانے میں نازل ہوں گے جب کہ تمہارے امام حضرت مہدی ہوں گے اس معنی کو ابن ماجہ کی حدیث نے مفصل بیان کیا ہے اور اس کی سند بھی مضبوط ہے تو یہ بات اچھی طرح ذہن نشیں کر لینی چاہیے کہ حضرت

---

(۱) فتح الباری، ج: ۶، ص: ۴۹۳۔

عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد پہلی نماز میں تو امام حضرت مہدی ہوں گے اس کے بعد ساری نمازوں کی امامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔

برصغیر کے نابغۂ روزگار محدث علامہ سید انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہٗ اس اشکال پر محدثانہ کلام کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

فان اقتحم التوفیق بین احادیث ابی هریرة واحادیث جابر وابی امامة وغیرهما فیقال باللهم ان صلوٰة عیسیٰ علیه السلام اماما بعدما صلی خلف المهدی ماموما متصلا با لنزول، لان اباهریرة یرید بالامام المهدی ولعل قولهٗ فی حدیث جابر عند مسلم لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله لهٰذه الامة الجواب فیه هؤلاء فقط وقولهٗ ان بعضکم الخ بیان الواقع لا تعلیل وانها اقیمت للمهدی فترکهٗ کانه فسخ ما کان اراد ولا ینبغی فقولهٗ فانها لک اقیمت کما عند ابن ماجه هو کاشارته صلی الله علیه وسلم لابی بکر وعبدالرحمن بن عوف بان لایتاخرا. (فیض الباری)

اگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، جابر اور ابوامامہ وغیرہ کی روایات میں تطبیق دی جائے تو یہ کہا جائے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام نزول کے فوراً بعد تو مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے پھر امامت انہی کی طرف منتقل ہو جائے گی کیونکہ امام سے مراد حضرت ابوہریرہ کے نزدیک مہدی ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ تم ایک دوسرے کے امیر ہو............ واقعہ کی تصریح ہے کیونکہ اقامت مہدی ہی کے لیے کہی گئی ہے تو اسے چھوڑ دینا گویا نماز کو فسخ کر دینا ہے جو مناسب نہیں ہے اور ان کا ابن ماجہ کی روایت میں یہ کہنا انها لک اقیمت ایسا ہی ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور عبدالرحمٰن ابن عوف کی امامت میں اشارہ کیا تھا کہ وہ پیچھے نہ ہٹیں۔

نزول عیسیٰ باطل کی شکست اور حق کی فتح کا ایک فلک شگاف اعلان ہونے کے ساتھ اسلامی تاریخ کا ایسا زبردست اور عظیم واقعہ بھی ہے جس کے رونما ہوتے وقت ہم امت کی خوشیوں کا پورا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے وہ شخصیت جس کا امت کو صدیوں سے انتظار ہو، جس کی ذات سے ایک عالمی انقلاب وابستہ ہو اور جس کو دیکھ کر اسلام کا سب سے طاقتور حریف موم کی طرح پگھل جائے بنفس نفیس اس دنیا میں تشریف لائے!! وہ بھی ایسی ہنگامی حالت میں کہ ملاقات ودیدار سے پہلے ہی نماز کھڑی ہو جائے اور نماز بھی پھر فجر کی!! جس میں طوال مفصل کی قراءت مسنون ہے ہم اس واقعہ کو محض پڑھ کر ہی جب خوشی سے نڈھال ہو جاتے ہیں اور اس منظر کا تصور ہی دل میں نئی امنگیں جگا دیتا ہے تو ان سجدہ ریزوں کا خوشی سے کیا حال ہو گا جن کی صفوں میں ابن مریم نماز پڑھ رہے ہوں گے اور تھوڑی دیر بعد ہی انہیں اللہ کے نبی کی زیارت کا شرف حاصل ہو گا کس طرح وہ اپنے آپ کو سنبھالیں گے؟ کیسے ان کی نماز مکمل ہو گی؟ بیتابی کا یہ وقفہ یقیناً ان کے لیے پہاڑ بن جائے گا اور وہ شدت شوق میں غرق اور انتظار کی تپش میں جھلستے ہوئے ہی اپنی نماز کی تکمیل کریں گے۔

دجال سے معرکہ آرائی

سلام و دعاء سے فراغت کے بعد مہدی مڑ کر حضرت عیسیٰ سے تفصیلی ملاقات کریں گے جو امام کے ٹھیک پیچھے صف اول میں ہوں گے۔ ہمارا خیال ہے کہ مصافحہ کے ساتھ معانقہ ضرور ہو گا اور تمام نمازی پروانوں کی طرح انہیں چاروں طرف سے گھیر لیں گے ہر ایک یہی چاہے گا کہ وہ نبی کے دست مبارک کو چومنے کی سعادت سے محروم نہ رہے ابن مریم بھی اس محبت و عقیدت کو دیکھ کر خوشی خوشی لوگوں سے ملتے رہیں

گے اور اس ملاقات وزیارت میں ایک دو گھنٹہ ضرور خرچ ہو گا اس وقت صورتحال بڑی نازک ہو گی اور کچھ دیر بعد ہی دجال سے مقابلہ ہو گا اس لیے عقل چاہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ جوامت کے مسیحا بن کر اترے ہیں آج قوم سے ضرور خطاب کریں گے کہ کس طرح دجال کو ختم کر کے اب یہودیوں کا قلع قمع کیا جائے گا چنانچہ وہ حالات کی نزاکت اور دجال سے متعلق غالباً ایک مختصر تقریر فرمائیں گے۔ مجمع کو جوش آئے گا تمام مسلمان ہتھیار سنبھالیں گے اور مہدی و مسیح ان دیوانوں کے جلو میں مسجد کے صحن میں آکر اس کا دروازہ کھلوائیں گے باہر دجال ہو گا۔ اس کے ساتھ ستر ہزار مسلح یہودی ہوں گے یہ سب عین مسجد کے سامنے واقع اسی چوک میں ٹھہرے ہوں گے جو کچھ عرصے قبل ہی شامی حکومت نے بنایا ہے۔ دجال کے ہمراہ اتنے یہودی کیوں ہوں گے؟ اس سوال کا جواب پانے کے لیے ہمیں کچھ تاریخ کے ورق الٹنے ہوں گے۔ یہود دراصل ایک جاہ پسند قوم ہے جو حکومت وسلطنت کو ہمیشہ اپنی میراث سمجھتی رہی ہے چنانچہ جب تک وہ اقتدار میں رہے ان سے توسیع پسندانہ عزائم کا ظہور ہوتا رہا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جب ان کا ستارہ گردش میں آیا اور بابل واسیریا کی حکومتوں نے ان کی جمعیت وطاقت کو بکھیر دیا تو ان کے مستقبل پر سوالیہ نشان لگ گیا وہ صیہونیت کی بابت وسوسوں اور اندیشوں کا شکار ہونے لگے۔

ایک دینی قوم ہونے کے ناطے یہ ایک منفی اور مہلک رجحان تھا اور اس کی تلافی کے لیے بعد میں آنے والے انبیاء نے "مسیح موعود" کے ظہور کی خبر دی جو قعر ذلت سے نکال کر انہیں دنیا میں پھر عزت وسربلندی عطا کرے گا۔ اس خبر نے یہودیوں کی امیدوں کو مہمیز لگائی اور وہ بڑی بے چینی سے مسیح کی راہ تکنے لگے تاکہ جلد از جلد ذلت کی زندگی

ختم ہوا اور وہ فلسطین پہنچ کر دوبارہ اپنی حکومت قائم کریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام انبیاء کی اسی پیشین گوئی کا مصداق تھے لیکن یہودیوں نے نہ صرف ان کی مسیحیت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ عصبیت میں اندھے ہو کر انکا خون پینے کی تمام کوششیں کرڈالیں۔

اس وقت سے آج تک صیہونی دنیا ایسے مسیح کے انتظار میں بیٹھی ہے جو زبردست جنگی طاقت کا مالک ہوگا اور دریائے نیل سے دریائے فرات تک تمام علاقے فتح کر کے ایک عظیم صیہونی سلطنت قائم کرے گا یہودی صدیوں سے اسی تمنا میں جی رہے ہیں اور اسی خیالی دور کے سہانے خوابوں سے ان کا مذہبی لٹریچر بھرا پڑا ہے۔ اب قیامت کے قریب جیسے ہی دجال دنیا میں ظاہر ہو کر اپنی شعبدہ بازیوں کے کرتب دکھائے گا یہود فوراً اس کا دامن پکڑ لیں گے اور اس کی مسیحیت میں انہیں ذرہ برابر بھی کوئی شبہ نہ ہوگا۔ ملک شام بھی ان ہی علاقوں کی فہرست میں ہے جسے صیہونی اپنے باپ کی جاگیر سمجھتے ہیں اس لیے تمام مشرق وسطیٰ کو روند کر اب اسے فتح کرنے کے لیے وہ دجال کے ہمراہ دمشق کی طرف بڑھیں گے اور راتوں رات جامع اموی کے سامنے جا کر ڈیرے ڈال دیں گے ادھر تو صبح ہوتے ہی مسلمانوں پر آخری یلغار کا عزم ہوگا اور ادھر مجاہدوں کی نصرت کے لیے مسجد کے اندر حقیقی مسیح ابن مریم جلوہ افروز ہو چکے ہوں گے اب حق و باطل کے درمیان صرف دروازے ہی کی آڑ بچے گی۔ بقیہ تمام فاصلے تورات کے اندھیرے میں ہی سمٹ گئے ہوں گے مہدی و مسیح بالآخر اس پردے کو بھی اٹھادیں گے دروازہ کھلتے ہی بجلی کا دھماکہ ہوگا یا بادل کا کڑکا یک بارگی دو سمندر لڑ پڑیں گے۔ دو پہاڑ ٹکرائیں گے۔ تلواروں سے چنگاریاں نکلیں گی بھالے خون پی پی کر سرخ ہو جائیں گے۔ زخمی تڑپیں گے، لاشیں بچھ جائیں گی اور میدان جنگ میں عجیب شور و غل ہوگا

کہ کان پڑی آواز تک سنائی نہ دے گی۔ ادھر مسیح و مہدی کے ہاتھ میں قیادت ہو گی تو ادھر یہود کو دجال کمانڈ کر رہا ہو گا اور جنگ کے دوران جیسے ہی اس کی نظر حضرت عیسیٰ پر پڑے گی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ دل بیٹھنے لگے گا۔ بدن میں لرزہ طاری ہو گا اور اپنے تمام لاؤ لشکر کو لے کر وہ میدان سے بھاگ کھڑا ہو گا۔ دمشق سے نکل کر اس کا رخ اسرائیل کی طرف ہو گا اور دروز پہاڑ کو بائیں طرف چھوڑ کر وہ حورام کے علاقے میں پہنچے گا اس سے اگلی منزل پھر ایفق ہو گی۔ یہ موجودہ شامی ریاست کا بالکل سرحدی شہر ہے یہاں شام، اسرائیل اور اردن کی سرحدیں ایک تکون بناتی ہیں اس کے مغربی جانب محض چند میل کی دوری پر طبریہ جھیل واقع ہے جس کے جنوب مغرب میں پہاڑوں کے بیچ ایک طویل نشیبی راستہ ہے جو مسلسل گہرائی کے ساتھ اس مقام تک پہنچتا ہے جہاں دریائے اردن نے طبریہ کو پیچھے چھوڑ کر اپنی الگ منزل متعین کی ہے اس وادی نما پہاڑی راستے کو عرب جغرافیہ میں ایفق کی گھاٹی کا نام دیتے ہیں دجال ایفق شہر کے راستے اردن کے کنارے کو چھوتا ہوا سیدھا اسرائیل میں جا گھسے گا اور جنوب مشرق کی طرف اس کی پیش قدمی مسلسل جاری رہے گی آگے کافی دور جا کر لد کا شہر آتا ہے جو دارالحکومت تل ابیب سے محض چند میل کی دوری پر واقع ہے اور اسرائیلی حکومت نے وہاں بہت بڑا فوجی ہوائی اڈہ بنا رکھا ہے اس طرح دمشق سے لد تک سینکڑوں کلومیٹر کا فاصلہ ہے جسے طے کرنے میں کم از کم ایک ہفتہ درکار ہو گا۔ پیچھے حضرت عیسیٰ کی قیادت میں مہدی کی فوج اس کا تعاقب کر رہی ہو گی وہ بدحواس ہو کر جیسے ہی لد کے اندر گھسنا چاہے گا ابن مریم یہ کہتے ہوئے اس کے سر پر پہنچ جائیں گے تو میرے وار سے بچ کر کہاں جائے گا میں تجھے قتل کر کے ہی دم لوں گا دجال کی حالت دمشق ہی سے اتنی پتلی ہو رہی ہو گی کہ اگر اسے چھوا بھی نہ

جائے تب بھی وہ زندہ نہ بچ سکے گا اور گھل گھل کر مر جائے گا لیکن اس کے باوجود حضرت عیسیٰ دجال کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتیں گے اور اپنا نیزہ پوری قوت سے اس کے جسم میں اتار دیں گے وار بڑا کاری ہو گا وہ کراہ کر دم توڑ دے گا اب مسیح موعود خون آشام نیزے کو اٹھا کر آسمان کی طرف بلند کریں گے تا کہ تمام لوگوں کو دجال کی موت کا یقین آ جائے۔

اسرائیل کی فتح

یہ خبر یہودیوں پر بجلی بن کر گرے گی وہی تو ان کی تمناؤں کا مرکز تھا اسی کے لیے صدیوں سے خواب دیکھے تھے اور اسی سے یہ امید تھی کہ دریائے فرات سے دریائے نیل تک تمام علاقے فتح کر کے وہ عالم اسلام کے کھنڈر پر ایک عظیم صیہونی حکومت قائم کرے گا لیکن افسوس کہ سپاہ محمد کے جیالوں نے گھر میں گھس کر اسے بآسانی قتل کر ڈالا اور ہماری قوم کا آخری سہارا خون میں لت پت آج چپ سادھے پڑا ہے!! یہ کربناک منظر دیکھ کر یہودیوں کی سٹی گم ہو جائے گی جس کا جدھر سینگ سمائے گا میدان سے بھاگ کھڑا ہو گا لیکن فرار کی تمام راہیں مسدود ہوں گی مجاہدین پورے اسرائیل میں پھیل جائیں گے ہر جگہ موت ناچ رہی ہو گی، سر کٹ رہے ہوں گے، خون ابل رہا ہو گا، چیخیں آسمان کو ہلا رہی ہوں گی، مہدی کی تلوار سے انگارے برسیں گے، مسلمان یہودیوں کو دوڑا دوڑا کر ماریں گے، اس موقعہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس میں یہ تاثیر ہو گی کہ وہ جس کافر کو بھی پہنچے گا وہ تڑپ کر گر جائے گا انکا یہ سانس تا حد نگاہ اثر دکھلائے گا اگر کوئی یہودی گھر میں چھپے گا تو در و دیوار اس کی مخبری کریں گے اگر پتھر کی پناہ لے گا تو وہ بھی چیخ پڑے گا اگر کسی درخت کی آڑ میں ہو گا

تو یہ درخت(۱) بھی اس کے خلاف گواہی دیگا کہ اے مطیع و مجاہد مسلمان یہ یہودی چھپا ہے آ اور اس کو قتل کر دے۔ الغرض یہودیوں کے لیے زمین تنگ کر دی جائیگی اور دنیا کا چپہ چپہ ان کی مخالفت پر کمربستہ ہوگا اس طرح لد کے میدان میں بیشتر یہودیوں کا صفایا کر دیا جائے گا ہر گلی لاشوں سے پٹی ہوگی، ہر گھر میں ویرانی کا ڈیرا ہوگا، میدان میں کھجور کے تنوں کی طرح لاشیں پڑی ہوں گی اور کل تک عالم اسلام کو چیلنج کرنے والے آج دو گز کفن کو ترسیں گے یہ یہودیوں کی تاریخ کا آخری دن ہوگا اس مقام پر آکر ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ معرکہ لد میں بلاشبہ بہت سارے یہودی قتل ہوں گے اور ان کا کوئی پرسان حال نہ ہوگا لیکن بالکلیہ ان کا خاتمہ ہو جائے سمجھ میں نہیں آتا؟ وہ سب کے سب تو لد میں مقیم نہیں کہ اکٹھے ہی ہاتھ آجائیں بلکہ اسرائیل سے باہر بھی وہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں تو صرف لد کی جنگ پوری قوم کا نشان کس طرح مٹا سکتی ہے؟ یہ سوال اگر آج سے پچاس سال پہلے کیا جاتا تو مشرق وسطیٰ کے سیاسی پس منظر میں اس کا جواب دینا زیادہ آسان نہ تھا لیکن اب تو وہ بالکل واقعہ بن چکا ہے۔ فلسطین سے عربوں کو نکالا جا چکا ہے اور وہاں اب ایک مضبوط صیہونی حکومت قائم ہے جو فلسطین میں آنے والے ہر یہودی کے لیے اپنی پلکیں بچھا رہی ہے چنانچہ یوروپ و ایشیا کے ملکوں کو چھوڑ کر وہ بڑی تیزی سے اسرائیل میں بس رہے ہیں ان کی نقل مکانی کا یہ سلسلہ ۱۹۴۸ء سے شروع ہوا تھا اور مستقبل میں اس کے اور زیادہ بڑھ جانے کی امیدیں ہیں۔ اندازہ یہی ہے کہ دور مہدی تک قریب قریب سارے یہودی ہی اسرائیل میں جا بسیں گے۔ اگر کچھ باقی بھی رہ جاتے ہیں تو دجال گھوم پھر کر ان کے

---

(۱) صرف غرقد کا پیڑ یہودی کو چھپانے کی کوشش کرے گا کیونکہ حدیث نبوی کے مطابق وہ یہودیوں کا پیڑ ہے حیرت ناک بات ہے کہ چند سالوں سے موجودہ یہودی حکومت اسرائیل اور خصوصاً لد میں غرقد کی کاشت پر خصوصی توجہ دے رہی ہے اور اس کی اب وہاں بہت کثرت ہو گئی ہے ہمارے نزدیک یہ معرکے لد کی تمہید ہے۔

ایک ایک فرد کو بٹور لائے گا چنانچہ جس وقت لد کا معرکہ گرم ہو گا اس وقت صد فیصد یہودی اسرائیل میں ہوں گے اور ان کا کوئی دودھ پیتا بچہ بھی صہیونی جھتہ سے الگ نہ ہو گا۔

تمام یہودیوں کو بیک وقت فلسطین میں جمع کر دینا قدرت کا ایک منظم پلان ہے بظاہر اس کی حکمت یہی ہے کہ مہدی کے پاس وقت بہت تھوڑا ہے اور ادھر یہود کی انہیں پوری قوم کو فنا کرنا ہے اس کی سب سے بہتر شکل یہی ہے کہ انہیں گھیر کر ایک علاقہ میں لایا جائے اور پھر مسیح و مہدی آکر اکٹھے ہی سب کا کام تمام کر دیں، یہودیوں کو خوشی ہے کہ وہ فلسطین میں آبیٹھے ہیں لیکن ان احمقوں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ بیت المقدس میں نہیں بلکہ اپنی قتل گاہوں میں آئے تھے دجال کا قتل یہودیوں کی ہلاکت اور اسرائیل کی فتح میں کئی مہینے لگ جائیں گے چنانچہ سنن ابوداؤد میں مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

بين الملحمة وفتح المدينة ست سنين ويخرج الدجال في السابعة.

عالمی جنگ کے چھ سال بعد قسطنطنیہ فتح ہو گا اور ساتویں سال میں دجال نکل آئے گا مہدی نے دمشق میں عیسائیوں کے خلاف جو سب سے پہلی جنگ لڑی تھی حدیث میں اسی کو ملحمہ کا نام دیا گیا ہے اس کے بعد لبنان اور یورپ پر یلغار ہوئی تھی جس میں پورے چھ سال لگے پھر قسطنطنیہ فتح ہوتے ہی ساتویں سال کے آغاز میں دجال نکل آیا اور پورا سال اسی کو کیفر کردار تک پہنچانے میں خرچ ہوا۔

اس طرح یہود کا خاتمہ ہوا اور اسرائیل فتح کر لیا گیا بیت المقدس پہلی مرتبہ عہد فاروقی میں فتح ہوا تھا اور حضرت عمر خود مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے تھے دوسری مرتبہ اسے چھٹی صدی ہجری میں سلطان صلاح

الدین ایوبی نے زیر کیا اور مسجد اقصیٰ پہنچ کر صلیبیوں کے داغ دھبوں کو انہوں نے اپنے آنسوؤں سے دھویا تھا تیسری اور آخری مرتبہ وہ مہدی اور مسیح کے ہاتھوں فتح ہو گا دل یہی کہتا ہے کہ فاروق وایوبی کی طرح یہ دونوں بزرگ بھی مسجد اقصیٰ پہنچ کر خداوند قدوس کے حضور میں سجدہ ریز ہوں گے جس نے یہود کو ذلیل اور رسوا کر کے امت کو ایسی فتح نصیب فرمائی کہ مشرق سے مغرب تک عالم اسلام میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔

عالمی جہاد

بیت المقدس کی فتح اور یہود کے خاتمہ کے بعد امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام کفار مشرکین کے خلاف جہاد چھیڑ کر پوری دنیا کو فتح کرنے کے لیے نکل پڑیں گے وہ صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے یہ دونوں ہی عیسائی مذہب کی بنیاد ہیں اس لیے ان کے قلع قمع کے بعد دنیا سے مسیحیت کا خاتمہ ہو جائے گا اور اس کی کوئی اصل ہی نہ رہے گی آگے روایات میں آتا ہے کہ **ویضع الجزیۃ** وہ جزیہ کو موقوف کر دیں گے اس وقت کفار کے سامنے صرف دو ہی راستہ ہوں گے یا تو ایمان لائیں یا جنگ لڑنے کے لیے تیار ہوں ان سے صلح بالکل نہیں کی جائے گی چنانچہ تمام قومیں اسلام قبول کریں گی اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی کوئی ہمت نہ کر سکے گا اس مقام پر آکر ہمیں امریکہ کا خیال آتا ہے کہ وہ اس وقت کس پوزیشن میں ہو گا اس کی سپریم پاور باقی رہے گی؟ یا یورپ اور اسرائیل کے ساتھ وہ بھی زوال پذیر ہو جائے گا؟ دوسری صورت میں تو کوئی اشکال نہیں لیکن پہلی صورت بہر حال غور طلب ہے کہ مہدی و مسیح اس کے ساتھ کیا سلوک کریں گے، ہمارا خیال ہے کہ وہ سپر پاور کی حیثیت سے تو باقی نہ ہو گا کیونکہ اس کے دو بازو ٹوٹ گئے ہوں

گے اور چہار دانگ عالم میں مہدی کا سکہ چل رہا ہو گا۔ ہاں پھر بھی کچھ مانگ دانگ ضرور ہو گی جسے ختم کرنے کے لیے یہ دونوں بزرگ غالباً اس پر بھی چڑھائی کریں گے انہیں یہودیت کے بعد نصرانیت کا بھی بالکلیہ استیصال کرنا ہے اور اس کی تکمیل امریکہ پر چڑھائی کے بعد ہی ہو سکے گی کیونکہ یہ اس وقت عیسائیت کا سب سے مضبوط گڑھ ہے۔

امریکہ پر چڑھائی کے بعد نصاریٰ کی بھی کمر ٹوٹ جائے گی اور ان کے پاس کھونے کے لیے کچھ نہ بچے گا مجبوراً تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مشرف باسلام ہوں گے اس طرح خداوند قدوس کا وہ وعدہ پورا ہو جائے گا جو مسیح ابن مریم کو آسمان پر اٹھاتے وقت بندوں سے کیا گیا تھا۔

وان من اهل الكتاب الاليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً. (سورہ النساء)

اور تمام کے تمام اہل کتاب عیسیٰ پر ان کی موت سے پہلے ضرور بالضرور ایمان لائیں گے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے۔

ہندوستان

یہودیت و نصرانیت کے بعد شرک کی بیخ کنی کی جائے گی برصغیر حسب سابق اس وقت بھی مشرکین کا گڑھ ہو گا چنانچہ امام مہدی ایک بڑا لشکر اس کی سمت روانہ فرمائیں گے جو زوردار حملہ کر کے برصغیر کو فتح کر لے گا، اس لڑائی کی بابت نسائی شریف کی صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔

وعدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم غزوة الهند فان ادركتها انفق فيها نفسي ومالي وان قتلتُ كنتُ افضل الشهداء

لہ حاشیہ صفحہ ۳۳۱ پر ملاحظہ فرمائیں

وان رجعتُ فانا ابو ہریرۃ المحرر(۱)

حضور ﷺ نے ہمیں غزوۂ ہند کی بشارت دی اگر میں اس وقت تک زندہ رہاتو اس لڑائی میں اپنی جان ومال کھپادوں گا اگر قتل ہوگیا تو شہادت کے سب سے عظیم مرتبہ پر فائز ہوں گا ورنہ میں جہنم سے خلاصی پانے والا تو یقیناً ٹھہروں گا۔

یہ جماعت برصغیر جیسے کفر وشرک کے گڑھ کو توحید کے مرکز میں تبدیل کردے گی اور برسہا برس پرانے مندر اس کی اذانوں سے گونج اٹھیں گے یہ یقیناً عظیم تر کارنامہ ہے جس کی بنیاد پر اس جماعت کو مغفرت کا پروانہ دیا گیا ہے چنانچہ نسائی شریف کی صحیح روایت میں حضرت ثوبانؓ سے منقول ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصابتان من امتی احرز ھما اللہ من النار عصابۃ تغزوالھند وعصابۃ تکون مع عیسیٰ بن مریم علیھما السلام(۲)

حضور ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کی دو جماعتوں کو خداوند قدوس جہنم سے بچائیں گے پہلی وہ جماعت جو ہندوستان پر حملہ کریگی دوسری جماعت (دجال کے مقابلہ میں) حضرت عیسیٰ کی حمایت کے لیے کھڑی ہوگی۔

پوری دنیا کی فتح

یہودیت ونصرانیت اور کفر وشرک کے اڈوں کو ڈھادینے کے بعد امام مہدی اور حضرت عیسیٰ پوری دنیا کا ایک طوفانی دورہ کریں گے تاکہ دجالی فتنے کے باقی ماندہ اثرات کا بھی فوراً قلع قمع کیا جائے اور باطل کا کوئی نقش روئے زمین پر موجود نہ رہے چنانچہ وہ ہر اس مقام پر وارد ہوں گے جہاں دجال نے ہلڑ مچایا ہوگا اس کے ہاتھوں ستائے گئے مسلمانوں کو اجر عظیم کی بشارت دیں گے اور پوری دنیا کو فتح کرکے ہر جگہ اسلامی نظام قائم کریں گے۔اسلام کا جھنڈا بلند ہوگا قرآن وحدیث کا غلغلہ ہوگا تمام مذاہب

(۱) کتاب الجہاد، باب غزوۃ الہند (۲) کتاب الجہاد، باب غزوۃ الہند

مٹا دیئے جائیں گے۔ پوری دنیا مسلمان ہو جائے گی عرصہ بعد خلافت راشدہ قائم ہو گی ظلم و ستم کی جڑ مٹ جائیگی عدل و انصاف کا دور دورہ ہو گا مال غنیمت کے ڈھیر لگ جائیں گے برکتوں کی بارش ہو گی اور فضا میں ہر سمت نور بکھرتا محسوس ہو گا اس طرح حضور ﷺ کی وہ پیشین گوئی پوری ہو گی جو حضرت مقداد کے حوالے سے مسند احمد میں منقول ہے:

عن المقداد انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لايبقىٰ على ظهر الارض بيت مدرولا وبر الاادخله الله كلمة الاسلام بعزعزيز وذل ذليل اما يعزالله فيجعلهم من اهلها اويذلهم فيدينون لها قلتُ فيكون الدين كله لله.

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ روئے زمین پر کوئی گھر باقی نہیں رہے گا حتی کہ بالوں اور کپڑے والا خیمہ بھی مگر اللہ اس میں دین اسلام کو داخل کر دیں گے کسی کو عزت دیکر اور کسی کو ذلیل کر کے بہر حال اللہ جن قوموں کو عزت دے گا تو ان کو اہل اسلام میں سے بنا دے گا یا جن کو ذلیل کرے گا تو وہ بھی بالآخر اسلام کو قبول کر لیں گے میں نے کہا پھر تو پورا دین اللہ کے لیے ہو جائیگا۔

حسین دور

یہ امت کی تاریخ کا سب سے حسین اور سہانا دور ہو گا حضور ﷺ نے اپنے معجزانہ اسلوب میں اس کی بڑی عجیب منظر کشی فرمائی ہے ہم وہ تمام احادیث بالترتیب نقل کرتے ہیں جن میں اس دور کی فتوحات و برکات دین کی سر بلندی اور مسلمانوں کی فرحت و استغناء کو پوری تفصیل سے بیان کیا گیا ہے مجمع الزوائد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

عن ابى هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال يكون فى امتى المهدى ان قصر فسبع والاثمان

والا فتسع تنعهم امتی فیها نعمة لم ینعمو مثلها یرسل السماء علیهم مدراراً ولا یدخر الارض شیئاً من النبات والمال کلوس یقوم الرجل یقول یا مهدی اعطنی فیقول خذه ،رواهُ الطبرانی فی الاوسط ورجاله ثقاتٌ.

حضور ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایک مہدی ہوگا (اس کی مدت خلافت) اگر کم ہوئی تو سات ورنہ آٹھ یا نو سال ہوگی میری امت اس کے زمانہ میں اس قدر خوشحال ہوگی کہ اتنی ثروت اسے کبھی نہ ملی ہوگی آسمان خوب برسے گا اور زمین اپنے تمام خزانے اگل دیگی اور مال بہا بہا پھرے گا حتی کہ ایک شخص اس سے کھڑے ہو کر مال کا سوال کرے گا تو مہدی کہیں گے (جتنا چاہو) خود لے لو۔

یہ طبرانی کی روایت ہے اس کے رجال ثقہ ہیں دوسری روایت مستدرک حاکم میں منقول ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه مرفوعاً یخرج فی آخر امتی المهدی یسقیه الله الغیث ویخرج الارض نباتها ویعطی المال صحاحا وتکثر الماشیة وتعظم الامة یعیش سبعاً او ثمانیا یعنی حججا،

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میری آخری امت میں ایک مہدی ہوگا اللہ تعالی اس پر خوب بارش برسائے گا اور زمین اپنی پیداوار اگل دیگی وہ لوگوں کو بلا امتیاز مال دے گا اس کے زمانہ (خلافت) میں مویشیوں کی کثرت ہوگی اور امت کو عزت حاصل ہوگی وہ سات یا آٹھ سال زندہ رہے گا۔

ابو عبد اللہ حاکم نے اس حدیث کو بخاری و مسلم کے درجہ کی روایت قرار دیا ہے حافظ ذہبی کو بھی اس خیال سے اتفاق ہے اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے، تیسری روایت ابو سعید

خدریؓ سے مجمع الزوائد میں منقول ہے:

عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابشركم بالمهدی يبعث فی أمتی علی اختلاف من الناس وزلزال فیملا الأرض قسطاوعدلا كما ملئت جوراً وظلماً يرضى عنه ساكن السماء وساكن الأرض يقسم المال صحاحاً قال له رجل ماصحاحا؟ قال بالسوية بين الناس ويملأ الله قلوب امة محمد صلى الله عليه وسلم غنى ويسعهم عدله حتى يأمر مناديا فينادی،فيقول:من له فی المال حاجة؟ فما يقوم من الناس إلارجل واحد فيقول انا فيقول له: انت السادن يعنى الخازن فقل له ان المهدی يامرك ان تعطينی مالا فيقول له : احث فيحتثی حتى اذا جعله فی حجره وابرزه ندم فيقول: كنت اجشع امة محمد صلى الله عليه وسلم نفسا اوعجز عنی ما وسعهم؟ قال فيرده فلايقبل منه فيقال له انا لاناخذ شيئا اعطيناه فيكون كذالك سبع سنين اوثمان سنين اوتسع سنين ثم لا خير فی العيش بعده اوقال ثم لا خير فی الحياة بعده.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں مہدی کی بشارت دیتا ہوں جو میری امت میں اختلاف واضطراب کے زمانہ میں بھیجا جائے گا تووہ زمین کوعدل وانصاف سے بھردے گا جس طرح (پہلے) ظلم وستم سے بھری ہوگی زمین وآسمان والے اس سے خوش ہوں گے وہ دولت کی منصفانہ تقسیم کرے گا(اس کے دور خلافت میں) خداوند قدوس امت محمدیہ کے دلوں میں استغناء بھردے گا اس کا انصاف عام ہوگا وہ اپنے منادی کو حکم دے گا کہ وہ عام اعلان کرے کہ جسے مال کی ضرورت ہو (وہ مہدی کے پاس آئے) اس اعلان پر صرف ایک شخص کھڑا ہوگا مہدی اس سے کہیں گے کہ خازن کے پاس جاؤ اس سے کہو کہ مہدی نے تم کو مجھے مال دینے کا حکم دیا

ہے (یہ شخص خازن کے پاس پہنچے گا) خازن اس سے کہے گا کہ اپنے دامن میں بھر لے چنانچہ وہ دامن کو خوب بھر کر باہر نکلے گا اسے ندامت ہوگی اور (اپنے دل میں سوچے گا) کیا امت محمدیہ میں میں ہی سب سے بڑا حریص ولالچی ہوں یا یوں کہے گا جو چیز دوسروں کے لیے کافی ہے کیا وہ میرے لیے کفایت نہیں کرے گی؟ (ضمیر کی ملامت پر) وہ مال واپس کرنا چاہے گا لیکن اسے قبول نہیں کیا جائے گا اور مہدی کی جانب سے اعلان کیا جائے گا کہ ہم دینے کے بعد واپس نہیں لیتے مہدی کی داد و دہش سات آٹھ یا نو سال رہے گی پھر اسکی وفات ہوگی اور زندگی میں کوئی خوبی نہیں رہے گی۔

یہ روایت مختصراً ترمذی اور ابو یعلیٰ نے بھی نقل کی ہے جب کہ مسند احمد میں وہ متعدد طرق سے مروی ہے شیخ الاسلام مولانا مدنی کہتے ہیں کہ اس کے رجال ثقہ ہیں اور وہ بالکل صحیح حدیث ہے۔ حضرت ابو سعید ہی کی دوسری روایت بھی مستدرک میں آئی ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال تملأ الارض جورا وظلماً فیخرج رجل من عترتی فیملك سبعا اوتسعا فیملأ الارض عدلا وقسطاً کما ملئت جوراً وظلما.

حضور ﷺ نے فرمایا جب زمین ظلم وستم سے بھر جائے گی تو میری نسل سے ایک شخص اٹھے گا جو سات یا نو سال پوری دنیا پر حکومت کرے گا وہ زمین کو ایسے ہی عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ پہلے ظلم وستم سے پٹ گئی تھی۔

ابو عبداللہ حاکم اسے مسلم کے درجہ کی حدیث قرار دیتے ہیں امام ذہبی نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے، اور شیخ الاسلام مولانا مدنی کے نزدیک وہ صحیح حدیث ہے پانچویں روایت مسند بزار میں آئی ہے اس کے بھی تمام رواۃ ثقہ ہیں۔

عن جابرٍ رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یکون فی امتی خلیفة یحثی المال فی الناس حثیا ولایعدهٗ عداً ثم قال والذی نفسی بیده لیعودن.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک خلیفہ ہوگا جو لوگوں کو لپ بھر بھر کر مال تقسیم کریگا اور (سخاوت و کثرت کی وجہ سے) اسے شمار نہیں کرے گا خدا کی قسم اسلام (مضمحل ہو جانے کے بعد) اپنی پہلی حالت کی طرف ضرور لوٹے گا۔

یہ دور حقیقتاً قرون اولی کی جھلک اور اس کی زندہ تصویر ہوگا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مثل امتی مثل المطر لایدری اولہ خیر ام آخرہ.

میری امت کی مثال بارش کی سی ہے۔ نہیں کہا جاسکتا کہ آغاز واختتام میں اس کا کون سا حصہ بہتر ہے۔

یہ حدیث سنن ترمذی، صحیح ابن حبان اور مسند احمد میں آئی ہے۔ امام نووی نے اپنے فتاویٰ میں اسے سنداً ضعیف اور متناً صحیح قرار دیا ہے، محدثین کا ایک طبقہ اسے حسن لغیرہ کہتا ہے جبکہ دوسرے محققین کی رائے یہ ہے کہ وہ متعدد طرق سے مروی ہے اس لیے اسے صحت کا درجہ حاصل ہو گیا ہے دوسری حدیث رزین نے نقل کی ہے۔ وہ عن جعفر عن ابیہ عن جدہ سے منقول ہے۔ یہ اتنی عمدہ سند ہے کہ محدثین اسے سونے کی زنجیر قرار دیتے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابشروا ابشروا انما مثل امتي مثل الغيث لا يدرى آخره خيرام اوله او كحديقة اطعم منها فوج عاما ثم اطعم منهافوج عاما لعل آخرها فوجا ان يكون اعرضها عرضا واعمقهاعمقاواحسنهاحسنا كيف تهلك امة انا اولها والمهدى وسطها والمسيح آخرها ولكن بين ذلك فيج افوج ليسوا منى ولا انامنهم.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خوش ہو جاؤ خوش ہو جاؤ میری امت کی مثال بادل کی سی ہے نہیں کہا جاسکتا کہ اگلے پچھلے میں اس کا کون سا حصہ بہتر ہے یا وہ ایک باغ کی طرح ہے ایک سال اس کے پھلوں سے ایک جماعت لطف اندوز ہوتی ہے دوسرے سال وہ دوسری جماعت کے حصہ میں آتے ہیں ممکن

ہے یہ دوسری جماعت زیادہ فیاض، زیادہ لائق اور زیادہ اچھی ہو۔ یہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جبکہ میں اس کے شروع میں ہوں، مہدی درمیان میں ہیں اور حضرت عیسیٰ آخیر میں ہیں لیکن بیچ میں کچھ فاسق جماعتیں ہوں گی ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ میں ان سے بالکل بری ہوں۔

چھٹی روایت حضرت ام سلمٰی سے منقول ہے وہ کافی طویل ہے اس لیے ہم صرف متعلقہ ٹکڑا نقل کرتے ہیں:

فیفتح الکنوزویقسم الاموال ویلقی الاسلام بجرانه الی الارض فیعیشون بذلك سبع سنین اوقال تسع.

(امام مہدی) خزانوں کا منہ کھول دیں گے، خوب داد و دہش کریں گے اور پوری دنیا میں اسلام چھا جائیگا (اس رحمت و برکت کے ساتھ) لوگ سات یا نو سال رہیں گے۔

یہ طبرانی میں منقول ہے اس کے تمام روات ثقہ ہیں، ساتویں روایت صحیح مسلم کی کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ بن مریم میں آئی ہے۔

عن ابی هریرةؓ انه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لینزلن ابن مریم حکماعادلافلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیةولیترکن القلاص فلایسعیٰ علیهاولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسدولیدعون الی المال فلا یقبله احدٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ضرور بالضرور ابن مریم آسمان سے نازل ہوں گے عادل فرمانروا کی حیثیت سے وہ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے، اور جزیہ کو موقوف کردیں گے (بے حد خوشحالی کیوجہ سے) جوان و توانا اونٹنیوں کو نظر انداز کیا جائے گا اور ان میں کسی کو رغبت نہ رہے گی کینہ ختم ہوگا، بغض دلوں سے نکلے گا اور حسد کا نام نہ رہے گا لوگوں کو مال کی پیش کش کی جائے گی لیکن اسے کوئی قبول نہ کریگا۔

آٹھویں روایت سنن ابی داؤد میں حضرت ام سلمٰی سے منقول ہے ذیل

میں متعلقہ ٹکڑا درج کیا جاتا ہے:

فیقسم المال ویعمل فی الناس بسنة نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ویلقی الاسلام بجرانہ الی الارض فیلبث سبع سنین ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون قال ابو داؤد وقال بعضھم عن ھشام تسع سنین وقال بعضھم سبع سنین.

(امام مہدی) خوب دادو دہش کریں گے، لوگوں کو حضورؐ کی سنت پر چلائیں گے اور اسلام پوری دنیا پر چھا جائے گا، وہ سات یا نو سال زندہ رہیں گے پھر ان کی وفات ہو گی اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

دور مہدی سے متعلق یہ کل آٹھ روایتیں ہیں ان میں صاف صراحت ہے کہ اس وقت باطل کی جڑ مٹے گی دین سر بلند ہو گا ظلم و ستم کا بالکلیہ استیصال کیا جائیگا عدل وانصاف کی فراوانی ہو گی نعمتوں کی بارش ہو گی آسمان خوب برسے گا زمین اپنے تمام خزانے اگل دے گی مویشی بہت ہوں گے مال بہا بہا پھرے گا غنیمت کے ڈھیر لگ جائیں گے خزانوں پر کوئی پہرہ نہ ہو گا سب بے فکر اور آسودہ ہوں گے دولت میں کسی کو دلچسپی نہ ہو گی صدقہ قبول کرنے والا ڈھونڈے سے نہ ملے گا کینہ ختم ہو گا بغض وحسد دلوں سے نکلے گا۔ الفت و محبت سے قلوب لبریز ہوں گے دین پر ایسا شباب آئے گا کہ لوگ ایک سجدہ کے لیے پوری دنیا کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوں گے قرون اولی کی تاریخ دہرا دی جائے گی اور لوگ تمنا کریں گے کاش ان کے آباؤ واجداد زندہ ہوتے تو اس خیر و برکت کے دور کو دیکھ کر ان کی آنکھیں کتنی ٹھنڈی ہوتیں الغرض

جتنی شمعیں بجھ چکی ہیں سب جلادی جائیں گی

مہدی کی وفات

دنیا کو اندھیرے سے نکال کر اجالے میں لانے کے بعد مہدی کا

فرض منصبی پورا ہو جائے گا اور سات یا آٹھ یا نو سال حکومت کر کے انکی وفات ہو گی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کا جنازہ پڑھائیں گے اور مسلمانوں کے ہاتھوں قبرستان میں تدفین ہو گی، ایک روایت میں تصریح ہے کہ ظہور کے بعد امام تیس سال زندہ رہیں گے، دوسری روایت کے مطابق ان کی مدت خلافت چالیس سال ہو گی، تیسری روایت میں منقول ہے کہ وہ چوبیس سال حکومت کریں گے پانچویں روایت کا کہنا ہے کہ ان کا دور چودہ سال چلے گا یہ سب غلط اور نا قابل اعتبار روایتیں ہیں صحیح احادیث صرف سات یا زیادہ سے زیادہ نو سال کا پتہ دیتی ہیں اس لیے محقق بات یہی ہے کہ وہ ظہور کے بعد زیادہ سے زیادہ نو سال ہی زندہ رہیں گے ہاں یہ پہلو ضرور غور طلب ہے کہ ان کی کل عمر کتنی ہو گی عام طور پر کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ ظہور کے وقت چالیس سال کے ہوں گے اس حساب سے ان کی عمر سینتالیس اڑتالیس، یا انچاس سال بنتی ہے یہ بات صحیح ہے یا غلط؟ اس وضاحت کی تو ضرورت نہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ راقم کو تلاش بسیار کے باوجود ایسی کوئی روایت نہیں مل سکی جس میں ظہور کے وقت ان کی اس عمر کی تصریح ہو۔

مہدیؑ کی وفات کے بعد چھوٹے بڑے تمام انتظامات حضرت عیسیٰ کے ہاتھ میں آ جائیں گے ان کا قیام دنیا میں چالیس سال تک رہے گا اس دوران یاجوج ماجوج کے خروج وہلاکت کا واقعہ پیش آئے گا پھر حضرت شعیبؑ کی قوم میں اپنا نکاح کریں گے ان کی اولاد بھی ہو گی حج وعمرہ کریں گے روضۂ نبوی سے ان کے سلام کا جواب ملے گا آخر میں مقعد نامی شخص کو خلیفہ بنا کر انتقال فرمائیں گے روضۂ نبوی میں آپ کو حضورؐ کے برابر میں دفن کیا جائے گا۔ اس کے بعد مقعد کی وفات، قبض قرآن کریم، ظہور دخان، دابۃ الارض کا خروج، مغرب سے سورج کا طلوع، یمن سے آگ کا ظہور، مشرق و مغرب اور عرب میں زلزلے جیسی قریب تر علامتیں ظاہر ہوں گی اور قیامت کا صور پھونک دیا جائے گا۔

صفحہ ۴۲۱ کا حاشیہ نمبر ا

صحیح روایت موجود ہے لتفتحن

البیت الأبیض تم ضرور بالضرور وائٹ ہاؤس کو فتح کرو گے ،متقدمین نے گرچہ اس سے کسریٰ کا سفید محل مراد لیا ہے جو قرونِ اُولیٰ میں فتح ہو چکا ہے لیکن اصول شریعت پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ یہاں البیت الابیض مطلق بولا گیا ہے

لہٰذا اس سے مُراد وہ

تمام وائٹ ہاؤس ہوں گے جو اہل باطل کا گڑھ ہوں اور وہاں سے اسلام کو مٹانے کی سازشیں رچی جاتی ہوں موجودہ دور میں اس کا سب سے بہترین مصداق امریکہ کا وائٹ ہاؤس ہے جو تمام اسلام دشمنوں کی قیادت وپشت پناہی کر رہا ہے اور عالم اسلام کے خلاف عملاً جنگ چھیڑ چکا ہے۔

﴿نوٹ﴾

مہدی کے واقعات کے ضمن میں ہم نے گذشتہ صفحات میں احادیث کی کتابوں خصوصاً صحیح مسلم اور مستدرک حاکم کے حوالے سے ایسی بہت سی روایات نقل کی ہیں جن میں صراحتاً مہدی کا تذکرہ نہیں ہے ناواقف اعتراض کر سکتے ہیں کہ ہمارے پاس مہدی کو ان روایات کا مصداق قرار دینے کی کیا دلیل ہے تو ان کے لئے یہ عرض کرنا کافی ہوگا کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، ترجمان حدیث وسنت حضرت مولانا بدرعالم میرٹھی مدنیؒ، حضرت شاہ رفیع الدینؒ، حضرت مولانا محمد اسمٰعیل محدث سنبھلیؒ اور بیشتر شارحین ومحدثین نے ان احادیث سے مہدی ہی کو مراد لیا ہے اس لئے اشکال کی کوئی گنجائش نہیں۔